فہرست

عنوان	صفحہ

کچھ اس کتاب کے بارے میں

زیر نظر کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نامور استاد، معروف محقق و دانش ور پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر ندوی کے رشحاتِ قلم کا قیمتی اور تحقیقی شہ کار ہے۔ اس گراں قدر تحقیقی مطالعے میں انہوں نے غزوات وسرایا کے اقتصادی پہلوؤں کا نہایت مبسوط جائزہ لے کر اپنوں کی بعض نادانیوں اور مستشرقین کی بے شمار کذب بیانیوں کا مدلل اور جاندار جواب دے کر اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر میری معلومات کی حد تک واحد کتاب ہے جو اتنا تفصیلی، مدلل اور ناقدانہ مواد پیش کرتی ہے۔ اس سے قبل اس موضوع پر اِس انداز سے کام نہیں ہوا اور خاکسار کی ناقص معلومات کے مطابق اِس معیار اور اِس مقدار میں اس کے بعد بھی نہیں ہوا۔ سب سے اہم بات یہ کہ اس قدر قیمتی اور محققانہ مواد پیش کرنے کے باوجود مصنف موصوف کی کسرِ نفسی اور عاجزی کا نمایاں اظہار ہے۔ پوری کتاب میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا جس میں ان کے احساسِ تفاخر یا تعلّی کا شائبہ بھی نکلتا ہو اور یہ ان کی عالمانہ اعلیٰ ظرفی کی نہایت بلند پایہ دلیل ہے۔ دورِ حاضر کے عام سیرت نگاروں کے برعکس انہوں نے مغازی کے ضمن میں واقدی کے کام کو استنادی

اہمیت دی ہے اور ان کی پوزیشن کو مستحکم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مستشرقین کے اِس رکیک اعتراض کہ غزواتِ نبوی کا اصل مقصد لوٹ مار کر کے مسلمانوں کو معاشی اور اقتصادی تحفظ فراہم کرنا اور انہیں خوشحال بنانا تھا، کے تحقیقی جواب کے لیے انہوں نے ،عربی، اُردو، انگریزی میں لکھی گئی کتب و رسائل کا وسیع مطالعہ کر کے اصل مصادر و مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے انتہائی قیمتی نتائج اخذ کیے ہیں اور مستشرقین کے اعتراضات کو تارِ عنکبوت کی حیثیت دے دی ہے۔

اِسی مقصد کے لیے انہوں نے غزواتِ نبوی کا عہد بہ عہد جائزہ لیا ہے۔ بعض ایسے سرایا جن کو غزوات کا نام دے دیا گیا ہے ان کی نشان دہی کی ہے۔ ان غزوات و سرایا سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت، قیدیوں اور دیگر چیزوں کو سامنے لائے ہیں۔ انہیں مستند مآخذ اور مصادر سے مدلل بنایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ نہ تو غزواتِ نبوی کا مقصد و مدعا لوٹ مار تھی اور نہ ہی ان سے حاصل ہونے والے اموال، غنائم سے مسلمانوں میں خوشحالی پیدا ہوئی۔ یہ سراسر بہتان ہے اور مستشرقین کا اسلام سے تعصب محض ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی تعداد اور اموالِ غنیمت کا تقابل کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ اموال تو مسلمانوں کی بنیادی ضرورتوں کے لیے ناکافی تھے۔ کجا یہ اعتراض کہ ان کی بنیاد پر مسلمان خوشحال ہو گئے تھے۔

یہ کتاب میرے اور ڈاکٹر صاحب کے مشترکہ مہربان اور علم دوست جناب سجاد الٰہی شیخ صاحب نے مجھے برائے اشاعت دی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک مختلف ناشرین سے گاہے گاہے اس کی طباعتِ نو کی بات کی مگر اس کتاب کی گراں قدر اہمیت کے باوصف بھی کوئی ناشر آمادہ نہ ہوا۔ تاہم 2007ء کے ماہ جنوری میں مشتاق بُک کارنر کے علم پرور ناشر سے بات کی جو رقم آثم کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ کرتے ہیں تو انہوں نے

قدرے تردد کے بعد اسے شائع کرنے کی ہامی بھر لی۔

بہر حال اب اِس گراں قدر علمی دستاویز کو نئی خوبصورت کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب سیرت نبویؐ کے عام قارئین کے ساتھ ساتھ محققین کے لیے بھی ایک علمی سوغات ثابت ہوگی۔ دُعا ہے کہ رب کریم اِس کتاب کی طباعتی کاوش کو قبولیت کے شرف سے بہرہ یاب فرمائے اور ناشر اور ہم سب کے لیے ذریعہ نجات بھی بنائے۔ (آمین)

محمد شبیر قمر

انتساب

عہد جدید میں فن سیرت کے امامین ہمامین

مولانا شبلی نعمانی و مولانا سلیمان ندوی

کی جناب گرامی میں ہدیۂ عقیدت واحسان مندی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقدیم

یہ توفیق الٰہی تھی کہ دعائے پدری، اساتذہ کرام کی فیض رسانی تھی کہ خاکسار راقم کی ازلی خوش بختی، شاید سب کچھ اوران پر مستزاد بیکراں انعام ربانی کہ اس حقیر و بے مایہ کو سیرت نبوی کے مطالعہ اور تحقیق کی سعادت ارزانی ہوئی۔ مجھے احساس بلکہ شعور ہے کہ صاحب سیرت مقدسہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقام عالی اور احسانات بے پناہ میں سے کسی کا بھی ادنیٰ حق تک ادا نہ ہو سکا، تاہم یہ افتخار بھی دل کے کسی کونے میں جاگزیں ہے کہ اپنی بساط بھر فن سیرت کی خدمت کر سکا۔ صحیح تو یہ ہے کہ یہ خدمت بھی انہیں کا فیض وفیضان ہے۔ مفتخر ہوں کہ ان کی نگاہ کرم اس عاصی کی فکر ونظر اور تحریر و نگارش پر پڑی۔

سیرت نبوی کے مطالعہ، تدریس اور تحقیق کے دوران غزوات وسرایائے نبوی سے حاصل ہونے والے اموال غنیمت اور نبوی معیشت میں ان کے کردار و کارفرمائی سے ان گنت سوالات ذہن میں پیدا ہوئے۔ سیرت نگاروں بالخصوص مستشرقین کے مباحث ومطالعات نے ان کے جوابات تلاش کرنے پر اکسایا۔ توفیق الٰہی نے بتدریج اور مرحلہ وار موجودہ مطالعہ کی راہ سجھائی اور کئی کوششوں کے بعد اس کی حالیہ صورت گری ہوئی۔ یہ بھی طالب علمانہ کاوش ہے کہ ان سے متعلق ہر شے بشری بساط اور انسانی استطاعت سے ماوراء ہے۔

خوش نصیب ہوں کہ اہل علم وفضل اور صاحبان قلب ونظر نے ہیچمدان راقم کی

اس مبتدیانہ علمی کوشش کو درخورِ اعتنا سمجھا۔ بیشتر نے تعریف و تحسین سے نوازا تو متعدد نے تنقید و تبصرہ سے توقیر بڑھائی۔ جنھوں نے سراہا ان کو صحیح اجر تو رب کریم ہی عطا کرے گا مگر ان کی ہمت افزائی اور ذرہ نوازی کے لیے خاکسار بھی ممنون ہے۔ ناقدین کرام اور تبصرہ نگاران عظام کے نقد و نظر کا یہ فیضان ہے کہ موجود مطالعہ زیادہ وسیع اور مفصل بنایا جاسکا۔ البتہ بنیادی نظریہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہ پیدا کرسکا کہ تاریخی روایات اور سیرتی شواہد اس کی اجازت نہیں دیتے۔

تنقید و تبصرہ کے چند مبادی و مبانی ہیں۔ مآخذ میں امام واقدی کی روایات قبول کرنے کا الزام خالص روایتی ہے جو ہمارے نقص مطالعہ کا ثبوت ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بحث کا سارا دارومدار محض امام واقدی پر نہیں، پھر تفصیلات اگر انہی مطعونِ فن امام سے ملیں تو راقم آثم کیا کرے۔ اس بحث و نظریہ کا بنیادی محور انہی کی جزئیات قبول کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے کہ مقصود زیادہ سے زیادہ اموال غنیمت کی مقدار و تعداد جمع کرنا اور اس کا تجزیہ و تحلیل کرنا اور مسلم عصری معیشت میں اس کا تناسب دکھانا ہے۔ ظاہر ہے کہ اموال کی مالیت طے کرنا' اس کا تخمینہ لگانا ریاضیاتی بنیادوں پر اس کی قطعیت ثابت کرنا موجودہ معلومات کے مطابق ناممکن ہے۔ غنائم کا اصل مرکز ارتکاز تو مدنی معیشت تھی اور اسی کے حوالے سے اس کا تناسب تلاش کیا گیا ہے، جزیرہ نمائے عرب کی مسلم آبادی کی معیشت میں اس کی کارگزاری و کارفرمائی محض اس کی توسیع ہے جو نظریات خام کی تردید کے لیے کی گئی ہے۔ نقد و تبصرہ میں جو افکار و آرا روایات و شواہد کی ''غلط فہمی اور غلط تعبیری'' پر مبنی ہیں ان سے تعرض کرنا کم از کم اس راقم آثم کا کام نہیں ہے۔

موجودہ کتاب کی ترتیب و تالیف کے لیے خاکسار بہت سے کرم فرماؤں، محسنوں اور عزیزوں کا مرہون منت ہے۔ مولانا سید جلال الدین عمری، مدیر تحقیقات اسلامی' علی گڑھ کا کہ اول اول انہوں نے از راہ بندہ پروری اس موضوع پر پہلا مضمون اپنے موقر رسالے میں چھاپا، پروفیسر ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی اور اسلامی معاشیات جدہ کے بین الاقوامی مرکز کے ارباب حل و عقد کا کہ اس کا وسیع تر انگریزی روپ لکھوایا اور اپنے

مخصوص جرنل میں چھاپا، بانی مدیر نقوش محمد طفیل مرحوم کا بے پناہ اصرار سے اس کا وسیع تر اردو روپ اپنے عظیم رسول نمبر میں پیش کرکے مجھے مسعود مفتخر کیا اور ان کے جانشین مدیر جاوید طفیل کا کہ میرے ہر علمی کام کے قدر شناس ہیں۔

اب یہ کتابی شکل میں قارئین و ناقدین اور اہل علم و نظر کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ کتابت، طباعت اور اس کے صبر آزما مراحل میں جس طرح میری دستگیری مفتی فہیم اختر ندوی، نئی دہلی اور فاروقی صاحب، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ نے کی اس کے لیے بے انتہا ممنون ہوں۔ تصحیح اغلاط مضمون و کتابت میں عزیزان دلبند جمشید احمد ندوی، سرور عالم ندوی، توقیر احمد ندوی اور ان کے احباب نے ہاتھ بٹایا۔ ان کا بھی شکریہ واجب ہے۔ مکرم جناب سجاد الٰہی لاہور کا ممنون ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر اتنی جلدی یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔

شکر و امتنان تو اور بھی بہت سوں کا واجب ہے مگر ان کا حساب دل میں ہے کہ وہی میری زندگی میں تمام حسن و عیش کے سامان ہیں۔ ان میں میرے اہل خانہ بھی شامل ہیں۔

اول و آخر اس رب جلیل و کریم کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس علمی خدمت کے لائق بنایا، اسی سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو بابا جان گرامی الحاج انعام علی مرحوم و مغفور کے لیے توشۂ مغفرت، خاکسار راقم کے لیے زاد آخرت بنائے، اسے قبولیت سے نوازے اور تمام قارئین کرام کو دارین کی سعادت عطا فرمائے۔

14 مارچ 1999ء

محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی
الامین، 64۔ احمد نگر، علی گڑھ

-----❖❖❖-----

حرفِ آغاز

1- کتبِ مغازی:

سیرتِ نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کا ذکر آنا ناگزیر ہے۔ابتدائی عہدِ تالیف میں تو سیرت کی کتابیں ''مغازی'' کے عنوان سے ہی لکھی گئیں(1) کہنے کو وہ مغازی ہیں لیکن ان میں بیشتر (اگر سب نہ سہی) غزوات وسرایا کے علاوہ پوری سیرتِ طیبہ بیان کرتی تھیں۔ان میں مغازی عروہ بن زبیر (94-23ھ/712-643ء) قدیم ترین کتابِ سیرت ہے جو مطالعہ کے لیے عربی اور اردو میں موجود ہے۔(2) مغازی کے عنوان سے جو متعدد دوسری کتابیں لکھی گئیں ان میں سہل بن ابی حثمہ (م41ھ/ 661ء) عبیداللہ بن کعب بن مالک انصاری (م97ھ/ 715ء) عامر بن شراحیل شعبی (م1صفر3ھ/ 721ء) ابان بن عثمان بن اموی (م105ھ/ 723ء) امام زہری/محمد بن مسلم (م124ھ/ 742ء) یزید بن رومان (130ھ/ 747ء) محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل (م131ھ/ 758ء) معمر بن راشد بصری (م154ھ/ 770ء) نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی (م170ھ/ 786ء) عبدالملک بن محمد بن ابی بکر بن حزم انصاری (م176ھ/ 792ء) یحییٰ بن سعید بن ابان اموی (م194ھ/ 809ء) ولید بن مسلم دمشقی (م195ھ/ 810ء) کے علاوہ متعدد دوسرے اہلِ قلم بھی شامل تھے۔(3)

2- کتبِ سیرت میں ابوابِ غزوات:

مکمل کتبِ سیرت میں بھی غزوات وسرایا کے ابواب ومباحث کافی اہم ہوتے ہیں، خاص کر مدنی حیاتِ مبارکہ کا بیان زیادہ تر کتابوں میں غزوات وسرایا ہی کے گرد گھومتا ہے۔بسا اوقات ان کی حیثیت اصل ابواب ومباحث کی ہو جاتی ہے اور دوسرے امور ومعاملات ثانوی بن کر رہ جاتے ہیں۔اولین سیرت نگاروں میں ابن اسحاق (150-850ھ/ 704-67ء) ابن ہشام (م218ھ/ 834ء) نے اس رجحان کو جنم دیا(4) جو بعد میں تقریباً تمام مؤلفین سیرت کے لیے ہدایت نامہ بن گیا۔خالص سیرت نگاروں میں ابن حزم (م456ھ/ 1063ء) ابن عبدالبر (م463ھ/ 1070ء) سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ خثعمی (م581ھ/ 1185ء) ابن الجوزی (م597ھ/ 1200ء) محب الدین طبری (م694ھ/ 1294ء) ابن سید الناس (محمد بن ابی بکر محمد 671-734ھ/ 1263-1334ء) علی بن برہان الدین حلبی (م1044ھ/ 1634ء) زرقانی (محمد بن عبدالباقی، م1122ھ/ 1710ء) وغیرہ نے زیادہ تر غزوات وسرایا سے ہی بحث کی ہے۔(5)

مدنی دورِ مبارک میں غزوات وسرایا پر ضرورت سے زیادہ روز دینے کا رجحان عالمی اسلامی تاریخ لکھنے والوں کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ان میں ابن سعد (م230ھ/ 745ء) بلاذری (احمد بن یحییٰ م279ھ/ 892ء) محمد بن جریر طبری (م310ھ/ 923ء) احمد ابن ابی یعقوب یعقوبی (م315ھ/ 927ء) مسعودی (ابوالحسین علی بن حسین، م345ھ/ 956ء) ابن الاثیر/عزالدین ابوالحسن علی بن محمد (م630ھ/ 1233ء) ابن کثیر (عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، م774ھ/ 1274ء) اور امام ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد م808ھ/ 1406ء) وغیرہ بہت ممتاز مقام ومرتبہ کے حامل ہیں۔(6)

3- جدید سیرت نگاروں کا مطالعہ غزوات:

ظاہر ہے جو سلسلہ ہمارے قدیم مؤلفوں اور عہد ساز سیرت نگاروں کے زرخیز قلم سے چلا تھا وہ ہمارے جدید دور کے لکھنے والوں کے ہاں بھی مقبول ومحبوب ہوا۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی ''سیرۃ المصطفیٰ'' مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی ''الرحیق المختوم''

اور متعدد دوسری کتابیں غزوات وسرایا پر بہت تفصیل کے ساتھ مواد پیش کرتی ہیں۔(7)

لیکن عہد معاصر میں سیرت نبوی کا وسیع مطالعہ بھی شروع ہوا جس نے غزوات وسرایا کو تحلیل وتجزیہ کے مرحلہ سے گزارا اور ان پر زیادہ وقت نہیں صرف کیا۔ ان میں قاضی سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعالمین''، امامین ھمامین شبلی وسلیمان ندوی کی ''سیرت النبی'' جناب مسعود احمد کی ''صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین'' اور بعض دوسری تصانیف شامل ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتب غزوات وسرایا کو سیرت نبوی کے مجموعی تناظر میں بطور ایک باب ومبحث پیش کرتی ہیں اور مدنی دور کے دوسرے اہم مسائل وامور کو بھی اپنے قارئین کے سامنے لاتی ہیں۔(8)

قدیم وجدید دونوں زمانوں میں سیرت نگاری کا ایک اور رجحان مشترک نظر آتا ہے اور وہ ہے غزوات نبوی پر کتابیں اور رسالے تحریر کرنا اور بقیہ سیرتی مباحث سے تعرض نہ کرنا۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ مشہور محمد بن عمر واقدی (م 207ھ/823ء) کی کتاب المغازی ہے لیکن جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ کتاب واقدی ان کی جامع وکامل سیرت کا ایک جز ہے۔ حافظ کلاعی سلیمان بن موسیٰ (م 634ھ/1237ء) کی ''الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والثلاثۃ الخلفاء'' غزوات نبوی کے علاوہ اولین تین خلفائے راشدین کے غزوات سے بھی بحث کرتی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسری کتب مغازی بھی اس رجحان کی حامل نظر آتی ہیں۔(9)

جدید دور میں متعدد عرب وغیر عرب اہل قلم نے صرف غزوات نبوی کو اپنا موضوع کلام بنایا ہے۔ عربوں میں محمد احمد باشمیل نے تقریباً تمام غزوات نبوی پر ان کے عنوان سے الگ الگ کتابیں لکھیں جبکہ حسن بن محمد مشاط نے تمام غزوات کو موضوع بنایا۔ مختلف غزوات پر السید شحاتہ، احمد ابوالوفا حسینی، عبدالعزیز کامل، احمد یسری، عبدالرحمٰن البناء وغیرہ کی کتابیں ہیں۔(10)

اردو انگریزی میں بھی خالص غزوات وسرایائے نبوی پر متعدد تحریریں ملتی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ''عہد نبوی کے میدان جنگ''، میجر جنرل اکبر خاں کی ''حدیث

دفاع''، بریگیڈیر گلزار احمد کی ''غزوات خاتم الرسل (المرسلین)''، ڈاکٹر رؤف اقبال کی عہد نبوی کے غزوات وسرایا'' اور سید امین الحسن رضوی کی Battles of the Prophet وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مستشرقین کی کتابیں بھی ہیں جن کا حوالہ آگے آئے گا۔(11)

4- مطالعات غزوات کا مختصر تجزیہ:

غزوات وسرایائے نبوی پر ان تمام تحریروں کے تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤلفین نے اپنی اپنی ترجیحات سامنے رکھی تھیں۔ اکثر نے صرف تاریخی اور سیرتی معلومات فراہم کرنے کا سہل طریقہ اپنایا، بعض مسلم مؤرخین نے جہاد اسلامی کے مقصد ونظریہ سے ان کی تشریح کی، کچھ کے نزدیک ان کا تاریخی تجزیہ وتحلیل مقصود تھا۔ فوجی افسروں نے حربی تکنیک اور جنگی نقطہ نظر سے ان کا جائزہ لیا۔ بعض نے ان کو قیام امن وعدل کا ذریعہ بتایا۔ لیکن ان کا اقتصادی تجزیہ بہت کم کیا گیا، اگر کسی نے کیا بھی تو صرف ان کے فوری محرکات اور لازمی نتائج کے لحاظ سے کیا، حالانکہ خالص معاشی زاویہ سے ان کا تجزیاتی مطالعہ ہر لحاظ سے ضروری ہے۔

5- معاشی اور اقتصادی نقطہ نظر:

دوسری طرف وہ علمائے تاریخ ہیں جنھوں نے غزوات نبوی کے اقتصادی محرکات پر بہت زور دیا۔ ان میں پیش پیش مستشرقین ہیں اور ان کے پیروکاروں میں بعض جدید مورخین کے نام بھی آتے ہیں۔ انھوں نے سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کے مطالعہ میں تحلیل وتجزیہ اور سلسلہ سے سلسلہ جوڑنے کا طریقہ اپنایا ہے جبکہ مسلم مفکرین وعلماء نے صرف واقعات نگاری یا زیادہ سے زیادہ ہر بحث کو آزاد وخود مختار اکائی قرار دے کر تاریخ نگاری کا فریضہ انجام دیا ہے۔(13)

(ب) مستشرقین کا نظریہ

1- اسباب ومحرکات:

مغربی مورخین، مستشرقین اور جدید مفکرین (14) کا خیال یہ ہے کہ مکی مسلمان

جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہ بالکل خالی ہاتھ، بھوکے ننگے اور مفلس تھے، مسلم علماء ومورخین نے بھی بعض روایات کی بنا پر کسی حد تک اور فقر وفاقہ کو اسلامی شعار واصول سمجھنے کے اپنے پسندیدہ نظریہ کے سبب بڑی حد تک اس خیال خام کو شہرت دوام دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مہاجروں کو مفلس ونادار اور بیکار و بے مال سمجھ لیا گیا۔ دوسرا غلط خیال جو مستشرقین اور مسلمین دونوں میں مشترک ہو گیا وہ یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی معیشت پہلے ہی سے کمزور اور ناتواں تھی۔ اس پر مفلس ونادار مہاجرین کا اضافی بوجھ پڑا تو وہ بالکل ہی خراب وخستہ ہو گئی، مسلمانان مدینہ کے تمام وسائل وذرائع سوکھ گئے اور نوبت بھکمری کی آ گئی۔ (15)

ان کے خیال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہجرت کے بعد جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا وہ نئے شہریوں کی آبادکاری اور ان کی معاشی ضرورت کی فراہمی کا تھا۔ اس کا فوری حل تو مدنی انصار (قبائل اوس وخزرج) کے بے مثال جود وکرم، سخاوت وفیاضی اور مشہور زمانہ عرب مہمان نوازی نے تلاش کیا اور نسبتاً زیادہ مستقل حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات وبھائی چارہ کے اسلامی اصول کو بروئے کار لا کر مہاجرین کو انصار کے مال ومتاع میں شریک بنا کر حاصل کیا۔ تاہم یہ دونوں فوری نوعیت اور محدود افادیت کے حل تھے اور مستقل حل نہ تھے۔ حالات کا دباؤ جب اور بڑھا، ضرورت جب اور سخت ہوئی اور دوسرے پُر امن معاشی وسائل کی فراہمی دقت طلب ہوتی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ عربوں کے قدیم طریق "رزیہ" اور پسندیدہ وسیلہ "غزوہ" کو اپنایا جائے جس کو صدیوں سے قبائلی روایات کی تائید حاصل تھی۔ (16)

2- ابتدائی مہموں کے مقاصد:

سبب ونتیجہ کی منطق پر مبنی اس تجزیہ کے مطابق مستشرقین اور ان کے پیروکار مورخوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی مہموں۔ غزوات وسرایا، کا محرک ومقصود لوٹ مار، رزیہ اور غزوہ قرار دیا جو بدوی عربوں کا قدیم شعار تھا اور جس کو شہری اور متمدن عربوں میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ مدینہ منورہ میں مسلم

مہاجرین کی آبادکاری اور دوسری ابتدائی تنظیمی کارروائیوں کے بعد آپؐ نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کی کمان میں چھوٹے بڑے فوجی دستے مدینہ منورہ کے مغرب میں واقع ساحل بحر قلزم کی تنگ پٹی پر واقع بین الاقوامی شاہراہ تجارت کی طرف تاخت وحملہ کرنے کے لیے بھیجے جس پر قریش مکہ کے تجارتی کارواں برابر گزرا کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ خود بھی کئی غزوات میں اسی ارادہ فاسد سے گئے تاکہ مدنی نادار مسلمانوں کے لیے دو وقت کی روٹی فراہم کر سکیں۔ مستشرقین نے ان ابتدائی مہموں کی تعداد مشہور روایات کے مطابق آٹھ بتائی ہے جبکہ بعض دوسرے حوالوں سے ان کی تعداد دس تک پہنچتی ہے۔ (17)

3- نتائج اور مال غنیمت:

غزوات وسرایا کے اقتصادی محرکات ومقاصد ماننے والے مورخوں اور مستشرقوں کو بھی یہ تسلیم ہے کہ ان تمام فوجی کارروائیوں میں مسلم غازیوں اور مجاہدوں کے ہاتھ کوئی مال ومتاع نہیں آیا لیکن قریشی کاروانوں پر مسلم تاخت کی یہ سوچی سمجھی پالیسی جاری رہی اور مکہ مکرمہ کے تجارتی قافلے مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ کر برابر نکلتے رہے تا آنکہ ان کی مسلسل ایک برس کی سخت مہم جوئی اور کدوکاوش کے بعد آٹھویں یا دسویں مہم میں ان کو خاطر خواہ کامیابی ملی۔ یہ سریہ نخلہ تھا جو حضرت عبداللہ بن جحش اسدی/خزیمی کی کمان میں نخلہ نامی مقام کی طرف بھیجا گیا تھا جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع اہم تجارتی شاہراہ پر ایک اہم مرکز تھا۔ اس مہم نے طائف سے واپس لوٹنے والے ایک قریشی کارواں پر کامیاب حملہ کیا اور بقول کارل بروکلمان "بہت زیادہ مالدار مکی کارواں" سے مسلم چھاپہ ماروں کو "بہت زیادہ مال غنیمت" ہاتھ لگا۔ منٹگمری واٹ کا خیال ہے کہ "نخلہ سے حاصل شدہ مال غنیمت نے مکی کاروانوں پر تاخت کرنے کی پالیسی کو مزید مہمیز لگائی۔" (19)

4- غزوہ کی مسلم پالیسی.....قریش مکہ کے خلاف:

ان کا اور ان کے ہمنوا دوسرے مستشرقین اور مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ لوٹ مار کی اس مسلم پالیسی نے مکہ کے قریشی اشرافیہ کے خلاف خاص کر متعدد مہموں، معرکوں اور جنگوں کی بنا ڈالی اور دوسرے عرب قبائل کے خلاف بھی یہ پالیسی اسی طرح جاری رہی

اور خاطر خواہ نتائج حاصل کرتی رہی۔ مونٹگمری واٹ نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے:

''ان تمام معرکوں اور نبرد آزمائیوں میں ہم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل مکہ کو دانستہ طور سے اشتعال دلانے کی واضح پالیسی نظر آتی ہے۔ اگرچہ قریش کو (ان ابتدائی مہموں میں) کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑا تاہم ان کو اپنی تجارت کے لیے اس خطرہ نے کافی حد تک پریشان اور متفکر کر دیا تھا۔ ان کو خدشہ تھا کہ ان کی تمام تر احتیاط و تدبیر کے باوجود مسلمانوں کو ایک دن وہ موقع مل ہی جائے گا جس کی تاک میں وہ مدت سے بے قرار تھے اور تب لازمی طور سے قریش کا نقصان عظیم ہوگا۔ اگرچہ بروقت انھوں نے کچھ نہیں کیا تاہم بدر کے میدان جنگ میں مسلمانوں سے معرکہ آرائی کی ان کی شدید خواہش بلکہ جوش و ولولہ ان کے غم وغصہ کی ایک بڑی شہادت ہے۔'' وہ مزید فرماتے ہیں کہ ''یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنھوں نے قریش کو پہلے للکارا تھا اور قریش کے لیے یہ اب انا کی بات ہوگئی تھی کہ وہ اس کو قبول کریں ورنہ ان کی عزت خاک میں ملتی سو ملتی، ان کی شامی تجارت بھی بند ہو جاتی جو ان کی شاندار معیشت کی ریڑھ کی ہڈی اور ان کی مادی خوشحالی کی ضمانت تھی۔''

دوسری طرف ان کے تجزیہ کے مطابق مہموں میں سخت جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑے تاہم ان کے مقابلے میں ان کو زیادہ مالی فائدے اور اموال غنیمت حاصل ہوئے جو سیاسی اقتدار اور سماجی وقار کے علاوہ تھے جو ان کی معرکہ آرائی کے نتیجہ میں ان کو ملے تھے۔(20)

5- عرب بدوی قبائل کے خلاف:

اس نظریہ کے حامل مستشرقین اور مورخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زیادہ تر اپنے جانی دشمن، قریش مکہ، سے نبرد آزما رہے، تاہم مسلمانوں کی فوجی کارروائیوں نے عرب بدوی قبائل کی بستیوں، چراگاہوں اور علاقوں کو بھی نہیں بخشا اور جوں ہی موقع ملا ان پر بھی حملوں کا سلسلہ دراز کیا اور بیشتر حالات میں اموال غنیمت کے حصول سے بھی بہرہ ور ہوئے۔(21)

6- یہود مدینہ کے خلاف:

اسی اقتصادی محرک ومقصود کے ساتھ انھوں نے مدینہ کے مالدار یہودی قبیلوں کی طرف توجہ مبذول کی اور معمولی معمولی اسباب و وجوہ بلکہ حیلوں بہانوں سے ان پر حملہ کیا، ان کو تہس نہس کیا اور ان کے مال ومتاع، جائیداد و اراضی اور خزانوں سے اپنے اقتصادی وسائل میں گراں قدر اضافے کیے۔(22)

7- پورے عرب کے خلاف:

مسلم مدنی معیشت کی اسی زبوں حالی اور خستگی کو دور کرنے اور اقتصادی وسائل کو بڑھانے کی ضرورت نے بعد کے زمانے میں مسلمانوں کو شمال اور مشرق کی یہودی، عیسائی اور بدوی بستیوں پر تاخت کرنے کے لیے ابھارا۔ اس طرح یہ دلیل دی جاتی ہے کہ مالی فوائد کی خواہش اور اقتصادی وسائل کی فراہمی کی ضرورت نے ابتدائی اسلامی مہمات کو تحریک دی تھی، ان کو مہمیز کیا تھا یا کم از کم ان کے فوجی اقدامات کے زمانے یا وقت کو متعین کیا تھا۔ مستشرقین اور ان کے ہمنوا جدید مورخین کے درمیان یہ تقریباً اتفاق واجماع معلوم ہوتا ہے کہ غزوات وسرایائے نبویؐ نے مدنی مسلمانوں کو نہ صرف مالدار ومتمول بنانے میں کافی حصہ لیا تھا بلکہ تباہ و برباد مسلم معیشتِ مدینہ منورہ کو مضبوط ومستحکم بنیادوں پر استوار بھی کیا تھا۔(23)

(ج) مسلم نقطہ نظر

1- ابتدائی مؤلفین سیرت:

عہد نبوی کے غزوات وسرایا کے حوالے سے مسلم نقطہ نظر متضاد آراء اور مبہم خیالات کا عجیب وغریب آمیزہ ہے۔ ایک تو قدیم مؤرخین اور سیرت نگاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا روایت پسند مکتب فکر ہے جو ان تمام ابتدائی مہموں، معرکوں اور جنگوں کا رخ مکی تجارتی کاروانوں کی طرف کر دیتا ہے۔ ابن اسحاق نے خاص کر اس فتنہ کو جنم دیا کہ وہ ہر مہم نبوی کے بارے میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کارواں کے

ارادے سے اقدام فرمایا یا قریشی کارواں کے خلاف مہم بھیجی۔(24) ان کے اس تاثر و بیان کو دوسرے مورخوں اور سیرت نگاروں نے بھی قبول کرلیا اور بلا چھان پھٹک ان کے تاثر کو مہم کی روایت کا جزو سمجھ لیا۔(25) اس طرح مستشرقین کے اقتصادی نقطہ نظر کے لیے ایک سند فراہم کردی۔

2- جدید مسلم نقطہ نظر...... مختلف مکاتب فکر:

جدید مورخین اور تجزیہ نگاروں نے غزوات وسرایا کی مذہبی اور دینی حیثیت پر بحث کی ہے۔ انھوں نے اعلائے کلمۃ اللہ، جہاد اور راہ الٰہی میں قتال وجدال کو اصل محرک ومقصود تو بنایا مگر ان کی اقتصادی اہمیت اور معاشی پہلوؤں کا یکسر انکار کردیا۔(26) دوسرے مسلم مکتب فکر کے بعض علماء ومورخین کا یہ خیال ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سالہ مہم جوئی نے جہاد وقتال کے دینی فریضہ کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بہت معمولی مالی یا معاشی فائدہ پہنچایا۔ تیسرا مکتب فکر ونظر ان جدید مورخین اور اہل قلم ودانش کا ہے جو مستشرقین مغرب کے دلائل ونتائج کو پوری طرح قبول کرتے ہیں اور وہی کہتے ہیں جو ان کے مغربی فکر آقاؤں نے ان کے قلوب واذہان پر مرتسم کردیا ہے۔ ایک چوتھا طبقہء اہل قلم وہ ہے جو کم از کم اولین مہموں کی حد تک اقتصادی محرک کا قائل ہے مگر تھوڑے سے تحفظ کے ساتھ۔ ان کے خیال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ابتدائی مہموں کے علاوہ غزوۂ بدر کے معاملہ تک مکہ مکرمہ کے قریش پر اقتصادی دباؤ اور معاشی روک ٹوک لگانے کا ارادہ کیا تھا تاکہ وہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے ساتھ ایک باعزت اور آبرومندانہ سمجھوتہ کرلیں۔(29)

3- مجموعی نتیجہ:

بہر حال مجموعی طور سے تمام مورخین اسلام اور سیرت نگاران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، مغربی ہوں یا مشرقی، قدیم ہوں یا جدید، اس حقیقت پر متفق نظر آتے ہیں کہ اسلامی فوجی مہموں نے مال غنیمت حاصل کیا تھا اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی مالداری اور ان کی بہتر معاشی حالت میں حصہ لیا تھا چاہے یہ مالداری اور بہتری بڑے پیمانے پر ہوئی ہو یا نسبتاً چھوٹے پیمانے پر۔(30) غزوات وسرایا کے معاشی اور

اقتصادی پہلو پر قرآن مجید کی آیات کریمہ اور متعدد احادیث نبویہ بھی گواہی دیتی ہیں اور ہمارے اصل مآخذ ومصادر میں کافی مواد بھی ملتا ہے۔

(د) غزوات کے اقتصادی تجزیہ کا جائزہ

1- اولین کوششیں:

لیکن ابھی تک غزوات نبویؐ کے اقتصادی مضمرات کا بھرپور تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ مستشرقین اور ان کے ہمنوا مورخین نے بھی بعض مہمات کے حوالے سے ان کے اقتصادی مضمرات کی طرف اشارے ضرور کیے ہیں اور بعض عام قسم کے دعوے بھی، لیکن انھوں نے بھی تمام غزوات وسرایا میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت اور مالی فوائد کا میزان مرتب کیا ہے اور نہ ہی معاصر اسلامی معیشت بالخصوص مدنی معیشت نبویؐ میں اموال غنیمت کے تناسب وحصہ مقام وکردار اور کارکردگی وکارفرمائی کا جائزہ لیا ہے۔

راقم سطور نے اس موضوع پر سب سے پہلے تحقیقات اسلامی علی گڑھ 1983ء میں ایک مضمون بعنوان ''عہد نبویؐ کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب'' شائع کیا۔ پھر اس کو مزید رنگ وروپ دے کر نقوش رسول نمبر لاہور 1985ء کی گیارہویں جلد میں ''نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت'' کے عنوان سے پیش کیا اور اس کا تیسرا ترقی یافتہ روپ ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے جرنل آف اسلامک اکنامکس 1989ء میں انگریزی میں چھپا۔(32) اہل علم ونظر نے ان کی بہت قدر کی اور ان کو بہت سراہا۔(33)

2- موجودہ مطالعہ کا تعارف:

عرصہ سے اہل علم وفضل کا تقاضا تھا اور اپنی دلی خواہش بھی تھی کہ اس موضوع کو کتابی شکل میں مفصل ومدلل پیش کیا جائے تاکہ سیرت نبویؐ کا یہ اہم باب اور تاریخ اسلام کا قیمتی مبحث مطالعہ تنقید کے لیے سامنے آسکے اور محض رسالوں اور جریدوں میں دفن ہو کر نہ رہ جائے۔ اس کتاب میں بنیادی بحث تو وہی ہے جو پہلے پیش کی گئی لیکن مضمون یا مضمونوں کے مقابلے میں اس میں کافی اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کوشش کر کے سادہ زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے تا کہ اہل کمال کے ساتھ ساتھ عام قارئین سیرت بھی اس سے مستفید ہوں۔ متعدد نئے مآخذ خاص کر احادیث نبوی کے مجموعوں سے بھی معلومات کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں سے پہلے کسی سبب سے استفادہ نہیں کیا جاسکا تھا۔ بہت سے نئے عنوانات کے تحت متن میں گوناگوں ترمیمیں کی گئی ہیں۔ تعلیقات وحواشی کی بعض بحثیں متن میں لائی گئی ہیں جیسا کہ انگریزی مقالہ کے فاضل تبصرہ نگاروں کی ہدایت تھی۔ بہت سی نئی چیزیں حواشی اور تعلیقات میں بھی آئی ہیں۔ کتاب میں بعض نئے ضمیموں کا اضافہ کیا گیا ہے جو مضامین میں نہ تھے۔ نقد وتبصرہ کے سبب بعض غلطیوں اور خامیوں کو دور کیا گیا ہے اور بعض آراء اور بیانات کی اصلاح کی گئی ہے۔ اگر چہ یہ احساس بھی ہے کہ ان ترمیمات واضافات کے نتیجہ میں بعض نئی غلطیاں بھی صادر ہوئی ہوں گی۔ ان کے سلسلہ میں اہل علم وفضل اور صاحبان دانش وبینش سے یہ درخواست ہے کہ ان سے راقم آثم کو براہ راست مطلع فرمائیں تا کہ نئے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر دی جائے۔

3- زیر بحث مطالعہ کا طریقہ:

بحث کے طریق ومنہج کے حوالہ سے بھی چند معروضات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک تو یہ کہ مختلف غزوات وسرایا سے متعلق جو اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں وہ ریاضی اور حساب کے پکے قاعدوں پر مبنی ہیں تاہم تخمینہ میں ریاضی اور حسابی قواعد کی قطعیت لانی مشکل ہے۔ دوسرے یہ کہ تخمینہ اور جمع وتفریق میں کوشش بساط بھر یہی کی گئی ہے کہ کوئی جھول نہ رہ جائے لیکن بعض روایات وحسابات کی رو سے اگر کوئی خامی نظر آئے تو اس کے سبب پوری بحث کو مسترد نہ کیا جائے۔ تیسرے یہ کہ کسی جزوی کمی بیشی یا جزوی غلطی سے نتائج پر بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا کہ اصل مدعا وہی رہتا ہے جو اس بحث کے بعد ہم نے نکالا ہے۔ چوتھے یہ کہ ایک تاریخ کے طالبعلم کی کاوش ہے کہ کسی ریاضی دان اور حساب دان کا میزانیہ نہیں، اس لیے اس حیثیت سے ہی اس کا مطالعہ کیا جائے۔ پانچویں یہ کہ متن میں اصل بحث پر ہی توجہ رکھی گئی ہے اور ضمنی معاملات کو حواشی میں دیا گیا ہے تا کہ تسلسل کلام واستدلال مجروح نہ ہو۔

غزوات وسرایا کا جائزہ

1- تعداد:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کی تعداد پر کافی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق وابن ہشام نے غزوات کی تعداد ستائیس اور سرایا کی تعداد اڑتیس بیان کی ہے۔ غزوات کی یہی تعداد موسیٰ بن عقبہ، واقدی، ابن سعد، ابن جوزی، دمیاطی اور عراقی وغیرہ متعدد اہل مغازی سے منقول ہے جبکہ سرایا کی تعداد میں ان کا اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر نے پینتیس، ابن اسحاق نے اڑتیس، واقدی ابن سعد نے اڑتالیس اور سب سے زیادہ ابن جوزی نے چھپن بیان کی ہے۔ کل تعداد ابن اسحاق وابن ہشام کے ہاں پینسٹھ، واقدی اور ابن سعد کے نزدیک پچھتر اور ابن جوزی کے ہاں ستاسی بنتی ہے۔ محدثین کرام کے ہاں ان کی تعداد کافی مختلف ہے اور اس میں حصر نہیں ملتا یعنی کل تعداد کی تکمیل کا خیال نہیں پایا جاتا۔ (34)

جدید دور کے مورخین نے خاص کر مستشرقین نے غزوات وسرایا کی مجموعی تعداد نوے تک پہنچادی ہے (35) ان کا اور بعض دوسرے قدیم مؤلفین سیرت کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد کا پتہ لگایا جائے۔ دونوں میں البتہ مقصد کا فرق ہے۔ قدیم مسلم سیرت نگاروں کا مقصد یہ تھا کہ سیرت نبویؐ کو زیادہ سے زیادہ جامع بنایا جائے جبکہ مستشرقین اور بیشتر جدید مورخین کا مطمح نظر یہ ہے کہ عہد نبویؐ اور اسلام کی تاریخ کو زیادہ سے زیادہ جنگ وجدال کا مرقع ثابت کیا جائے۔

بہر حال اس کا قوی امکان ہے کہ نبوی غزوات وسرایا کی موجودہ تعداد مزید بڑھ

جائے (36)۔ نئے مآخذ و مصادر کی دستیابی تو شاید اس تعداد میں اضافہ نہ کر سکے مگر موجودہ مصادر کی معلومات کا تجزیہ اور تقابلی مطالعہ ان میں اضافہ کر سکتا ہے۔ صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ تیسری/نویں صدی کے ایک نسبتاً گمنام مؤرخ و اہل قلم محمد بن حبیب بغدادی (م 245ھ/860ء) نے مشہور و مقبول روایات کے برعکس ابتدائی مہموں کی تعداد آٹھ کی بجائے دس بتائی ہے۔ عام طور سے ان کے بیان و روایت کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ مشہور و مسلمہ روایات سے الگ ہے مگر ان کے قبول کرنے میں صرف یہی بات مانع نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ان کا اضافہ مستند روایات سے متصادم نہیں ہے تو قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کا تو امکان بہر کیف موجود ہی ہے کہ بعض غزوات و سرایا کا علم اہل مغازی کو نہ ہو سکا ہو۔ (37)

2- نوعیت و ماہیت:

تمام قدیم و جدید اور مسلم و مستشرق مؤلفین سیرت نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ وہ مہمات کے سربراہوں، امیروں، مجاہدوں کی تعداد، ان کی منازل، دشمن سے ملاقات و تصادم یا عدم ملاقات و تصادم اور اموال غنیمت کے حصول وغیرہ سے متعلق تفصیلات فراہم کریں۔ اکثر و بیشتر وہ ان مہمات نبویؐ کے مقاصد و محرکات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جنگ و جدال کی تفصیلات کے علاوہ مقتولوں، قیدیوں اور دوسرے نقصانات کو بھی بیان کرتے ہیں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تمام ضروری تفصیلات سے اپنے قارئین کو آگاہ کرتے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ کچھ کے ہاں تفصیلات زیادہ ہوتی ہیں اور بعض کے ہاں کم۔

جدید اہل قلم میں اکثر نے تو بیانیہ انداز اختیار کیا ہے اور وہ قدیم مآخذ و مصادر کے بیانات اپنی زبان میں پیش کر دیتے ہیں اور تجزیہ و تحلیل سے ذرا کم یا بالکل کام نہیں لیتے۔ لیکن بعض اہل سیرت نے ان کا موضوعاتی اور مختلف دوسری انواع کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ مثلاً بعض قدیم و جدید دونوں مؤلفین سیرت کے ہاں یہ تجزیہ ملتا ہے کہ کتنے غزوات و سرایا میں تصادم ہوا اور کتنے لوگ دونوں طرف سے زخمی یا مقتول ہوئے اور کتنی ایسی مہمات تھیں جن میں نہ تصادم ہوا اور نہ جنگ و جدال۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے عہد نبویؐ کے دس سالہ

مدنی دور پر محیط غزوات و سرایا کا تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ نو جنگوں میں کل مسلم شہیدوں کی تعداد ایک سو اڑتیس تھی جبکہ دشمن مقتولین کی تعداد دو سو سولہ رہی تھی۔ (38)

غالباً مولانا شبلی نعمانی پہلے سیرت نگار ہیں جنھوں نے اول اول یہ اہم بحث پیش کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات و سرایا جنگی مہمیں یا فوجی کارروائیاں نہیں تھیں۔ سیرت النبی جلد اول میں خاص اس مقصد سے ایک آخری باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "غزوات پر دوبارہ نظر" مولانا مرحوم نے اس باب میں غزوہ کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔

1- "دشمنوں نے دارالاسلام پر حملہ کیا اور ان کا مقابلہ کیا گیا۔"
2- "یہ معلوم ہوا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں اور پیش قدمی کی گئی۔"

سرایا کی کم از کم پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔

1- تفتیش و سراغ رسانی
2- مدافعانہ پیش قدمی
3- قریشی تجارت کی روک ٹوک
4- امن و امان کے قیام کے لیے تعزیری فوجیں اور
5- اشاعت اسلام (39)

غزوات و سرایا کی تمام قسمیں یہی نہیں تھیں۔ ان کی کچھ اور اقسام و انواع بھی تھیں۔ مثلاً تمام قدیم مؤلفین سیرت صلح حدیبیہ، عمرۃ القضاء اور حجۃ الوداع کے مذہبی اسفار کو بھی غزوات میں شمار کرتے ہیں اور یہی مستشرقین اور دوسرے جدید تاریخ نگاروں کی کم از کم فہرستوں اور جدولوں میں لکھا ملتا ہے حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ پہلے دو اسفار عمرہ کی دینی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے اور آخری اسلام کے چوتھے رکن اعلیٰ حج کی ادائیگی کے لیے اختیار کیے گئے تھے۔ جعرانہ سے عمرہ کے لیے سفر نبویؐ کا بھی یہی دینی اور مذہبی مقصد تھا جس کو غزوات میں شمار کر لیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نقل و حرکت اور مدینہ منورہ سے سفر کو غزوہ اور مسلم جماعت کی نقل و حرکت اور مہم کو سریہ قرار دے

دیا گیا، خواہ ان کا مقصد کچھ بھی رہا ہو۔(40) اقتصادی نقطہ نظر اور معاشی اہمیت کے لحاظ سے ہمارے قدیم مصادر و مآخذ کے غزوات وسرایا کے بارے میں بیانات اور روایات بہت اہم ہیں کہ وہ بلا تردد اور بلا جھجک ہر غزوہ یا سریہ میں ملنے والے اموال غنیمت کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی کبھی ہر شریک مجاہد اور سہیم غازی کے حصہ/سہم کا بھی تعین کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی/صفایا (وہ منتخب مال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم غنیمت سے پہلے اپنے لیے چن لیتے تھے) کا ذکر بھی کرتے ہیں اور تقسیم غنائم کے بعد اسلامی ریاست کے حصہ خمس کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو مجموعی مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہوتا ہے۔ جبکہ چار حصے شریک مجاہدین میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔(41) ہمارے اصلی مصادر و مآخذ کسی بھی غزوہ یا سریہ کی مجموعی مالیت کا حوالہ نہیں دیتے، البتہ کبھی کبھی بلکہ اکثر و بیشتر غزوات وسرایا سے حاصل ہونے والے اموال غنیمت کا مجموعی تخمینہ ضرور دیتے ہیں۔ وہ قیدیوں اور جنگی اسیروں سے حاصل ہونے والے زرفدیہ کی شرح تو بتا دیتے ہیں لیکن ان کی کل مالیت کا حساب نہیں کرتے۔(42) اسی طرح بعض غزوات وسرایا کے اموال غنیمت کے مالی فوائد اور مسلمانوں کی معاشی فلاح پر کہیں کہیں تبصرہ مل جاتا ہے لیکن ہر غزوہ وسریہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی مالیت اور اس سے مستفید ہونے والے کی خوشحالی کو نہیں آنکتے۔ یہ کام جدید تحقیقات کرنے والے کے لیے انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔

اولین دو برسوں کے غزوات وسرایا

اموال غنیمت کے حوالہ سے:

غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت کا تجزیہ کرنے کی سمت میں پہلا قدم یہ ہے کہ زمانی ترتیب کے ساتھ ان تمام مہموں کا ذکر کیا جائے جن میں تھوڑا یا زیادہ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ ظاہر ہے کہ ان تمام غزوات وسرایا کا محض حوالہ دینا کافی ہوگا جن میں کسی قسم کا مال نہیں ملا۔ ان کا مفصل ذکر ہمارے موجودہ مطالعہ کے نقطہ نظر سے بے ثمر ہے۔(43) دوسرے قدم کے طور پر ہمارا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جن غزوات وسرایا میں مال غنیمت ملا ان میں ہر ایک کا مالی تخمینہ یا تخمینی مالیت کا حساب لگایا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس تخمینہ یا مالیت کے حساب کے لیے کوئی نہ کوئی عصری بنیاد ضرور ہوگی۔

ابتدائی مہمیں:

ہجرت نبویؐ اور غزوۂ بدر کے درمیانی عرصہ (ربیع الاول سنہ 1 ہجری تا رمضان سنہ 2 ہجری/ستمبر سنہ 622ء تا مارچ سنہ 624ء) کے دوران پیش آنے والے غزوات وسرایا کو جدید مورخین اور مستشرقین نے ابتدائی مہموں کا عنوان دیا ہے۔ مشہور و متداول روایات کے مطابق ان کی تعداد آٹھ تھی جن میں چار غزوات تھے اور چار سرایا۔ لیکن محمد بن حبیب بغدادی کے مطابق ان کی تعداد دس تھی یا شاید اس سے بھی زیادہ۔(44)

ان کی تعداد اور ان کے مقاصد و محرکات سے قطع نظر، اس حقیقت پر تمام قدیم و اصلی مصادر اور جدید تحقیقات کا اتفاق ہے کہ پہلے سات یا نو غزوات و سرایا میں مسلمانوں کو کچھ نہیں ملا۔ اقتصادی لحاظ سے وہ نہ صرف بے برگ و بار اور بے ثمر و بے فائدہ رہے بلکہ سراسر نقصان اور گھاٹے کا سودا رہے۔(45) حالانکہ مقاصد و محرکات کے لحاظ سے وہ پوری طرح کامیاب و بامراد رہے۔ یہ بظاہر متضاد صورت حال یوں ہے کہ ان میں زیادہ تر کا مقصد لوٹ مار اور اموال غنیمت کا حصول نہ تھا کہ وہ فوجی مہمات یا جنگی کارروائیاں ہی نہ تھیں۔

سریہ نخلہ ...... پہلا مال غنیمت:

البتہ آٹھویں اور بغدادی کے حساب سے دسویں مہم میں مسلمانوں کو پہلا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ یہ نخلہ کا سریہ ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہجرت مدینہ کے سولہ ماہ بعد لگ بھگ رجب سنہ 2 ہجری/جنوری سنہ 624ء میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی حلیف بنی امیہ کی کمان میں چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ بھیجا تھا۔ ان کی منزل نخلہ نامی مقام تھا جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان اہم تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ قریشی ارادوں اور مکی عزائم کا پتہ لگائیں۔ گویا وہ ایک تفتیشی مہم تھی جس کا مقصد جنگ کرنا یا مال غنیمت حاصل کرنا نہ تھا۔(46)

لیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ اس مسلم طلیعہ (گشتی واطلاعی جماعت) کو طائف سے آنے والے ایک مختصر قریشی کارواں پر حملہ کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں مکی قافلہ کا ایک فرد ابن الحضرمی مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے اور کچھ مال غنیمت بھی ملا۔ باقی کارواں بچ کر نکل گیا۔ اس قافلہ کے مذکور چار افراد میں بنو مخزوم کے عثمان بن عبداللہ اور ان کے بھائی نوفل کے علاوہ ان کے دو حلیفوں عمرو بن الحضرمی اور حکم بن کیسان کے نام گنائے گئے ہیں۔ شاید یہی چار اشخاص اس کے مالک بھی تھے اور محافظ بھی۔ یہ دراصل قریشی یا مکی کارواں کی بجائے خاندان بنو مخزوم کے دو افراد اور ان کے حلیفوں کا معمولی تجارتی قافلہ تھا۔(47)

اب رہا اس مخزومی قافلے سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا معاملہ تو قدیم مصادر و مآخذ کی روایات و بیانات میں اختلافات کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا ابہام بھی پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، یعقوبی اور طبری کے مطابق اس میں صرف کھجوریں (زبیب) کھالیں (ادم) اور کچھ دوسرا سامان تجارت (تجارۃ) تھا۔ جبکہ واقدی اور ابن سعد کی روایات میں کھجوروں (زبیب) اور کھالوں (ادم) کے علاوہ کچھ شراب (خمر) کا واضح ذکر ہے اور نامعلوم سامان تجارت (تجارۃ من تجارات قریش) کا حوالہ یا ذکر نہیں ہے۔ یعنی جس کو دوسرے مآخذ اور مستند مؤلفین سامان تجارت (تجارۃ) سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ابہام پیدا کرتے ہیں وہ واقدی اور ابن سعد کی روایات سے واضح ہو جاتا ہے اور طائف سے آنے والے مخزومی کارواں سے ملنے والے کل مال غنیمت کا پتہ چل جاتا ہے۔ دوسرے مستند مورخین و اہل قلم کا بیان اور بھی ناقص اور مبہم ہے۔ ابن خلدون نے صرف ''تجارۃ'' کا حوالہ دیا ہے اور ابن اثیر نے زبیب وغیرہ کہا ہے۔ بلاذری اور ابن کثیر نے کارواں (عیر) کا حوالہ تو دیا ہے مگر اس میں شامل اشیائے تجارت کا ذکر کیا ہے اور نہ اس سے ملنے والے مال غنیمت کا۔(48)

ان تمام روایات میں غالباً واقدی اور ابن سعد کی روایات سب سے مستند اور قابل اعتماد ہیں۔ ان کے مطابق مخزومی کارواں صرف تین اشیائے تجارت سوکھی کھجوریں، چمڑے کی کھالیں اور شراب کے مشکیزے لے جا رہا تھا۔ مقامی تجارت خاص کر مکہ مکرمہ اور طائف کے مابین ہونے والی تجارت کی یہی روایتی چیزیں تھیں۔ دوسرے یہ کہ ان دونوں استاد و شاگرد کی روایات میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔ جبکہ بعض ابتدائی اور متاخر مولفین سیرت اور مورخین نے کچھ مال تجارت کو نکرہ (تجارۃ) غیر متعین و نامعلوم رکھ کر غلط فہمی کا دروازہ بھی کھولا اور مخزومی کارواں یا اس سے ملنے والے مال غنیمت کے بارے میں خواہ مخواہ اختلاف و ابہام پیدا کیا۔ شراب ناب (خمر) کی بجائے ''تجارۃ'' لفظ استعمال کرنے کے سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے نام سے احتراز کا سبب بعد کے اسلامی احکام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے تقویٰ کا احساس کارفرما تھا یا ممکن ہے کہ عام لفظ تجارت سے مراد ہی

خانہ خراب رہی ہو۔

مخزومی قافلہ تجارت اوراس سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی مقدار کا علم کسی بھی ذریعہ سے نہیں ہوتا۔ یہاں کچھ صریح روایات اور بعض قرائن کی مدد سے اس کی مقدار و مالیت کا تخمینہ لگایا جاسکتا ہے۔ بیشتر مستند مآخذ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بنومخزوم کے چار افراد کا کارواں تھا اور وہ طائف سے مکہ مکرمہ آرہا تھا۔ یعنی وہ قریشی یا مکی کارواں نہ تھا اور پورے خاندان بنومخزوم کا قافلہ بھی نہ تھا، وہ محض چند افراد کا معمولی کارواں تھا۔ طائف سے آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقامی تجارت کا ایک قافلہ تھا جو طائف کی مشہور اشیائے تجارت، کھالیں، زبیب اور شراب لارہا تھا۔ قافلہ میں صرف چار افراد اور چند جانور تھے۔ اگر وہ کوئی بڑا کارواں ہوتا تو جانوروں، بار برداروں اور محافظوں کی تعداد کافی زیادہ ہوتی۔ سارا سامان تجارت گھریلو استعمال کی چیزوں پر مشتمل تھا۔ یہ اشیائے تجارت مقدار میں زیادہ تھیں نہ قیمت میں۔ مکہ مکرمہ میں عام گھریلو کھپت کے لیے شراب اور کھجوریں درآمد کی گئی تھیں۔ ان دونوں کے سوا کھالیں تجارتی مقاصد کے لیے ہوسکتی تھیں لیکن ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ لہٰذا وہ بھی گھریلو ضرورت ہی کے لیے تھیں اور غالباً تعداد میں کافی کم تھیں۔ ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ہمارے مستند مورخین اور تمام قدیم وجدید سیرت نگار مخزومی کارواں اور اس کے تجارتی سامان خاص کر اس سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا تذکرہ بہت سرسری کرتے ہیں ورنہ دوسرے غزوات وسرایا میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت کا ذکر وہ بہت تفصیل سے کرتے ہیں اور اعداد وشمار کے ذریعہ اس کو مدلل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ لگنے والا پہلا مسلم مال غنیمت تھا۔ اس لیے اس کا تذکرہ بہت جوش وخروش اور تفصیل کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پہلا مال غنیمت قابل لحاظ تھا ہی نہیں۔

مگر مستشرقین نے اور ان کی پیروی میں بعض جدید مورخین نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی ہے کہ وہ ایک بڑا تجارتی کارواں تھا اور اس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے حسب معمول بعض غلط بیانیوں سے

بھی کام لیا ہے اور بعض حقائق کو توڑا مروڑا بھی ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ قریشی کارواں تھا یعنی پورے قبیلہ قریش کا مال تجارت اس میں لگا ہوا تھا جبکہ وہ صرف چند مخزومی افراد کا قافلہ تھا۔ دوسری غلط فہمی یہ پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ جنوب سے آرہا تھا۔ وہ طائف کی بجائے جنوب کا عام نام اس لیے لیتے ہیں تاکہ یہ شبہ پیدا ہو کہ وہ یمن کی بین الاقوامی تجارتی شاہراہ پر سفر کررہا تھا اور یمن کے کسی بین الاقوامی بازار سے آرہا تھا۔ ان میں سے کئی نے اشیائے تجارت کا ذکر ضرور کیا ہے مگر اسی کے ساتھ وہ اس کو مالا مال یا قیمتی سامان تجارت سے لدا ہوا کارواں قرار دیتے ہیں۔ ان کی تمام کوششوں کا مقصود یہ ہے کہ سریہ نخلہ سے ملنے والے مال غنیمت کو خطیر وکثیر اور بہت زیادہ مالیت کا ثابت کریں تاکہ ان کے اس غلط نظریہ کی تائید ہوسکے کہ اس کامیابی نے مسلمانوں کو مال غنیمت کی چاٹ لگادی اور بقیہ کارروائیاں اسی مقصد کی خاطر کی گئیں۔ (49)

بہر حال ہمارے مستند مآخذ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سریہ نخلہ میں زیر بحث مخزومی کارواں معمولی تھا اور مستشرقین میں سے کم از کم جان بگٹ گلب نے بڑی دیانت وشرافت کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ "وہ ایک چھوٹا سا کارواں تھا اور طائف کی پیداواروں یعنی سوکھی کھجوروں، کھالوں، شراب کے مشکیزوں سے لدا تھا اور صرف چار محافظوں کی حفاظت ونگرانی میں سفر کررہا تھا۔" (50)

ان تمام روایات، شواہد، قرائن اور بحثوں کے بعد یہ آسان ہوجاتا ہے کہ سریہ نخلہ کی مالیت کا تخمینہ لگایا جائے اور اس سے حاصل شدہ مال غنیمت کی قیمت پہچانی جائے۔ محتاط اندازہ بتاتا ہے کہ اس پہلے مسلم مال غنیمت کی مالیت بیس ہزار درہم سے زیادہ کسی حال میں نہ رہی ہوگی۔ مال نقد وجنس کے علاوہ ایک قیدی بھی ہاتھ لگا تھا جس نے زرفدیہ ادا کرکے جان چھڑائی تھی اور اس سے مہم کے شریک مجاہدین کو چالیس اوقیہ چاندی بھی ملی تھی جو ایک اوقیہ برابر چالیس درہم کی شرح تبادلہ کے مطابق سولہ سو درہم کے برابر تھی۔ (51) بیس ہزار درہم کل مالیت کا تخمینہ کافی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تخمینہ خالص اندازہ پر مبنی ہے۔ مال غنیمت اس سے کم مالیت کا بھی ہوسکتا ہے مگر زیادہ ہونے کا امکان

بہت کم ہے کیونکہ دوسرے اسباب وقرائن کے علاوہ مسلم راویوں کے بیانات اور روایات میں اموالِ غنیمت کا تذکرہ پوری احتیاط و تفصیل بلکہ جوش وولولہ کے ساتھ ملتا ہے۔ معمولی نوعیت کے مالِ غنیمت کے بارے میں ان کا عام رجحان فطری معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرسری بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

سریہ نخلہ کے حاصل شدہ مالِ غنیمت سے محض چھ سے تیرہ مسلمان کسی حد تک مالدار بن گئے تھے گر ڈیڑھ دو ہزار درہم کی رقم کو مال کہا جاسکتا ہے، کیونکہ یہی حصہ ہر ایک شریک مجاہد کا بنتا تھا۔ اسلامی قانون کے مطابق چار حصے (اربعۃ اخماس) مسلمان مجاہدوں میں تقسیم ہوئے تھے اور پانچواں حصہ (خمس) بطور حصہ ریاست یا سہم امت مسلمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریب ونادار مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے پر خرچ فرماتے تھے۔ بلاتحقیق وجستجو یہ ظاہر ہے کہ اس معمولی رقم سے کتنے غریب ونادار مسلمانوں کی کس حد تک پرورش وکفالت ہوسکی ہوگی۔ (53)

اس سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ ہجرت نبویؐ کے بعد جب عام مسلمانوں خاص کر مہاجروں کی مالی حالت خستہ وخراب تھی اور جب اسلامی حکومت مدینہ بالکل دیوالیہ تھی اور جب ان کو سب سے زیادہ مالی مدد کی ضرورت تھی تو اس زمانہ ناداری اور عرصہ مفلسی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے جسم وروح کا رشتہ اور بدن وجان کا تعلق قائم وبرقرار رکھنے کا کیا ذریعہ ووسیلہ اختیار کیا گیا تھا؟ غزوات وسرایا کو دولت ومال کے حصول واکتساب کا ذریعہ ووسیلہ قرار دینے والے جدید مورخین اور مستشرقین کو بھی ناچار یہ اعتراف واقرار کرنا پڑا ہے کہ ہجرت کے بعد پہلے سولہ مہینوں تک یعنی سریہ نخلہ تک مسلمانوں کو تمام مہم جوئی اور غزوہ وفوج کشی کے باوجود کوئی غنیمت نہیں ملی۔ بلکہ مسلم روایات کے مطابق مالِ غنیمت سے اولین استفادہ مسلمانوں کو غزوۂ بدر کے بعد ہوا تھا کیونکہ اس وقت اموالِ غنیمت کی تقسیم کے قوانین مقرر ونافذ نہیں ہوئے تھے۔ سریہ نخلہ کا مالِ غنیمت بعض روایات کے مطابق اسی وقت تقسیم نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کو بھی روک لیا گیا تھا اور اس کی تقسیم بھی بدر کے مالِ غنیمت کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ (54) اس کا واضح مطلب یہ ہے

کہ ہجرت مدینہ کے تقریباً اٹھارہ ماہ بعد تک مسلمانوں کو مالِ غنیمت سے کوئی مالی فائدہ نہیں پہنچا تھا۔

اس پورے عرصہ ابتلاء اور زمانہ افلاس میں مسلمانوں اور مہاجرین کا ذریعہ معاش انصار کرام کی فیاضی ومہمانداری اور سخاوت وجود وکرم تھا جسے مواخاۃ نے قانونی شکل بھی دے دی تھی۔ اس کے علاوہ دوسرے پر امن ذرائع تھے جو مہاجروں نے خاص کر اختیار کیے تھے۔ مولانا شبلی نے اس کی طرف غالباً سب سے پہلے توجہ دلائی۔ "اگرچہ مہاجرین کے لیے انصار کا گھر مہمان خانہ عام تھا تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ مہاجرین نذر اور خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے، وہ دست وبازو سے کام لینے کے خوگر تھے۔ دنیا انصار کے اس ایثار پر ہمیشہ ناز کرے گی، لیکن یہ بھی دیکھو کہ مہاجرین نے کیا کیا؟ بعض صحابہؓ نے دکانیں کھولیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارخانہ مقام "سخ" میں تھا جہاں وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنوقینقاع کے بازار میں کھجور کی خرید وفروخت کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت میں مشغول ہوگئے تھے...... اور صحابہؓ نے بھی اسی قسم کی چھوٹی بڑی تجارت شروع کردی تھی......" (55)

غزوہ بدر کا مالِ غنیمت:

غزوہ بدر پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کو پہلا اصلی مالِ غنیمت ملا جس طرح سرایا میں نخلہ کا سریہ پہلا موقع تھا جو اولین مالِ غنیمت لایا تھا۔ مآخذ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ ہجرت نبوی کے اٹھارہ ماہ بعد 17 رمضان سنہ 6 ہجری/ 24 مارچ سنہ 624ء کو قریش مکہ کی تین گنی فوج کے ساتھ میدان بدر میں پیش آیا تھا۔ مسلمانوں کی کمزور، نہتی، بے لیس اور معمولی فوج نے نہ صرف اپنے سے تین گنا بڑی، بہت زیادہ طاقتور اور پوری طرح لیس فوج کو چند گھنٹوں کی جنگ کے دوران ہرا دیا تھا بلکہ پورے عرب کی سب سے طاقتور اور سیاسی قوت کے لحاظ سے عظیم ترین فوج کو تتر بتر کردیا تھا۔ اس فتح عظیم کے نتیجہ میں فاتح غازیوں اور مجاہدوں کو بہت سا مالِ غنیمت ملا تھا۔

یہ مالِ غنیمت ہتھیاروں، مویشیوں، گھوڑوں اور دوسرے سامان رسد کے علاوہ

قریشی تجارتی مال کی کثیر مقدار پر بھی مشتمل تھا جو تاجران مکہ اپنے ساتھ تجارتی اغراض سے لائے تھے اور بدر کے بازار میں اس کی فروخت سے کثیر نفع کمانے کی توقع رکھتے تھے۔ اسلحہ (سلاح) میں تلواروں (سیوف) زرہ بکتروں (درع)، چرمی یا سوتی خودوں (مغافر) آہنی خودوں (بیض)، نیزوں (رماح)، چھوٹے نیزوں (عنز) کا ذکر ملتا ہے۔ مگر ان کی مقدار و تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔ غالباً تعداد میں وہ کافی کم تھے۔ عام جنگ مغلوبہ کے دوران بھی اسلحہ غالباً بہت کم ملا تھا۔ البتہ بطور سلب (اسلاب) میں ہتھیار زیادہ حاصل ہوئے تھے جو مفتوح و مقتول دشمنوں کے ذاتی اسلحے ہوتے تھے اور فتح کے بعد فاتحوں کے ہاتھ لگتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کے ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے میدان کارزار سے فرار ہونے والے قریشی سپاہیوں کے اسلحے بھی ان میں شامل تھے۔ (56) ان دونوں حقیقتوں کے علاوہ دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقبوضہ ہتھیاروں کی تعداد کافی کم تھی، کیونکہ سب سے زیادہ مشہور اور مستند روایت کے مطابق مقتولین مکہ کی تعداد ستر تھی اور اتنی ہی تعداد جنگی اسیران قریش کی تھی۔ (57) دوسری جانب ان روایات کو بھی بہر حال مدنظر رکھنا چاہیے جن میں قریشی مقتولوں اور قیدیوں دونوں کی مجموعی تعداد سو سے زیادہ نہیں متجاوز ہوتی۔ (58) متعدد جدید مورخین کا رجحان موخر الذکر روایات کو قبول کرنے کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں مقبوضہ ہتھیاروں کی تعداد اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ مسلم فوج کے چودہ مجاہد شہید ہوئے تھے۔ (60) غالباً ان کے ہتھیار، اسلحے اور دوسری چیزیں ان کے قریشی قاتلوں کو بطور اسلاب ملی تھیں۔ ان تمام روایات و امکانات کو مدنظر رکھ کر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہتھیاروں پر مشتمل مال غنیمت زیادہ سے زیادہ ایک ہزار اسلحوں اور ہر قسم کے لگ بھگ ڈیڑھ سو خنجروں پر مشتمل تھا۔

مویشیوں پر مشتمل مال غنیمت میں اونٹوں (بعیر) کی کل تعداد ایک سو پچاس اور گھوڑوں (فرس) کی تعداد صرف دس تھی۔ دوسرے سامان میں زیادہ تر استعمال کے کپڑے (ثیاب) اور چٹائیاں (انطاع) تھیں۔ اگرچہ ان کی مقدار و تعداد کا علم نہیں ہو سکا تاہم یہ

یقینی ہے کہ وہ بہت زیادہ نہیں تھی لیکن سامان تجارت جو کھالوں (ادم) پر مشتمل تھا بہر حال خاصی بڑی مقدار و تعداد میں تھا۔ (61) اور غالباً سب کا سب شکست خوردہ قریشی فوج کے لشکر گاہ سے مسلم فاتحوں کے ہاتھ لگا تھا۔

اموال غنیمت کی تقسیم سے پہلے تاریخی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق خاص حاصل تھا کہ دشمن سے حاصل شدہ اشیاء میں کسی بھی چیز کو اپنے لیے پسند فرما لیں۔ اصطلاح میں اس کو ''صفی'' کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں لفظ ''نفل'' بھی استعمال ہوا ہے۔ غزوات میں چونکہ آپؐ موجود ہوتے تھے اس لیے اپنی صفی خود پسند فرماتے تھے اور سرایا میں قائدین اور سپہ سالار کبھی اپنی صوابدید سے اور کبھی آپؐ کی پسند کے موافق ''حق نبوی'' کے تحفظ کا التزام کرتے تھے۔ (63) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحمت عام اور جود بیکراں کے سبب اکثر و بیشتر صفی اپنے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ عام طور سے کسی نہ کسی صحابی جلیل کو ان کی ضرورت یا خدمات کی بنا پر عطا فرما دیتے تھے۔ بدر کے مال غنیمت میں سے آپؐ نے مشہور عالم تلوار ذوالفقار نامی بطور ''صفی'' اپنے لیے پسند فرمائی جو مستند ترین روایت کے مطابق میدان بدر میں کھیت رہنے والے ایک بڑے مکی سردار منبہ بن حجاج سہمی کی رہی تھی۔ (64) بعد میں آپؐ نے وہ پسندیدہ تلوار بعض روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی تھی اور وہ ان کے خاندان میں موروثی طور سے منتقل ہوتی رہی تھی۔ (65)

غزوہ بدر کے اموال غنیمت کی جمع و تقسیم کے بارے میں ہمارے مآخذ میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں جن سے بعض اہم نکات سامنے آتے ہیں: اول یہ کہ مجاہدین اور غازیان بدر کی تقسیم سہ گانہ تھی: کچھ نے صرف جہاد سے واسطہ رکھا اور قیدیوں کو بھی گرفتار کرتے رہے۔ ایک جاں نثار طبقہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حفاظت کی غرض سے گھیرے میں لے لیا مبادا مشرکین مکہ پلٹ کر حملہ کر دیں۔ اور ایک گروہ غنائم جمع کرنے میں لگا رہا۔ تقسیم غنائم کے وقت ان میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنی خدمات اور کارکردگی کے سبب اموال غنیمت کا زیادہ حقدار ہے۔ (66) مجاہدین کے اس اختلاف کے

نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تقسیم غنائم کا حق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔(67) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق وعدل کے تقاضوں کے مطابق تمام مجاہدین اور شرکاء جنگ کو برابر برابر حصہ عطا فرمایا۔ تقسیم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کا حصہ جو اموال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) تھا نکال لیا اور بطور سربراہ امت اس کو اپنی تحویل میں لے لیا۔(68) بطور سپاہی و شریک جہاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک عام مجاہد کے بطور صرف ایک عام حصہ ملا۔(69) مجاہدین کا عمومی تاثر تھا کہ مال غنیمت بہت کم تھا کہ ان کی توقع زیادہ تھی۔(70)

اموال غنیمت میں اسلاب/سلب کا معاملہ مختلف تھا۔ اس کی تقسیم عام نہیں ہوئی کیونکہ اسلامی احکام اور جاہلی روایات کے مطابق بھی سلب اس مرد فاتح کا حصہ ہوتا تھا جو دشمن یا مقتول سے اسے حاصل کرتا تھا۔ لہٰذا غزوۂ بدر میں جو اسلاب ملے وہ ان فاتحوں کے حصہ خاص میں آئے جنھوں نے ان کو ہارے ہوئے دشمن سے حاصل کیا تھا اور وہ ان کے حصہ عام سے الگ حصہ خاص تھا۔(71)

اسی طرح دوسرا حصہ خاص زرفدیہ تھا جو قریشی جنگی قیدیوں سے حاصل کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون کے مطابق قید کرنے والے غازی کا یہ دستوری اور اخلاقی حق تھا۔ اس میں بھی عام مجاہدین کو حصہ نہیں ملا تھا جبکہ قیدی پکڑنے والے غازیوں کو ان کے عام حصہ کے علاوہ زرفدیہ بھی ملا تھا۔(72)

صفئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خمس ریاست اسلامی، اسلاب مقتولین اور رقوم فدیہ اسیران نکالنے کے بعد جو عام مال غنیمت بچا وہ چار حصے تھے (اربعۃ اخماس) اور ان چار حصوں کو تمام بدری مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا گیا۔ کل حصوں کی تعداد تین سو چھپن تھی، تین سو تیرہ غازیوں اور مجاہدوں کے جو میدان بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک رہے تھے۔ چار حصے ان دو گھوڑوں کے لگائے گئے جو دو مسلم شہسواروں کے ساتھ شریک جنگ تھے اور باقی آٹھ حصے ان صحابہ کرامؓ کے تھے جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے فوجی، سیاسی یا تہذیبی کاموں کی خاطر شرکت سے روک

دیا تھا یا جن کو مدینہ منورہ میں بعض فوری اور اہم خدمات سرانجام دینے کے لیے تعینات کیا گیا تھا اور ان اسباب سے وہ غزوہ بدر میں بذات خود شریک نہیں ہو سکے تھے۔(73) چونکہ ان کی میدان جنگ سے غیر حاضری ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہوئی تھی بلکہ منشائے نبوی بلکہ حکم نبوی کے سبب تھی لہٰذا ان کو نہ صرف بدر کے اموال غنیمت میں سے عام حصہ مجاہد کا مستحق قرار دیا گیا بلکہ ان کو ''بدری'' ہونے کے مقام ومرتبہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔(74)

ہمارے مستند مورخین نے عام حصہ غنیمت کے بارے میں بہت دلچسپ اور اہم معلومات فراہم کی ہیں جن سے تقسیم غنائم کی تفصیل کے علاوہ ہر حصہ کی قیمت ومالیت متعین کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ غزوہ بدر کے غازیوں اور مجاہدوں میں سے کسی کے حصہ میں ایک اونٹ (بعیر) اور کچھ دوسرا سامان ضرورت (رثۃ) آیا تھا تو بعض کے حصہ میں دو اونٹ (بعیران) پڑے تھے اور دوسرے مجاہدوں کو کچھ کھالیں ان کے حصہ کے بطور ملی تھیں۔(75) غنیمت کے اعتبار سے غانمین (مال غنیمت پانے والوں) کے تین طبقے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مجاہد جو عام حصہ غنیمت ملا تھا وہ مشہور دشمن اسلام اور قریشی لشکر کے سالار اعلیٰ ابوجہل مخزومی کا اونٹ (جمل) تھا۔(76) بہر حال ان تینوں طبقات غانمین کو جو حصہ غنیمت (سہم) ملا تھا وہ قیمت ومالیت کے اعتبار سے مساوی اور برابر تھا۔ ان میں معمولی فرق ممکن تھا مگر تمام حصص (سہان) اوسط قیمت کے لحاظ سے برابر تھے کہ عدل وانصاف کا تقاضا تھا اور اسی پر روایات کا اصرار واتفاق بھی نظر آتا ہے۔

اگرچہ غزوۂ بدر میں حاصل شدہ غنیمت کی صحیح مالیت اور پکی قیمت متعین کرنا خاص مشکل کام ہے تاہم ناممکن نہیں۔ ہمارے مآخذ ومصادر میں بعض ایسے حقائق، اشارات وقرائن پائے جاتے ہیں جن کی مدد سے کم از کم اس کا ایک موٹا سا تخمینہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے جو اصل قیمت اور حقیقی مالیت سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوگا۔ اس ضمن میں یہ نکتہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ غزوۂ بدر میں ملنے والا مال غنیمت مسلم جانبازوں کی توقعات سے کہیں کم تھا جس پر ان کو بروایت واقدی کافی مایوسی اور جھنجھلاہٹ ہوئی تھی بالواسطہ طور سے یہ عام تبصرہ بھی بتاتا ہے کہ فی کس حصہ غنیمت بہت کم تھا یا اس کی مالیت کافی حقیر تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہر حال فی کس حصہ غنیمت کے بارے میں جو روایات و بیانات ہمارے مآخذ میں ملتے ہیں انہی کی بنیاد پر کل غنیمت کی مالیت آنکی جاسکتی ہے۔ جہاں تک غانمین کے دو طبقات کا تعلق ہے یعنی پہلے اور تیسرے طبقہ کا تو ان کے حصہ میں قیمت کا تخمینہ لگانا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ ان دونوں کے حصوں میں یا تو "کچھ سامان ضرورت" بھی شامل ہے یا کچھ کھالیں۔ اور ان دونوں میں بھی کسی ایک کی نہ تو مقدار و تعداد معلوم ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قیمت، خوش قسمتی سے دوسرے حصہ کی بنیاد پر ایک عام حصہ مجاہد کا تخمینہ لگایا جاسکتا ہے اور اسی کی بنیاد پر کل غنیمت کا۔ اسی سلسلہ میں ایک اہم نکتہ اور رہنما واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اونٹ بطور عام حصہ غنیمت ملا تھا وہ عام مسلم غانمین کے دو اونٹوں پر مشتمل ایک حصہ کے مساوی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی قیمت اور عمدہ نسل کا ایک اونٹ عام قسم کے دو اونٹوں کے برابر قرار دیا گیا تھا۔

مشہور مغازی نگار واقدی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عام یا معیاری حصہ غنیمت فی کس معمولی یا عام قسم کے دو اونٹ تھے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے مستند سیرت نگاروں، اور معتمد محدثوں کی روایات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک معمولی اونٹ تیس سے چالیس درہم میں مل جاتا تھا۔ اب اگر اس شرح کی آخری حد بھی فرض کر لی جائے تو ایک عام یا معیاری حصہ غنیمت (سہم) کی مالیت اسی درہم بنتی ہے۔ (77)

اس حساب سے کل منقولہ سامان غنیمت جو مسلمان مجاہدوں کے معیاری حصوں پر مشتمل تھا صرف چھبیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا (325x80)۔ اس میں اگر اسلامی ریاست کے خمس کی قیمت جوڑ دی جائے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں غریب مسلمانوں کی ضروریات کے لیے آیا تھا تو اس کا میزان چھ ہزار پانچ سو (6500) درہم بن جاتا ہے۔ صفی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت کا اندازہ زیادہ سے زیادہ دو سو پچاس (250) درہم لگایا جاسکتا ہے۔ اس طرح غزوۂ بدر کے کل اموال غنیمت کا ایک موٹا سا تخمینہ بتیس ہزار سات سو پچاس (32750) درہم بن جاتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ رقم کافی زیادہ اور وقیع معلوم ہوتی ہے لیکن اگر فی کس حصہ کی قیمت کے اعتبار سے دیکھی جائے

تو وہ بلاشبہ بہت ہی حقیر رقم ثابت ہوتی ہے اور اس سے واقدی کے مذکورہ بالا بیان یا روایت کی بڑی حد تک تصدیق ہوتی ہے۔

عام مال غنیمت سے نسبتاً کہیں زیادہ وقیع وہ زرفدیہ تھا جو اسیران بدر نے یا ان کے اعزہ و اقربا یا اہل قبیلہ نے ان کی رہائی کی خاطر مسلمانوں کو ادا کیا تھا۔ وہ ہمارے مآخذ کی مستند روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم (4000) فی کس مقرر کیا گیا تھا مگر حالات و حقائق کو مدنظر رکھ کر (4000) چار ہزار درہم سے لے کر ایک ہزار (1000) درہم فی کس وصول کیا گیا تھا۔ زرفدیہ کی مختلف شرحوں کے بارے میں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ مختلف یا متعدد شرحیں قریشی اسیروں کے اقتصادی اور سماجی پس منظر کو مدنظر رکھ کر مقرر یا وصول کی گئی تھیں۔ (78)

سیرتی مآخذ اور تاریخی مصادر میں قریشی قیدیوں کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں جن کی طرف ہلکا سا اشارہ اوپر گزر چکا ہے۔ بہر حال اس اختلاف روایات کے باوجود بیشتر مورخین کا یہ فیصلہ ہے کہ ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد ستر (70) تھی اور اس کو مستند بھی سمجھا گیا ہے۔ ہمارے مآخذ قریشی قیدیوں کی تعداد تو بتاتے ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں کرتے کہ ان میں سے کتنوں نے زرفدیہ ادا کر کے رہائی پائی تھی۔ بہر حال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب اسیران بدر نے زرفدیہ نہیں ادا کیا تھا۔ ایک استثناء مورخ یعقوبی کا ہے جن کا صریح بیان یہ ہے کہ اڑسٹھ قیدیوں نے زرفدیہ ادا کیا تھا۔ (79) لیکن وہ ان کے زرفدیہ کی شرح یا شرحیں نہیں بتاتے۔

یعقوبی کا بیان قابل قبول نہیں کیونکہ وہ بعض دوسری زیادہ مستند روایات، قابل اعتماد بیانات، ثقہ احادیث اور مسلمہ بیانات سے متصادم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کئی قیدی جن کی تعداد غالباً دس (10) تھی اس شرط پر رہا کردئے گئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک دس مدنی بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ (80) ان نادار مگر اہل علم کی قیدیوں کے علاوہ بھی متعدد یا کم از کم کئی قیدی ایسے تھے جن کو زرفدیہ ادا کیے بغیر رہا کردیا گیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناداری، مفلسی، سماجی ذمہ داری، قومی قدر و منزلت،

انسانی خدمات یا محض جذبہ احسان کی بنا پر رحم کھا کر آزادی کی دولت نچھاور کی تھی۔(81) ان کے علاوہ دو یا تین قیدیوں کے بارے میں ہم کو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بعض جنگی یا انسانی جرائم کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا۔(82) ان تمام روایات و حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ زرفدیہ ادا کرنے والے قیدیوں کی تعداد کافی کم تھی۔

مصادر سیرت کی تمام روایات کے ایک گہرے تجزیے سے یہ حقیقت ابھرتی ہے کہ تقریباً بیس قیدیوں نے زرفدیہ مختلف شرحوں کے مطابق ادا کیا تھا۔ ان میں اٹھارہ کے بارے میں ہمیں قطعی علم ہے کہ انھوں نے سب سے زیادہ شرح سے زرفدیہ ادا کیا تھا یعنی چار ہزار (4000) درہم یا ایک سو اوقیہ چاندی۔(83) عہد نبویؐ کے عرب سماج میں نہ صرف وہ گراں ترین شرح فدیہ تھی بلکہ اسی پیمانہ سے افراد و طبقات کی سماجی منزلت بھی ناپی جاتی تھی۔(84) دو اور قیدیوں کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ انھوں نے دو ہزار اور ایک ہزار درہم فی کس رقم بطور فدیہ ادا کی تھی۔(85) مزید دس قیدیوں کے بارے میں مآخذ کی یہ صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے زرفدیہ ادا کیا تھا مگر ان کی شرح کے بارے میں کوئی اشارہ یا قرینہ نہیں ملتا۔(86) البتہ ایک قیدی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی تھے کے زرفدیہ سے متعلق یہ دلچسپ بیان ملتا ہے کہ ان کو ایک ہزار (1000) چھوٹے نیزے (رمح) ادا کرنے کو کہا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اسیر مذکور قریش مکہ کے ایک بڑے تاجر اسلحہ تھے۔(87) بہر حال یہ فرض کرنا قرین قیاس ہی نہیں قرین حقیقت بھی ہے کہ ہاشمی اسیر بدر نے جتنے اسلحے بطور زرفدیہ ادا کیے تھے ان کی مالیت گراں ترین شرح فدیہ یعنی چار ہزار (4000) درہم سے زیادہ نہیں رہی تھی۔ بقیہ تمام قیدیوں کے زرفدیہ کو اگر بالفرض سب سے زیادہ شرح کے مطابق مان بھی لیا جائے جس کا امکان بہر حال کافی کم ہے اور اس کو تمام معلوم زرفدیہ میں جوڑ دیا جائے تو ہمیں کل فدیہ کی مالیت کا علم ہو جاتا ہے۔ یعنی جن تمام اسیران بدر سے زرفدیہ وصول کیا گیا تھا اس کا مجموعی میزان ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم ملتا ہے اور بظاہر یہ رقم کافی خطیر ہوتی ہے، اگرچہ انفرادی طور سے صرف پچاس پچپن افراد کو چار ہزار سے لے کر ایک ہزار درہم کی رقم ملی تھی، تاہم وہ معیاری

یا عام حصہ غنیمت کے مقابلہ میں کافی زیادہ اور وقیع تر تھی۔

اسلاب کی صورت میں ملنے والے اسلحے اور دوسرے سامان حرب کی تعداد و مقدار کے علاوہ ان کی قیمت و مالیت کا تخمینہ لگانا کافی مشکل ہے۔ لیکن اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد قیدی کے بارے میں ہمارا اندازہ تخمینہ صحیح ہے اور جس کی صحت کے واضح ثبوت موجود ہیں تو چار پانچ ہزار درہم فی سلب کی رقم کا تخمینہ کافی موزوں و مناسب رہے گا۔

اس طرح تمام بدری اموال غنیمت کی مجموعی قیمت اور کلی مالیت جو عام مجاہدین کے معیاری حصص، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی، ریاست اسلامی کے خمس، مقتولین کے اسلاب اور قیدیوں کے زرفدیہ پر مشتمل ہے ایک لاکھ باون ہزار سات سو پچاس درہم کے لگ بھگ آتی ہے۔ تمام دوسرے امکانات سہو و نسیان اور تفریق قیمت و مالیت کو بھی مدنظر رکھا جائے تو مجموعی مالیت بہر حال ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم سے کسی طور متجاوز ہوتی نظر نہیں آتی۔ یہ رقم مجموعی لحاظ سے مرعوب کن اور خاصی وقیع نظر آتی ہے لیکن جب اس کو تمام غازیان بدر میں فی کس حصہ کے مطابق تقسیم کرتے ہیں تو انفرادی حصہ اتنا اہم نہیں رہ جاتا بلکہ خاصا حقیر و کم قیمت معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس مجموعی رقم کو تمام بدری صحابہ کرامؓ میں برابر تقسیم کر دیا جائے تو فی کس تقریباً 495,39 درہم آتا ہے۔ یعنی مکمل اعداد میں فی کس کل پانچ سو درہم پڑتے ہیں۔ پھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ عام مجاہد تو معمولی طور سے فیضیاب ہوا تھا جبکہ زرفدیہ کی اچھی خاصی رقم سے قیدیوں کو گرفتار کرنے والوں کو کسی حد تک مالدار بنا دیا تھا یا کسی حد تک اسلاب پانے والوں کو کچھ زیادہ رقم مل گئی تھی۔ عام غازیوں کو بہت کم مال غنیمت ملا تھا جو بقول واقدی ان کی رنجش و تکلیف کا سبب بن گیا تھا۔(88)

سنہ 2 ہجری کے بقایا غزوات و سرایا

غزوہ بنو قینقاع:

دوسرے سال سنہ 2ھ/سنہ 624ء کی بقیہ مہمات میں غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ بنو

قینقاع کا نام و مقام آتا ہے۔ مدینہ منورہ کے لگ بھگ دو درجن یہودی قبیلوں میں (89) میں وہ بہت اہم، کافی طاقتور اور خاصا مالدار تھا اور انھیں اسباب سے اس نے غرور کی راہ اختیار کی تھی۔ جنگ بدر کے بعد اسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جھگڑا مول لیا اور صلح و تعاون کا وہ معاہدہ توڑ ڈالا جو ہجرت نبویؐ کے بعد مسلمانوں سے کیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں ان کے خلاف فوجی کارروائی کی گئی جو غزوہ بنو قینقاع کے نام سے مشہور ہے۔ اور بالآخر ان کو مشہور و مستند روایات کے مطابق جلاوطن کر دیا گیا۔ (90)

یہ سنہ 2 ہجری/سنہ 624ء کی تیسری مہم تھی جس میں مسلم فاتحین کو کچھ مال غنیمت ملا۔ مشہور و مستند روایات کے مطابق وہ سب کا سب ہتھیاروں اور زرگری کے اوزاروں یا ہتھیار سازی کے اوزاروں پر مشتمل تھا۔ (91) ایک جدید مستشرق سیرت نگار کا خیال ہے کہ بنو قینقاع ماہر سنار و زرگر ہونے کے علاوہ غالباً ہتھیار گر اور اسلحہ ساز بھی تھے اور زیورات کے ساتھ ساتھ جنگی ساز و سامان بھی بناتے تھے۔ وہ ہتھیار سازی میں بھی بہت کمال رکھتے تھے اور روایتی اسلحہ جیسے تلوار، تیر و کمان، ڈھال، نیزے وغیرہ کے علاوہ زرہ بکتر اور خود جیسی حفاظتی اشیاء بھی بنانے میں ماہر تھے۔ (92)

یہ ممکن ہے کہ وہ سناری اور زرگری کے اوزاروں کو ہتھیار سازی میں بھی استعمال کرتے ہوں اور اس کے برعکس بھی ممکن ہے۔ مگر ہمارے روایتی مآخذ ان کی اسلحہ سازی کے بارے میں خاموش ہیں۔ ان سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں اسلحہ و ہتھیار کافی تعداد میں ملے تھے، نہ ہی اس کا پتہ چلتا ہے کہ یہود بنی قینقاع کے ہتھیار ساز اوزاروں کے مسلم قبضہ میں آنے کے بعد شہر نبویؐ میں اسلحہ سازی کی حرفت و صنعت میں کوئی نمایاں پیش رفت ہوئی تھی۔ دراصل ہمارے مآخذ بنو قینقاع سے ملنے والے مال غنیمت اور اس کی تقسیم کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس سبب سے مال غنیمت کی مقدار، اسلحوں کی تعداد اور مال کی قیمت وغیرہ کا اندازہ کرنا خاصا مشکل کام بن گیا ہے۔

البتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی کے بارے میں کم از کم ایک اہم حوالہ یہ ملتا ہے کہ وہ تین کمانوں، تین نیزوں اور تین تلواروں کے علاوہ زرہ بکتروں پر مشتمل تھی۔ (93)

اس سے یہ حقیقت بہر حال ثابت ہوتی ہے کہ مال غنیمت میں مسلمانوں کو اسلحے اور ہتھیار بھی ملے تھے ورنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے اس صفی کا انتخاب کیوں کر فرماتے؟ غزوہ بنی قینقاع کے موقع پر یہودی لشکر کی کل تعداد کا علم نہیں ہوتا لیکن جنگ بعاث کے حوالہ سے جو ہجرت نبوی سے کچھ قبل ہوئی تھی یہ پتہ چلتا ہے کہ بنو قینقاع کے جنگجوؤں کی تعداد سات سو تھی۔ جن میں سے تین سو مکمل طور سے زرہ بکتر پوش (دارع) تھے اور تین سو بلا زرہ بکتر ننگے (حاسر) سپاہی تھے۔ (94) جدید مورخین کا عام رجحان ہے کہ یہودی سپاہ کی یہی تعداد غزوہ بنو قینقاع میں بھی تھی۔ (95) اور یہ قیاس بھی قرین حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ تمام یہودی سپاہی عرب کے مشہور روایتی اسلحوں اور ہتھیاروں جیسے تلواروں، تیروں، کمانوں، نیزوں، حربوں وغیرہ سے پوری طرح لیس رہے ہوں گے۔ اور یہ روایتی جنگی اسلحہ یہودی سپاہ کی کل تعداد کے برابر بھی ضرور رہا تھا، البتہ زرہ بکتروں کی تعداد صرف چار سو رہی تھی۔ ان تمام قیاسات و امکانات اور تحلیلی نتائج کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہودی سپاہ کے تمام اسلحے مسلم سپاہ کے قبضہ میں بطور مال غنیمت آئے تھے کہ یہی خود سپردگی کے معاہدہ کے شرط اولین تھی۔ (96)

لیکن مآخذ کی روایات سے یہ بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ بنو قینقاع کے ہوشیار اور زیرک سرداروں اور سپاہیوں نے مسلم مجاہدین کی سادگی، لاعلمی اور ناتجربہ کاری سے خوب فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو ان کے مال غنیمت سے کافی حد تک محروم رکھا۔ اس کے متعدد اسباب تھے۔ بنو قینقاع نے کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے قلعوں اور گڑھیوں (آطام) میں محصور و قلعہ بند ہو کر مسلم فوج کشی کا مقابلہ کیا تھا۔ مسلمانوں کو نہ تو ان کے کل سپاہیوں کا پتہ لگ سکا اور نہ ان کے ہتھیاروں کی صحیح تعداد کا علم ہو سکا۔ جب انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سپردگی کا معاہدہ کیا اور اس کی شرائط کے مطابق اسلحوں کے سوا تمام مال منقولہ اپنے ساتھ لے گئے تو انھوں نے چالاکی سے بہت سے ہتھیار اور اسلحے اپنے کجاووں میں چھپا لیے اور جلاوطن ہوتے ہوئے ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جیسا کہ ایک سال بعد ان کے ہم مذہب و ہم مسلک قبیلہ بنو نضیر نے اپنی جلاوطنی کے وقت کیا تھا۔ (97) یہ واقعات و حقائق بلاشبہ و تردد ثابت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو غزوہ بنو

قینقاع میں دشمن سپاہ کے تمام اسلحے اور ہتھیار نہیں ملے تھے بلکہ غالباً بیشتر اسلحے سے وہ محروم رہے تھے۔

اب آتا ہے بنو قینقاع سے ملنے والے اموال غنیمت یعنی ہتھیاروں کی مالیت کے تخمینہ کا بے ڈھب سوال۔ غزوۂ بدر کے اموال غنیمت کی تعیین مالیت کے سلسلہ میں جو قرینے اور اشارے ملتے ہیں وہ اس غزوہ کے حوالہ سے مفقود ہیں۔ لہٰذا ایک ممکن صورت یہ ہے کہ ہم غزوۂ بنو قینقاع میں ملنے والی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی اور غزوۂ بدر میں حاصل ہونے والے مکی قیدی نوفل بن حارث ہاشمی کے زرفدیہ کو تخمینہ کی بنیاد بنائیں تو بنو قینقاع سے حاصل ہونے والے کل مال غنیمت کی قیمت کسی طور پچاس ہزار درہم سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ یہاں اس حقیقت کی طرف پھر توجہ دلا دی جائے کہ اس مال غنیمت میں صرف اسلحہ یا زیادہ سے زیادہ اسلحہ سازی کے اوزار شامل تھے اور ان کے علاوہ نقد و جنس میں سے کوئی بھی چیز مسلمانوں کو نہیں ملی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ مرحمت عالیہ ان کو تمام مال واسباب لے جانے کی اجازت دے دی تھی۔(98) اس سے زیادہ یہ امر واقعہ اہم ہے کہ بنو قینقاع کے جلاوطن ہونے والے مہاجنوں کو جو مدینہ منورہ کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو سود کی گراں شرح پر ادھار اور قرضے دیتے تھے، اپنے قرضداروں سے اپنی رقوم وصول کرنے اور انھیں ساتھ لے جانے کی بھی اجازت خسروانہ عطا فرمادی تھی۔(99) لہٰذا مال غنیمت میں کسی قسم کا نقد و جنس شامل نہ تھا۔

البتہ مسلمانوں کو اس غزوہ میں پہلی بار غیر منقولہ جائیدادیں اور قیمتی اراضی مال غنیمت میں ملی تھی جو منقولہ مال سے کہیں زیادہ قیمتی اور مستقل پیداوار کی مالک تھی۔ یہ تمام اراضی اور جائیداد اسلامی ریاست کے قبضہ میں آگئی تھی۔ مشہور روایات کے مطابق بنو قینقاع کی اراضی میں ان کے قلعے، گڑھیاں (آطام)، رہائشی مکانات (دور/بیوت) اور ان کے بازار اور دکانیں (سوق) شامل تھے(100) مگر ساتھ ہی ساتھ مآخذ میں یہود بنو قینقاع کی غیر منقولہ جائیداد پر اسلامی قبضہ کے حوالے کمتر ہیں اور ان کی تقسیم کے باب میں بیانات تو تقریباً قطعی طور سے مفقود ہیں۔(101) لیکن بہرحال مآخذ کی روایات اس پر

شدت سے اصرار کرتی ہیں کہ بنو قینقاع کے یہودی تجارت پیشہ، زرگر، سنار، مہاجن سودی تاجر اور مدینہ منورہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز یا بازار کے مالک تھے البتہ وہ زراعت پیشہ نہ تھے اور نہ ان کے پاس زرعی اراضی اور کھیتی باڑی کی جائیدادیں تھیں۔(102)

ہمارے مستند مآخذ کا یہ بیان اکثریت کے حکم کے لحاظ سے ہے کہ بنو قینقاع کی غالب اکثریت تجارت پیشہ تھی اور زراعت پیشہ نہ تھی۔ اس کا قوی قرینہ، بلکہ امکان بلکہ واقعی شہادت موجود ہے کہ بنو قینقاع کے کچھ افراد یا طبقات کے پاس زرعی اراضی بھی تھی۔ اگرچہ وہ اتنی زیادہ یا قابل لحاظ نہ تھی کہ ان کا ذکر مآخذ کی روایات میں راہ پا سکتا۔ کیونکہ ان میں کلیہ بیان کیا گیا ہے۔ کم از کم ایک روایت ان میں سے بعض کو زراعت پیشہ یا زرعی اراضی کا مالک بھی ثابت کرتی ہے۔ ان کے ایک عظیم ترین عالم دین اور سرکردہ بزرگ حضرت عبداللہؓ بن سلام تھے۔ ان کے بارے میں ایک حدیث یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کی خبر ان کو ملی تو وہ اپنے باغ میں کھجوروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور وہیں سے سیدھے خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اس سے بنو قینقاع کے بعض افراد کے صاحب اراضی ہونے کا سراغ ملتا ہے۔(103)

یہود بنی قینقاع کی زرعی یا تجارتی اراضی اور جائیداد کی بحث سے قطع نظر اور مسلم غازیوں میں یہودی املاک و مکانات کی تقسیم یا عدم تقسیم کی فقہی موشگافی سے صرف نگاہ کر کے یہ بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ جلاوطن کیے جانے والے یہودیوں کی تمام جائیداد اسلامی ریاست کے قبضہ میں آگئی تھی اور اس مفتوحہ اراضی پر کچھ غریب مسلمانوں کی آباد کاری ہوئی تھی کہ وہ اراضی اسلامی قانون کے مطابق مفتوحہ مال غنیمت نہیں تھا بلکہ فئے تھی جس کی تقسیم یا عدم تقسیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق خالص تھا۔ ظاہر ہے کہ اس اراضی سے بحیثیت مجموعی مسلمان امت کو مالی فائدہ مستقل طور سے پہنچا تھا۔ البتہ بنو قینقاع کی جائیداد و اموال میں سے وہ اراضی مسلم امت کے قبضہ میں نہیں آئی تھی جن کے مالک مسلمان ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تھے۔(104)

لیکن ایک جدید محقق اور ہندی مورخ ڈاکٹر برکات احمد نے یہ نظریہ پیش کیا ہے

کہ خود سپردگی اور ہتھیار ڈال دینے کے بعد بنوقینقاع کو جلاوطن نہیں کیا گیا تھا، ان کو صرف ہتھیاروں اور اسلحہ سازی کے اوزاروں سے محروم کر کے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ بدستور اپنے کاروبار، بازار، اراضی اور جائیداد پر قابض رہے تھے اور اپنا کاروبار کرتے رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کی زرگری کے اوزار اور ان کی تمام جائیدادیں انھیں کے پاس رہی تھیں۔ محقق موصوف نے اپنے نظریہ کی حمایت وثبوت میں کافی وزنی اور وقیع دلائل بھی دیئے ہیں (105) جن سے سردست ہمیں سروکار نہیں۔ اگر ان کی یہ تحقیق صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بنوقینقاع کے اموال/ضیاع (جائیدادو اراضی) مسلم مال غنیمت میں شامل نہ تھے اور اس طرح یہ غزوہ مالیت کے اعتبار سے ناقابل لحاظ تھا۔

چونکہ ابھی تک مورخ موصوف کی تحقیق کو قبول عام نہیں ملا اور بہر حال اس کا امکان ہے کہ وہ غلط بھی ہو تو بنوقینقاع کے اموال واراضی کو بھی مال غنیمت میں شمار کر کے اس کی مالیت متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق بنوقینقاع سے حاصل شدہ اراضی کی قیمت دو لاکھ درہم متعین کی جاسکتی ہے جو تعیین کی سب سے زیادہ حد معلوم ہوتی ہے۔ ان کی جائیداد پیداواری اراضی نہیں تھی یا تھی تو کم تھی اور رہائشی زیادہ تھی۔ صرف ان کے بازار اور دکانیں پیداواری تھیں یا ان میں سے بعض لوگوں کے باغات وغیرہ تھے۔ ان کے مقابلہ میں ان کی رہائشی جائیداد، گڑھیاں، قلعے (آطام)، مکانات وغیرہ غیر پیداواری تھے لہٰذا ان کی مالیت پیداواری جائیداد سے بہت کم مالیت کی تھی۔

ایک مشکل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے یہودی قبیلوں کے اموال یا مسلم جائیدادوں کی قیمت کے بارے میں مآخذ میں کوئی واضح بیان ملتا ہے اور نہ ہی کوئی اشارہ وقرینہ۔ البتہ فدک کی زرعی جائیداد کے بارے میں ایک بیان ضرور ملتا ہے اور اسی کی بنیاد پر قیاس کر کے مدینہ منورہ کے یہودی اموال اور جائیدادوں کا تخمینہ لگایا جاسکتا ہے، اور اسی بنا پر ہم نے تمام اموال غنیمت کا کامل تخمینہ دو لاکھ پچاس ہزار درہم لگایا ہے جو امکانی لحاظ سے آخری حد تک معلوم ہوتی ہے۔

غزوۂ سویق:

اس برس کا آخری غزوہ تھا جس میں مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت نصیب ہوا۔ روایات کے مطابق ایک قریشی لشکر نے مدینہ منورہ کی چراگاہوں اور کھیتوں پر حملہ کر کے ان کو نقصان پہنچایا۔ جب مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ نکلے اور فرار ہوتے وقت انھوں نے اپنے جانوروں کا بار ہلکا کرنے کے لیے ستو (سویق) کے وہ تھیلے پھینک دیئے جو وہ اپنے کھانے پینے کے لیے ساتھ لائے تھے۔ اس مہم کا کل مال غنیمت یہی ستو کے چند تھیلے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی مالیت بہت زیادہ نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ ان کی قیمت دو ہزار درہم متعین کی جاسکتی ہے اور وہ دوسو یا چار سو مسلم سپاہیوں کے درمیان تقسیم ہوگئی تھی اور فی کس حصہ سو یا پچاس درہم کا رہا ہوگا۔ اور وہ بھی نقد نہیں، بلکہ جنس کی صورت میں ملا تھا۔ غالباً اس غزوہ میں شامل پوری مسلم سپاہ کی صرف ایک دن کی ضرورت کے لیے کافی رہا ہوگا۔

مختصر تجزیہ:

ہجرت نبویؑ کے بعد کے دو برسوں کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے پہلے سولہ ماہ کے دوران مسلمانوں کو تمام تر مہم جوئی اور فوج کشی کے باوجود کوئی مال غنیمت نہیں ملا۔ اس دوران (102 ہجری/ 24-622ء) کل بارہ مہمیں غزوات وسرایا انجام پذیر ہوئیں۔ ان میں سے چار مہموں میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ملا۔ ان غنیمت والی مہموں میں سب سے زیادہ مال غنیمت غزوہ بدر میں حاصل ہوا۔ زمانی ترتیب کے لحاظ سے مسلمانوں کو ہجرت نبوی کے ڈیڑھ سال بعد اولین مال غنیمت ملا۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق سریہ نخلہ کا مال غنیمت بدر کے مال غنیمت کے ساتھ ہی تقسیم ہوا تھا۔ گویا ضرورت شدید کے پہلے اٹھارہ ماہ مسلمانوں نے اپنے ذرائع آمدنی اور وسائل رزق سے اپنے جسم وجان کا رشتہ برقرار رکھا تھا اور اس دوران ان کی روزی روٹی میں مال غنیمت کا کوئی حصہ نہ تھا۔

مالیت کے لحاظ سے سریہ نخلہ کا مال غنیمت بہت معمولی تھا اور صرف چھ یا گیارہ افراد کو کسی حد تک مستفید کر سکا تھا۔ جبکہ غزوۂ بدر کے مال غنیمت نے لگ بھگ سوا تین سو

افرادِ امت کو معمولی طور سے مالدار بنایا تھا اور قیدی پکڑنے والوں کو نسبتاً کچھ زیادہ مالی فائدہ پہنچایا تھا۔ اسی کو مال وافر یا مال کافی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن عام مجاہدین اور مجموعی طور سے امت اسلامی کی مالداری کی نوبت نہیں آئی تھی کہ خود مجاہدین کو مال غنیمت کی کمی کا شکوہ تھا۔ البتہ غزوہ بنوقینقاع سے حاصل ہونے والی غیر منقولہ جائیدادوں نے غریب مسلمانوں کی ناداری اور مفلسی کو دور کرنے میں نہ صرف بہت مدد کی تھی بلکہ اسلامی حکومت اور مسلم امت کو ایک مستقل ذریعہ آمدنی بھی فراہم کیا تھا۔ یہ بلاشبہ بہت وقیع مال غنیمت تھا جس کے دور رس اثرات اور مستقل نتائج مرتب ہوئے۔

باقی دو مہموں میں جو مال غنیمت ملا وہ بہت معمولی بلکہ ناقابل لحاظ تھا اور مسلمانوں کی مالداری یا اسلامی حکومت کی آمدنی میں اس کا کردار تقریباً صفر تھا۔ آخر میں دو مذکورہ بالا نتیجوں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے: اول یہ کہ بارہ میں سے صرف چار میں مال غنیمت ملا اور ان میں سے بھی صرف دو مہموں میں وہ وقیع تھا۔ دوم یہ کہ وہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد حاصل ہوا یعنی سنہ 2 ہجری / 624ء کے اواخر یا وسط میں، جب مسلم امت کسی نہ کسی طور سے اپنے پیروں پر کھڑی ہونے لگی تھی۔

---✤✤✤---

سنہ 3 ہجری کے مغازی

1- غزوۃ الکدر:

تیسرے اسلامی سال یعنی سنہ 25-624ء میں سات غزوات وسرایا پیش آئے جن میں سے صرف تین میں مسلمانوں کو مالی یا اقتصادی فوائد حاصل ہوئے۔ غزوۃ الکدر اس برس کا پہلا غزوہ تھا جس نے اس برس اولین مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ ایک روایت کے مطابق وہ پانچ سو اونٹوں پر مشتمل تھا اور دوسری روایت کے مطابق سولہ سو اسی اونٹوں (بعیر) پر۔ واقدی نے پہلی روایت کو زیادہ قابل اعتماد اور مستند ترمان کر اسی کو ترجیح دی ہے۔ اس میں دو سو مسلم غازیوں کے حصے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی اور اسلامی ریاست کا خمس شامل تھا۔ دوسرے مورخین نے بھی پہلی روایت ہی کو ترجیح دی ہے، اس لیے اسی کو زیادہ صحیح سمجھنا چاہیے یہاں تک کہ دوسرے شواہد یا قرائن دوسری روایت کی ترجیح کے مل جائیں۔ (107)

غزوۃ الکدر کی غنیمت اولین روایت کے مطابق بیس ہزار درہم کی مالیت کی تھی اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار درہم کی۔ اور ان دونوں کے مطابق ایک معیاری مسلم حصہ ایک سو درہم کا تھا یا تین سو درہم کا۔ ترجیح فی الحال اولین تخمینہ کو حاصل ہے۔

2- حضرت زیدؓ بن حارثہ کا سریہ القردۃ:

توقیتی ترتیب یا زمانی اور تاریخی ترتیب کے مطابق پانچویں مہم اور مال غنیمت کے لحاظ سے اس برس کی دوسری مہم سریۂ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھا جو القردۃ نامی علاقے کی جانب بھیجا گیا تھا اور جس میں ایک سو مسلم غازیوں نے حصہ لیا تھا۔ اس سریہ نے مشرقی شاہراہ تجارت یعنی مکہ مکرمہ سے عراق جانے والے راستے پر سفر کرنے والے ایک قریشی کارواں پر کامیاب چھاپا مارا اور اس کے تمام مال تجارت پر قبضہ کرلیا۔ جس میں زیادہ تر خام چاندی (فضہ) تھی۔ اور جو اتفاق سے مکی تاجروں کی تجارت خاص کر بین الاقوامی تجارت کا سب سے اہم مال ہوتی تھی۔ کارواں کے تمام محافظ بچ کر نکل گئے۔ ہمارے مآخذ بصراحت بیان کرتے ہیں کہ مال غنیمت کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی کیونکہ اسلامی ریاست کا خمس بیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔ (108) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک معیاری مسلم حصہ غنیمت (سہم) آٹھ سو درہم کی مالیت کا تھا۔

غزوۂ اُحد:

یہ غزوہ سنہ 3 ہجری/ 625ء کا غالباً اہم ترین غزوہ اور تاریخ ساز مرحلہ تھا، جو اگرچہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے بہت دوررس نتائج کا حامل تھا مگر مالی اور اقتصادی لحاظ سے خاص کر مال غنیمت کے نقطہ نظر سے خسارہ کا سودا تھا، زیادہ سے زیادہ اس کو ناقابل ذکر اور غیر اہم مہمات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ مشہور و معلوم ہے کہ شروع جنگ میں مسلمانوں کو خاصی فوجی کامیابی ملی مگر آخرکار وہ بیشتر مسلم تیراندازوں کی غفلت، حکم عدولی اور لالچ کے سبب ناکامی اور شکست میں تبدیل ہوگئی۔ ان کی غفلت اور لالچ یہ تھا کہ وہ مال غنیمت کے حصول کے لیے اپنے مورچے چھوڑ بیٹھے اور پورے لشکر اسلامی کی ہار اور ذلت کا باعث بن گئے۔ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتح و کامرانی کے ابتدائی لمحات میں بعض مسلمان غازیوں کو خاصا مال غنیمت ملا تھا۔ اسے زیادہ تر دشمن کے لشکرگاہ سے حاصل کیا گیا تھا اور کچھ اسلاب کی صورت میں بھی ملا تھا۔ لیکن یہ سارا مال غنیمت فاتحوں کے قبضہ میں باقی نہیں رہ سکا اور اس کا بیشتر حصہ

افراتفری اور شکست کے عالم میں ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ (109)

بایں ہمہ بعض مسلمان سپاہی اپنے مال غنیمت پر قبضہ رکھنے میں کامیاب بھی رہے تھے۔ دو مجاہدوں کے بارے میں کم از کم معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کو ایک چھوٹی سی تھیلی میں پچاس دینار (چھ سو درہم) ملے تھے جبکہ دوسرے کو تیرہ مثقال چاندی (لگ بھگ سولہ درہم) ملے تھے۔ جب وہ دونوں جنگ کے خاتمہ پر اپنا اپنا مال غنیمت خدمت نبوی میں لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر سی غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کا مال انھیں کو بخش دیا۔ (110)

سنہ 3 ہجری/ 25-624ء کی تمام مال غنیمت والی مہموں کا مجموعی میزان ایک لاکھ اکیس ہزار درہم سے زیادہ نہیں آتا۔ سات مہموں میں سے چار میں تو کچھ ملا ہی نہیں۔ تین مہموں میں سے صرف پہلی اور دوسری مہم میں کچھ مال ہاتھ آیا اور وہ بھی دوسری مہم میں کسی حد تک قابل ذکر تھا۔ غزوۂ اُحد کی غنیمت کا بس نام ہی نام ہے، مالی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ ایک اعتبار سے اس سال کو خالی برس یا بے ثمر سنہ کہا جاسکتا ہے۔

----❖❖❖----

چوتھے برس کی مہمات

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا سریہ القطن:

سنہ 4 ہجری/ 26-625ء کی کل مہمیں سالِ گزشتہ کی طرح سات ہی تھیں اور ان میں صرف دو میں کچھ مالِ غنیمت ملا، باقی پانچ مالِ غنیمت کے لحاظ سے بے ثمر و بے برگ و بار رہیں۔ اس برس کی اولین مہم حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد قریشی کا سریہ تھا جو القطن نامی مقام کی طرف قبیلہ بنو اسد کے خلاف بھیجا گیا تھا (محرم سنہ 4ھ/ جون 625ء) مآخذ کی ایک روایت کے مطابق مسلم فوج کے ایک سو پچاس سپاہیوں میں سے ہر ایک کے حصہ غنیمت میں سات اونٹ پڑے تھے۔(111)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مالِ غنیمت اونٹوں پر مشتمل تھا جن کی کل تعداد ایک ہزار تین سو دس تھی۔ اس تعداد میں اسلامی ریاست کا خمس اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی بھی شامل تھی۔ ہمارے حساب سے کل مالِ غنیمت کی مجموعی مالیت باون ہزار چار سو درہم تھی اور ایک معیاری مسلم حصہ کی صرف دو سو اسی درہم۔

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم غازیوں نے مالِ غنیمت کے اونٹوں کے ساتھ ان کے چرواہوں (رعائہم) کو بھی پکڑ لیا تھا جو سب کے سب غلام (ممالیک) تھے۔(112) مگر ان کی قسمت کے بارے میں ہمارے مآخذ سب کے سب خاموش ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ غلام بنا لیے گئے تھے یا مسلمان ہوگئے تھے یا آزاد کر

دیئے گئے تھے۔ مآخذ کی خاموشی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً وہ سب آزاد کر دیئے گئے ہوں گے اور ان کی قیمت مالِ غنیمت میں شامل نہ رہی ہوگی۔ بہرحال امکان اس کا بھی ہے کہ وہ غلام و مزدور بنے ہوں اور اسلامی ریاست کے قبضہ میں رہے ہوں۔ اس صورت میں مالِ غنیمت میں دو تین ہزار درہم کا مزید اضافہ ہوگیا ہوگا۔

2- غزوۂ بنی النضیر:

اس برس کا دوسرا اور آخری نفع بخش اور مالِ غنیمت سے مالا مال وہ غزوہ تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے دوسرے معاہدہ توڑنے والے اور برسرِ پیکار یہودی قبیلہ بنو النضیر کے خلاف بنفسِ نفیس سرانجام دیا تھا۔ بنوقینقاع کی مانند بنو النضیر کو بھی شہرِ نبوی سے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور خود سپردگی کے معاہدے کے مطابق ان کو بھی اپنے تمام ہتھیار اسلامی حکومت کے حوالے کرنے تھے، مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف پچاس زرہ بکتر (درع) پچاس آہنی خود (بیضۃ) اور تین سو چالیس تلواریں ہی مسلمانوں کے حوالے کی تھیں، غالباً کیا یقیناً بنو النضیر کے یہودیوں نے اپنے بیشتر ہتھیار چھپا لیے تھے اور بنوقینقاع کی طرح وہ بھی چالاکی سے ان کو اپنے کجاووں میں چھپا کر اپنے ساتھ خیبر لے گئے تھے۔(113) روایات نے اس کی خاصی صراحت اور کافی وضاحت کی ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ مسلمانوں کو اس واحد نقد مالِ غنیمت یا منقولہ اموال میں محض گنتی کے ہتھیاروں پر قناعت کرنی پڑی تھی۔ اس معمولی مالِ غنیمت کی زیادہ سے زیادہ مالیت دس ہزار درہم رہی ہوگی۔

اسلحہ اور ہتھیار کے علاوہ مسلمانوں کو نقد وجنس میں اور کوئی دوسرا مالِ غنیمت نہیں ملا تھا۔ کیونکہ مآخذ کی روایات بتاتی ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ دشمنانِ دین وایمان کی مانند بنو النضیر کو بھی جلاوطنی کے وقت اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنی منقولہ جائیدادوں یا اموال واسباب میں سے جو کچھ اپنے ساتھ لے جانا چاہیں بلاخوف وخطر لے جاسکتے ہیں۔ یہودیوں نے اس اجازتِ نبویؐ اور مرحمتِ رسولیؐ سے بھرپور بلکہ ضرورت سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ وہ نہ صرف اسباب وسامان، نقد وجنس اور اشیائے رسد وضرورت اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ لے گئے تھے بلکہ اپنے گھروں کی چوکھٹیں اور دروازے تک اکھاڑ کر لاد لے گئے۔ (114) حالانکہ وہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ انھوں نے ایسا صرف مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی خاطر کیا تھا۔

دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل اسلامی، رحمت نبویؐ اور مروت انسانی کا یہ ثبوت ومظاہرہ ملتا ہے کہ بنو النضیر کے یہودی مہاجنوں اور سودی کاروباریوں کو اجازت عام دی گئی تھی کہ وہ خود سپردگی کے تین دنوں کے اندر اندر اپنے مسلم قرضداروں سے اپنا مال وصول کرلیں۔ دوسری طرف مسلم قرضداروں نے لیت ولعل اور حیلے بہانے سے کام نہیں لیا اور نہ ہی قرضے کی وصولیابی کی مدت گزارنے کی کوشش کی بلکہ حکم نبوی کے مطابق یہودیوں کو ان کا مال ادا کردیا۔ البتہ فریقین میں یہ اتفاق ہوگیا تھا کہ یہودی مہاجن صرف اپنا اصل مال (راس المال) وصول کرنے پر اکتفا کریں گے اور سود (ربا) کی رقم چھوڑ دیں گے۔(115) روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اتفاق باہمی کا ایک قانونی پہلو یہ تھا کہ سود کی ادائیگی سال گزرنے پر واجب ہوتی تھی اور ابھی پورا سال نہ گزرا تھا۔

بنو النضیر سے حاصل ہونے والا مال غنیمت ان کے اموال (ضیاع) یعنی زرعی اراضی اور دوسری غیر منقولہ جائیدادوں پر مشتمل تھا۔ ان میں کھجور کے باغات (النخل) اناج اور سبزی وغیرہ کے کھیت (الزروع) اور ان کے رہائشی مکانات شامل تھے۔ وہ ان کے قلعوں/ گڑھیوں (آطام) کے اندر اور باہر واقع تھے۔ ان کی بیشتر اراضی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ ہمارے مآخذ ومصادر بنونضیر کی یہودی اراضی کے متعلق تفصیلات فراہم کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی اصل قیمت یا تخمینی مالیت کے بارے میں کوئی واضح اشارہ یا قرینہ دیتے ہیں لیکن حدیث کی بعض روایات سے بہر حال چند ایسے اشارے اور قرینے ملتے ہیں جو اس کی مالی یا اقتصادی حیثیت متعین کرنے میں مدد دیتے ہیں۔(116)

شیخین کی روایت ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ہاشمی کو بہت کچھ دیا۔ بقیہ میں سے ازواج مطہراتؓ کو پورے سال کا خرچ دیا جاتا تھا۔ پھر بھی جو باقی بچ جاتا تھا اس کو راہ الٰہی میں خرچ کیا جاتا۔ سیرتی مصادر بنو النضیر کی

جائیدادوں کے نام بتاتے ہیں جو صحابہ کرام کو بطور قطیعہ/انعام عطا فرمائی گئیں۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو اراضی ملی تھی اس کا نام ''بئر حجر'' تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زمین کا نام ''بئر جرم'' تھا۔(117) بظاہر ان کے ناموں سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ اراضی صرف کنوؤں پر مشتمل تھی مگر حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ کافی بڑی اراضی تھیں جن میں کنوئیں بھی موجود تھے اور وہ اراضی اپنے اپنے کنوؤں کے نام سے معروف تھیں۔ عرب میں یہ رواج رہا ہے کہ علاقوں، خطوں اور اراضی کے نام کنوؤں یا چشموں کے نام سے مشہور ہوتے ہیں جیسے بئر معونہ، رجیع اور مریسیع وغیرہ۔(118)

ان کے علاوہ واقدی وغیرہ متعدد مورخین اور سیرت نگاروں کی روایات میں متعدد ایسے اموال اور اراضی کا ذکر ملتا ہے جیسے مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ کو سعالہ نامی جائیداد دربار نبوی سے ملی تھی جو ایک مشہور مشرقی قبیلہ کے نام سے '' مال سلیم'' کہلاتی تھی اور اسی نام سے زیادہ معروف تھی۔ حضرت صہیبؓ بن سنان نمری قاسطی کو ضرطہ نامی خاصی وسیع جائیداد عطا ہوئی تھی جبکہ حضرات زبیر بن عوام اسدی قریشی اور ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہما کو البویلہ نامی جائیداد مشترکہ طور سے برابر برابر دی گئی تھی۔ ایک دوسرے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار مدینہ میں سے دو غریب حضرات سہل بن حنیف اوسی اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ ساعدی خزرجی رضی اللہ عنہما کو ایک اور جائیداد مشترکہ طور سے دی گئی تھی جس کا نام ''مال ابن خرشۃ'' تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ جائیداد ایک یہودی ابن خرشہ نامی کی تھی جو اس کی جلاوطنی کے بعد ان دونوں انصاری صحابیوں کو عطا کردی گئی تھی۔

ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ کے قبضہ وتصرف میں ''الکیدمہ'' نامی بھی تھی جس کا تعلق ''اموال بنی النضیر'' سے تھا۔ آیا یہ وہی جائیداد تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی موصوف کو بطور قطیعہ عطا فرمائی تھی یا کوئی دوسری تھی فی الوقت کہنا مشکل ہے۔ تقریباً اتنا ہی مشکل اور دشوار یہ امر ہے کہ یہ جائیداد انھوں خریدی تھی یا بطور قطیعہ پائی تھی۔ لیکن غالب امکان یہ ہے کہ یہ کوئی دوسری جائیداد تھی جو صحابی موصوف نے کسی وقت خریدی تھی کیونکہ وہ اس وقت تک نہ صرف

ایک مالدار تاجر اور صاحب جائیداد شخص بن چکے تھے بلکہ بری مہارت، دور اندیشی اور تجارتی سوجھ بوجھ کے ساتھ پیداواری جائیدادوں کی خرید وفروخت کا کاروبار بھی کرتے تھے اور اس میں بھی بڑی شہرت رکھتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی جائیداد کو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں خلیفہ وقت کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا تھا۔(120) اس اراضی کی قیمت فروخت بھی اس حقیقت پر ایک دلیل ہے کہ وہ کوئی دوسری جائیداد تھی۔

قیمت فروخت کے تعلق سے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ خلافت عثمانی میں بلکہ اس سے دس برس قبل ہی عراق وشام کی فتوحات کے بعد سے افراط زر پیدا ہو گیا تھا اور اشیائے ضرورت خاص کر اراضی اور جائیدادوں کی قیمتوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا سبب کثرت سے اموال غنیمت کا حصول اور مدینہ منورہ میں ان کی آمد وصرف تھی۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عہد نبویؐ اور عہد عثمانیؓ کی قیمتوں میں اتنا بڑا فرق بھی نہیں آیا تھا جتنا کہ ''الکیدمہ'' نامی اراضی کی قیمت فروخت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس اراضی کی قیمت کو درہم میں تبدیل کیا جائے تو کل قیمت تقریباً پانچ لاکھ درہم (بالکل صحیح چار لاکھ اسی ہزار درہم) بنتی ہے اور اتنی مالیت تو عہد نبویؐ میں پورے قبیلہ بنوالنضیر کی ساری اراضی کی بھی نہ تھی۔

اموال بنی النضیر کی مالیت کا کچھ اندازہ ان عطایائے جنس یا اناج کے حصوں سے بھی ہوتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفایائے نبوی یا فے اراضی سے اپنے رشتہ دار خاندانوں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے بعض افراد کو عطا فرمائے تھے۔ یہ عطایا دراصل مستقل ''طعم'' تھے جو ان یہودی زمینوں کی مختلف پیداوار جیسے کھجور، اناج، شہد، سبزی وغیرہ سے ان کو دیے جاتے تھے اور جو روایات کے مطابق عطا پانے والوں کی سال بھر کی ضروریات کے لیے کافی ہوتے تھے۔ مآخذ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان عطایا سے متعدد مسلم مختصر خاندانوں کا معمولی درجہ میں گزارا ہو جاتا تھا۔ امام بخاری اور دوسرے مآخذ یہ واضح کرتے ہیں کہ ازواج مطہراتؓ جن کی تعداد اس وقت تک صرف چار تھی اور دوسرے

صحابہ کرامؓ کے سالانہ مصارف کے علاوہ فتح بنونضیر کے بعد انصار کرامؓ کے باغات میں نادار مہاجروں کا حصہ ختم کر دیا گیا تھا اور ان کے باغات ان کو واپس کر دیے گئے تھے یعنی انصار کرام بلاشرکت مہاجرین ان کے مالک بن گئے تھے۔(121)

ان تمام قرائن اور اشارات کے باوجود ہمارے پاس ایسے پکے ثبوت اور حتمی شواہد نہیں ہیں جن کی بنیاد پر ہم بنوالنضیر کی کل اراضی کی مالیت کا صحیح صحیح تعین کر سکیں۔ البتہ ان کا ایک موٹا سا تخمینہ ضرور لگایا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا قرائن کی بنیاد پر اگر ہم اس یہودی اراضی کی کل قیمت زیادہ سے زیادہ تین لاکھ درہم فرض کر لیں تو یہ عین تقاضائے انصاف ہوگا۔ اس مفروضہ کا ایک اہم قرینہ یہ ہے کہ کچھ مدت بعد جب اموال خیبر فتح ہوئے اور عہد فاروقی میں ان کی مالیت طے کی گئی تو اس رقم سے کہیں زیادہ کم تھی جبکہ خیبر کی اراضی ہر لحاظ سے اموال بنی نضیر سے وسیع، قیمتی اور اہم تھی جیسا کہ ہم کچھ دیر بعد دیکھیں گے۔(122)

----❖❖❖----

سنہ 5 ہجری/ 27-626ء کی مہمیں

1- غزوۂ دومۃ الجندل:

اسلامی تقویم کے پانچویں برس کل پانچ مہمیں واقع ہوئیں جن میں سے صرف تین میں مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ ربیع الاول/ اگست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ دومۃ الجندل دراصل کسی قبیلہ یا گروہ کے خلاف اقدامی کارروائی نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد بعض شمالی قبیلوں کے ڈاکوؤں اور رہزنوں (قطاع الطریق)(123) کی گوشمالی کرنا اور تجارتی شاہراہوں کی حفاظت کرنا تھا کیونکہ ان ڈاکوؤں نے پورے علاقہ کے بازاروں اور ان کی تجارتی شاہراہوں پر لوٹ مار کا بازار گرم رکھا تھا اور کاروانوں کی آمدورفت میں رخنہ ڈال رکھا تھا۔(124)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تادیبی کارروائی کے نتیجہ میں کچھ مویشی بطور غنیمت ضرور حاصل ہوئے لیکن ان کی تعداد زیادہ نہ تھی کیونکہ وہ مویشی رہزنوں سے حاصل کیے گئے تھے جن کی اپنی تعداد اور عددی قوت بہت کم تھی۔ جدید مورخین و مستشرقین میں کیتانی اور موٹگمری واٹ کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ یہ مسلم کارروائی نہ تو فوجی اقدام تھا اور نہ کسی قبیلہ یا قبیلوں کے مجموعہ کے خلاف فوج کشی تھی۔(125) اس لیے ان کی تعداد بہرحال زیادہ نہیں ہوسکتی تھی۔ ہمارے مآخذ بھی اس سلسلہ میں خاموش ہیں، وہ نہ تو مال غنیمت کے مویشیوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں، نہ مسلم حصوں کا حوالہ دیتے ہیں اور نہ ہی خمس کا انداز

پیش کرتے ہیں۔ اس لیے اس مال غنیمت کی قیمت کا اندازہ محض ظن و تخمین پر ہی لگایا جاسکتا ہے۔ اگر اس کو دس ہزار درہم کے مساوی سمجھ لیا جائے تو کافی قرین انصاف ہوگا۔

2- غزوہ مریسیع:

تقریباً چھ ماہ بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور غزوہ کی قیادت فرمائی۔ اس موقع پر کارروائی فوجی نوعیت کی تھی اگرچہ وہ بھی تادیبی تھی مگر ایک اہم قبیلہ کی ایک بڑی شاخ کے خلاف کی گئی تھی۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان /بطن بنوالمصطلق خود اپنی جگہ قبیلہ بن چکا تھا۔ ان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عددی قوت نے ان کو مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا جس کی خبریں دم بہ دم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خبروں کی تصدیق اپنے ذرائع سے بھی فرمالی۔(126) پایان کار مسلم فوج نے تیز رفتاری سے کوچ کرکے اچانک بے خبری کے عالم میں ان کو جالیا۔(127) مریسیع نامی چشمہ کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی اور فتح مسلم سپاہ کو ملی۔

اس شاندار فتح کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا۔ اس میں دو ہزار اونٹوں، پانچ ہزار بھیڑ بکریوں کے علاوہ بہت سے اسلحے اور ہتھیار (سلاح) بھی شامل تھے جن کی تعداد کا ذکر مآخذ نے نہیں کیا ہے۔ اسی کے ساتھ شکست خوردہ دشمن کے کجاووں اور لشکرگاہ میں جو دوسرا مال و اسباب (رثہ، متاع) تھا وہ بھی مسلم مجاہدین کے قبضہ میں آگیا۔ اگرچہ نقد و جنس اور اسلحہ پر مشتمل اس مال غنیمت کے علاوہ دشمن کے تقریباً دو سو خاندان (حی) بھی گرفتار ہوکر اسلامی ریاست کے قیدی بن گئے تھے مگر اسی غزوہ کے دوران بنوالمصطلق کے سردار حضرت حارث بن ابی ضرار کی دختر نیک اختر حضرت جویریہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرلی۔ آپؐ نے اس رشتہ کی بنا پر آدھے قیدیوں کو بطور احسان و حسن سلوک رہا کردیا(128) اور باقی سو خاندانوں نے زرفدیہ ادا کرکے رہائی پائی۔(129)

اگرچہ ہمارے مآخذ میں زرفدیہ کی کل مالیت یا اس کی کسی شرح کا واضح ذکر نہیں ملتا تاہم دو ایسے قرینے ملتے ہیں جو کم از کم زرفدیہ کی کل مالیت کا ایک عمومی تخمینہ لگانے میں

معاون ثابت ہو سکتے ہیں: پہلا قرینہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی گرفتاری، قید اور رہائی کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں تقریباً تمام سیرتی اور حدیثی مآخذ میں یہ اہم اور دلچسپ روایت ملتی ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد وہ دو مسلم مجاہدوں حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس خزرجی اور ان کے ایک نامعلوم چچازاد بھائی کے حصہ میں مشترکہ طور سے پڑی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ دو مالکوں کے درمیان تقسیم نہیں کی جا سکتی تھیں۔ اس لیے حضرت ثابتؓ نے اپنے شریک مال اور سہیم غنیمت بھائی کا حصہ خرید لیا اور بطور قیمت مدینہ منورہ میں واقع اپنا ایک چھوٹا سا کھجور کا باغ (نخلہ) ان کو دے دیا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے دونوں حصوں کے مالک بن گئے۔ (130) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ثابت خزرجی سے اپنی آزادی کا سودا جسے فقہی اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں کر لیا کہ وہ نو اوقیہ سونا (ذھب) ان کو ادا کر دیں گی تو آزاد ہو جائیں گی۔ (131) یہ رقم چار ہزار درہم کے لگ بھگ تھی۔ غزوۂ بدر کے اسیروں اور قیدیوں کے بارے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ زرفدیہ کی گراں ترین شرح یہی رقم تھی جو بالعموم اور سماجی قدر و منزلت کے قیدیوں سے وصول کی جاتی تھی۔ زرفدیہ یا رقم مکاتبت کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد چاہی۔ صحابہ کرامؓ کے مشورہ پر آپؐ نے ان سے شادی کی تجویز رکھی اور انھوں نے اسے بخوشی قبول کر لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رقم حضرت ثابت کو ادا کر دی اور وہی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی رقم قرار پائی۔ (132)

ایک دوسرے واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھ چھوٹے بچوں کی ماں نے اپنی اور اپنے بچوں (ذریۃ) کی آزادی حاصل کرنے کے لیے چھ فرائض (وہ اونٹ جو صدقہ یا زکوٰۃ میں دیئے جاتے ہیں) بطور زرفدیہ ادا کیے اور رہائی حاصل کر لی۔ (133) یہ عام یا معمولی قیدیوں کی زرفدیہ کی معیاری شرح معلوم ہوتی ہے۔

لہٰذا اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ بنو مصطلق کے زرفدیہ ادا کرنے والے قیدیوں نے چھ سو عام قسم کے اونٹ یا کسی دوسری جنس میں یا نقد میں ان کی مساوی قیمت ادا کی تھی تو

حقیقت سے زیادہ دور نہ ہوں گے۔ اس صورت میں زرفدیہ کی کل مالیت چوبیس ہزار درہم بنے گی۔ اور اسی شرح پر مویشیوں پر مشتمل کل غنیمت کی مالیت ایک لاکھ درہم قرار پائے گی۔ مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والی دوسری چیزوں مثلاً اسلحہ اور سامان ضرورت وغیرہ کی مالیت کو بھی اس میں جوڑ لیا جائے تو کل مالیت غنائم دو لاکھ درہم سے کسی طرح زیادہ نہ ہو گی۔ اگر واقدی اور ابن سعد وغیرہ مورخین کا یہ بیان تسلیم کر لیا جائے جو بعض دوسری روایات سے معارض ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد تمام اسیران بنو المصطلق کو زرفدیہ ادا کیے بغیر بطور احسان رہا کر دیا گیا تھا تو کل مالیت میں خاصی کمی ہو جائے گی۔ بہر حال اس غزوۂ کے مال غنیمت کے باب میں بھی ہم سب سے زیادہ تخمینہ قبول کر رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مالیت مقرر کر رہے ہیں تا کہ کسی قسم کی کمی یا نقص کا احتمال نہ رہے جیسا کہ ہم نے دوسرے غزوات و سرایا کی غنیمت کے تخمینہ کے سلسلہ میں طریق کار اپنایا ہے۔

3- غزوۂ احزاب یا جنگ خندق:

اگرچہ غزوۂ احزاب یا جنگ خندق سیاسی، فوجی اور دوسرے اعتبارات سے بہت اہم مرحلہ ہے بلکہ تاریخ اسلامی میں ایک نقطۂ انقلاب ہے (134) تاہم غنیمت کے لحاظ سے اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں مسلمان مجاہدوں کو نقد و جنس پر مشتمل کوئی مال نہیں ملا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض مسلم مجاہدوں کو انفرادی معرکوں یا مبارزت کے مظاہروں میں اپنے مفتوح یا مقتول دشمن کا ساز و سامان بطور سلب مل گیا تھا جو بہت زیادہ نہ تھا۔ (135) اس کی زیادہ سے زیادہ مالیت دو تین ہزار درہم لگائی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مالی فائدہ بھی چند مسلمانوں تک محدود رہا تھا۔ کیونکہ اس غزوۂ میں شریک تین ہزار مسلم مجاہدین میں سے وہ صرف چند فاتح نبرد آزماؤں کا ہی حصہ قرار پایا تھا۔ اس سے مسلم امت کو مجموعی طور سے یا اسلامی حکومت کو خاص طور سے کوئی مالی یا اقتصادی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

4- غزوۂ بنی قریظہ:

سنہ 5 ہجری/ 627ء کا غالباً سب سے زیادہ مالا مال اور اقتصادی لحاظ سے اہم ترین وہ غزوۂ تھا جو جنگ خندق کے متصلاً بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے مسلم دشمن یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے خلاف سرانجام دیا تھا۔ مدینہ منورہ کے پہلے دو معاند یہودی قبیلوں، بنو قینقاع اور بنو النضیر کی مانند بنو قریظہ نے بھی حملہ آور دشمن یعنی قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ساز باز کے اور معاہدہ شہریت کی خلاف ورزی کی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار کیا تھا۔ اس لیے جنگ خندق کے خاتمہ کے فوراً بعد ان کا محاصرہ کرلیا اور جب انھوں نے پہلے دو یہودی قبیلوں کی طرح غیر مشروط طور سے ہتھیار ڈالے تو ان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں اسلامی حکومت کے قبضہ میں آ گئیں۔

عام روایات کے مطابق بنو قریظہ سے ملنے والے اموال غنائم میں اسلحے، اونٹ، مویشی، گھریلو سامان ضرورت جیسے برتن، کپڑے وغیرہ متعدد چیزیں شامل تھیں۔ ہتھیاروں کی تعداد واضح طور سے بیان کی گئی ہے۔ ان میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہ بکتر، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو آہنی اور پارچہ جاتی ڈھالیں (ترس وجحفہ) بتائی گئی ہیں۔ دوسرے اسباب اور ساز وسامان کی تعداد ومقدار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (136) ابھی تک مشہور عام اور سند قبولیت رکھنے والی روایات کا اصرار ہے کہ بنو قریظہ کے تمام بالغ اور قابل جنگجوئی مردوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور ان کے تمام عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر عرب وشام کے مختلف بازاروں میں بیچ دیا گیا تھا۔ ان کی آمدنی بھی مال غنیمت کا ایک بڑا حصہ تھی۔ (137) ہمارے مآخذ کی بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض انصاری صحابہ کی سفارش پر بنو قریظہ کے بعض خاندانوں کو نہ صرف معاف کر دیا تھا بلکہ ان کے اموال اور جائیدادیں بھی ان کو واپس کر دی تھیں۔ (138) بعض یہودی خاندان/ افراد اسلام لے آئے تھے۔ لہٰذا ان کے اموال، جائیدادیں، اراضی اور غیر منقولہ اسباب وسامان ان کے قبضہ وتصرف ہی میں رہنے دیئے گئے تھے۔ (139) ان واقعات کو مدنظر رکھا جائے تو بنو قریظہ کے اموال غنیمت میں کمی آنے کا کافی ثبوت بھی ملتا ہے۔

دور جدید کی دو اہم مدلل ومفصل تحقیقات نے جو ایک عرب فاضل ڈبلیو این عرفات اور ایک ہندی عالم برکات احمد کے قلم کی مرہون منت ہیں اور یہ واضح کرتی ہیں کہ بنو قریظہ کے تمام بالغ اور قابل جنگ مردوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ صرف ان کے چند مجرم سرداروں اور باغی سرغنوں کی سرکوبی کی گئی تھی۔ اسی طرح ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر بیچا گیا تھا نہ ان کے نقد اموال واسباب اور منقولہ جائیدادوں پر قبضہ کیا گیا تھا۔ ان کو بنو النضیر کے قبیلہ کی مانند مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ (140) اگر یہ تحقیقات تسلیم کر لی جائیں تو بنو قریظہ کے اموال غنیمت میں صرف ہتھیار واسلحہ نقد وجنس ومال میں اور اراضی و جائیداد غیر منقولہ مال میں رہ جاتی ہے جو اسلامی ریاست کے قبضہ میں بطور فے اراضی آئی تھی۔ اس طرح ان سے حاصل ہونے والی غنیمت کی قیمت اور مالیت کافی کم ہو جاتی ہے۔

لیکن ہمارے جدید وروایت پسند دونوں صاحب قلم طبقات نے ابھی تک جدید تحقیقات بالعموم قبول نہیں کی ہیں اور وہ مآخذ کی روایات کو بلا تحلیل وتجزیہ جوں کا توں قبول کرنے پر مصر ہیں۔ (141) اس لیے بنو قریظہ کے اموال غنیمت کا تخمینہ انہیں کے مطابق مقرر ومتعین کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس غزوہ کے باب میں مآخذ ہی سے ایک روایت حسن اتفاق اور خوش بختی سے ایسی ملتی ہے جو بنو قریظہ کے مال غنیمت کی کل مالیت کا تخمینہ لگانے میں بہت مدد کرتی ہے۔ وہ روایت حضرت محمدؓ بن مسلمہ اوسی انصاری کی سند پر ان کی چشم دید گواہی کے ساتھ بیان ہوتی ہے کیونکہ حضرت موصوف اس غزوہ کی ایک اہم شریک مجاہد بھی تھے اور انھوں نے اس میں خاصا اہم کردار بھی ادا کیا تھا۔ ان کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہسوار مسلم مجاہد کا حصہ غنیمت (سہم) مجموعی طور سے پینتالیس دینار تھا۔ اس رقم میں تمام اسباب نقد وجنس، مویشی اور اراضی میں اس کے حصہ کی رقم شامل تھی۔ (142)

اس معیاری حصہ غنیمت کی بنیاد پر اگر ہم تین ہزار پیادہ سپاہ، چھتیس گھوڑوں (143) اور اسلامی ریاست کے خمس پر مشتمل مال غنیمت کا تخمینہ لگائیں جو اس غزوہ میں شریک تھے تو ان کا کل میزان ستاون ہزار چھ سو دینار بنتا ہے۔ وہ چھ لاکھ اکیانوے ہزار

دوسو درہم کے برابر تھا۔ اس میزان میں اسلاب کے ہتھیاروں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی کی قیمت شامل نہیں ہے۔ ایک منصفانہ تخمینہ یہ ہے کہ بنو قریظہ کے غزوہ سے حاصل ہونے والی کل غنیمت کی مالیت تقریباً سات لاکھ بیس ہزار درہم یعنی چھ ہزار دینار مقرر کرلی جائے۔ یہ خاصا محتاط تخمینہ اور قابل اعتماد اندازہ ہے جو زیادہ سے زیادہ مالیت کے عنصر کی رعایت کرتا ہے۔

پانچویں سال ہجرت کو اہم اموال غنیمت کا سال بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس برس اسلامی امت اور اسلامی حکومت کو مجموعی طور سے لگ بھگ دس لاکھ درہم کی مالیت کا سامان اور اموال ملے۔ غزوات ومہمات میں اصل مال غنیمت تو غزوۂ مریسیع / بنو المصطلق اور اس سے زیادہ غزوہ بنی قریظہ سے حاصل ہوا۔ باقی مہمیں تو برائے نام مال لائی تھیں۔

اموال غنیمت لانے والی مہموں میں سب سے زیادہ اہمیت غزوۂ بنو قریظہ کی ہے۔ صرف اس بنا پر نہیں کی وہ سب سے زیادہ مال غنیمت لایا تھا بلکہ اس بنا پر کہ اس کی غیر منقولہ جائیداد اور زرعی اراضی مسلمانوں کی آبادکاری، کاروبار اور اسلامی حکومت کا ایک مستقل ذریعہ آمدنی بنی تھی۔ جس طرح ان سے پہلے دو اور یہودی قبیلوں بنو قینقاع اور بنو النضیر کی اراضی اور غیر منقولہ جائیدادیں مستقل آمدنی اور دائمی مالیت کی غنیمت بنی تھی۔ بشرطیکہ ہم جدید تحقیقات سے کلیۃً صرف نظر کرلیں۔

یہاں دو اور نکتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عام طور سے ہمارے جدید سیرت نگار اور مورخین بالخصوص مسلمان اہل قلم یہ لکھ دیتے ہیں کہ بنو قریظہ کے خاتمہ کے بعد مدینہ منورہ سے یہودی آبادی بالکل ختم ہوگئی تھی یا زیادہ سے زیادہ صرف چند یہودی افراد رہ گئے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مدینہ منورہ میں لگ بھگ دو درجن یہود کے چھوٹے بڑے قبیلے تھے جو ہمیشہ مدینہ میں رہے (145) اور بعد میں مسلمان ہوگئے یا نقل وطن کرگئے۔ مذکورہ بالا تین یہودی قبیلے اس لیے اہم بن گئے تھے کہ انہوں نے اسلامی حکومت سے غداری کی، جنگ کی اور نکالے گئے۔

-----❖❖❖-----

چھٹے سال کی مہمات نبوی

ہجرت کے چھٹے سال (جون سنہ 627ء تا مئی 628ء) کو ہم سرایا کا سال کہہ سکتے ہیں کہ اس برس صرف سرایا ہی میں مال غنیمت ملا تھا۔ اس سنہ کے تین غزوات غنیمت کے لحاظ سے بے ثمر رہے تھے۔ سرایا میں بھی اٹھارہ میں سے صرف سات میں ہی مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ مالی فائدہ یا اقتصادی نفع ہوا تھا۔

1- سریہ القرطاء:

اس سال کا پہلا یہ سریہ حضرت محمد بن مسلمہ اوسی انصاری رضی اللہ عنہ کی کمان میں القرطاء نامی علاقے کی طرف بھیجا گیا۔ بعض روایات میں مال غنیمت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مگر دوسری روایات کے مطابق مسلم غازیوں کو ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریوں پر مشتمل غنیمت ملی تھی اور تیس مجاہدین پر تقسیم ہوئی تھی۔ (146)

2- سریہ الغمر:

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے سریہ کے تین ماہ بعد چالیس مجاہدین پر مشتمل یہ مہم حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی کی قیادت میں الغمر نامی مقام کی طرف گئی اور کامیابی کے بعد دوسو اونٹ بطور غنیمت حاصل کر کے مدینہ منورہ لائی۔ (147)

3- سریہ ذوالقصہ:

اسی ماہ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح فہری مدینہ منورہ کے نواحی گاؤں ذوالقصہ ایک مہم لے کر گئے اور بعض روایات کے مطابق صرف کچھ مویشی حاصل کر سکے اور کچھ دوسری روایات کے مطابق مویشیوں کے ساتھ کچھ مال واسباب یا گھریلو سامان (رثۃ) بھی لانے

میں کامیاب رہے۔ مآخذ میں مال غنیمت کی مقدار کا ذکر نہیں ہے تاہم یہ واضح ہے کہ وہ معمولی اور حقیر تھا۔(148)

4- سریہ جموم:

اسی عرصہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولائے بزرگ اور صحابی جلیل حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کا سریہ جموم نامی علاقے کی طرف بھیجا گیا۔ دشمنوں کی سرکوبی کرنے کے بعد اس نے کچھ مویشی اور کچھ قیدی بطور غنیمت حاصل کیے جن کی تعداد کا خاص کر اول الذکر کی تعداد کا واضح ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن یہ واضح ہے کہ ان کی مالیت زیادہ نہ تھی۔(149)

5- سریہ العیص:

دو ماہ بعد حضرت زیدؓ نے العیص نامی مقام کی طرف کوچ کیا اور ایک مالدار مکی کارواں پر کامیاب تاخت کی۔ دوسرے سامان تجارت کے علاوہ اس کارواں میں خام چاندی کافی مقدار میں تھی۔ وہ سب بطور مال غنیمت مدینہ لایا گیا۔ بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ کچھ قیدی بھی پکڑے گئے تھے اور انھوں نے زرفدیہ ادا کیا تھا۔ ان میں ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع عبدشمسی بھی تھے جو اس وقت تک کفر پر قائم تھے اور بعض مآخذ کے مطابق اس کارواں کے سردار تھے۔(150) روایات کے اختلاف کے باوجود یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں سے زرفدیہ کا مطالبہ کیا گیا تھا یا انھوں نے اپنے مکی رشتہ داروں سے از خود منگوایا تھا تاکہ رہائی حاصل کی جائے۔(151) لیکن بعض دوسری روایات یہ بتاتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زرفدیہ نہ صرف واپس کر دیا تھا بلکہ حضرت ابوالعاص اور کارواں کا تمام مال بھی واپس کر دیا تھا غالباً اس بنا پر کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کو پناہ دے دی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ مکی کارواں کا لوٹا ہوا مال جب واپس کیا گیا تو ان کے کھانے پکانے کے برتن (اداوۃ) اور جانور باندھنے کی رسی (الحبل) تک واپس کر دی گئی۔(152) لہٰذا اس سریہ کو مال غنیمت کے لحاظ سے خالی سمجھنا چاہیے۔

6- سریہ الطرف:

حضرت زیدؓ نے دوسرے ماہ ایک اور مسلم سریہ کی کمان کی اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ الطرف نامی علاقے میں گئے۔ مہم کی کامیابی کے نتیجہ میں بیس اونٹ بطور غنیمت حاصل کیے جو پندرہ مجاہدوں پر تقسیم ہوئے خمس نکالنے کے بعد۔ واقدی نے ایک اور روایت بیان کی ہے جس کے مطابق ہر مجاہد مہم کو دو اونٹ یا ان کی مالیت کی مساوی تعداد میں بکریاں اور بھیڑیں ملی تھیں۔ اس صورت میں اونٹوں کی تعداد مذکورہ بالا تعداد سے ڈیڑھ گنا سے بھی زیادہ ہو جائے گی کیونکہ تیس اونٹ مجاہدوں کے حصہ میں آئیں گے اور باقی خمس اور صفی کے اونٹوں کی تعداد بھی اس میں شامل کرنی ہوگی۔ بظاہر اولین روایت زیادہ صحیح ہے لیکن دوسری روایت بھی تسلیم کرلی جائے تو زیادہ فرق مالیت کے لحاظ سے نہیں پڑے گا۔(153)

7- سریہ حِسمیٰ:

حضرت زیدؓ کا ایک اور سریہ تھا جس میں انھوں نے دشمن سے کافی مال حاصل کیا تھا مگر وہ سب کا سب ان کے مالکوں کو واپس کر دیا گیا تھا کیونکہ انھوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔ یہ بھی مال غنیمت سے خالی سریہ تھا۔(154)

8- سریہ فدک:

اس مہم کی سربراہی حضرت علیؓ نے کی تھی اور اس کی منزل خیبر کی نواحی بستی فدک تھی۔ بعض روایات کے مطابق اس میں سو مجاہد شریک تھے۔ کچھ روایات سرے سے کسی مال غنیمت کے حصول کا انکار کرتی ہیں یا کم از کم اس کا ذکر نہیں کرتیں۔ کچھ روایات سے البتہ معلوم ہوتا ہے کہ خاصا مال غنیمت ملا تھا کہ وہ پانچ سو اونٹوں اور دو ہزار بھیڑ بکریوں پر مشتمل تھا۔ اس لحاظ سے اس کی مالیت خاصی وقیع تھی۔(155)

9- سریہ ام قرفہ:

یہ مہم حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کی سربراہی میں بنو فزارہ کے ایک سرکش گروہ کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اس کی کل غنیمت ایک باندی تھی مگر ان سے بھی عام مسلمانوں کو

کوئی مالی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ باندی ایک صحابی کی زوجیت میں دے دی گئی تھیں۔(156)

اس برس کے تین غزوات اور اٹھارہ سرایا میں سے صرف سات مہموں میں مسلمانوں کو مال غنیمت ملا تھا۔ مذکورہ بالا نو سرایا میں سے دو میں مال غنیمت ملا ضرور لیکن اس کا کوئی فائدہ مسلمانوں کو مالی یا اقتصادی طور سے نہیں ہوا۔ اس لیے ہم نے ان کو مال غنیمت والی مہموں کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔

مال غنیمت کے لحاظ سے مذکورہ بالا سات مہموں میں صرف تین ایسی تھیں جن کو وقیع یا کسی حد تک مالدار کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ سریہ قرطاء سریہ الغمر اور سریہ فدک تھے۔ باقی چار مہموں میں غنیمت بہت معمولی تھی۔ خاص کر وہ مہمیں جن میں غنیمت کی مقدار وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ سنہ 6 ہجری کے دوران جن سرایا میں مال غنیمت ملا تھا ان کے تحلیل وتجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حاصل شدہ تمام مویشیوں اور جانوروں کی کل تعداد لگ بھگ ایک ہزار پچاس اونٹوں اور پانچ ہزار بھیڑ بکریوں کی بنتی ہے۔ اس میں ان مویشیوں کی تعداد بھی جوڑنی چاہیے جن کا واضح ذکر مآخذ میں نہیں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس مال میں اس اسباب اور گھریلو سامان کی مالیت بھی اضافہ کرنی چاہیے جو بعض سرایا میں مسلمانوں کو ملے تھے اور جن کی مقدار یا مالیت کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

تمام امکانات کو مد نظر رکھا جائے اور اونٹوں کی تعداد بارہ سو اور بھیڑ بکریوں کی تعداد پانچ ہزار دو سو پچاس متعین کی جائے تو قرین قیاس اور قریب انصاف ہوگا۔ اگر اس تعداد غنائم کی مالیت اس شرح پر متعین کی جائے جو ہم نے اس بحث میں اب تک اختیار کی ہے تو مویشیوں پر مشتمل غنیمت کی مالیت تقریباً اٹھتر ہزار درہم قرار پائے گی۔ اگر اس میں بعض قیدیوں کے فدیہ کی رقم اور غلاموں کی قیمت کے علاوہ تمام مقبوضہ اسباب کی مالیت بھی شامل کر لی جائے تو سنہ 6 ہجری میں حاصل شدہ تمام اموال غنیمت کی مجموعی مالیت ستر ہزار درہم مقرر کی جا سکتی ہے۔ اس میں خمس کی رقم چودہ ہزار بنتی ہے۔ اس کو منہا کر کے بقیہ رقم چار سو شریک مجاہدین مہمات میں برابر برابر تقسیم کر دی گئی تھی۔ اس حساب سے ایک معیاری مسلم حصہ صرف ایک سو چالیس درہم کی مالیت کا بنتا ہے۔ یہ سال بھر کی جنگی کوششوں کا ثمرہ تھا۔

سنہ 7 ہجری / سنہ 29-628ء کی مہمیں

ساتویں اسلامی سال / مئی 627ء تا اپریل 629ء نے کل چودہ مہموں کا مشاہدہ سعادت کیا۔ ان سے چھ غزوات تھے اور آٹھ سرایا۔ غزوات میں ایک خالصتاً مذہبی نوعیت کا اور پر امن مقصد کے لیے تھا کہ عمرہ کے لیے اختیار کیا گیا تھا اسی بنا پر اس کو عمرۃ القضاء کا نام دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں کسی غنیمت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن اس برس کی مہموں کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ بیشتر میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ضرور ملا چاہے زیادہ رہا ہو یا کم۔

1- غزوۂ خیبر:

اس برس کا یہ پہلا غزوہ تھا جس میں مسلمانوں کو نقد وجنس وغیرہ پر مشتمل مال و اسباب کے ساتھ ساتھ غیر منقولہ جائیدادوں اور زرعی اراضی پر مشتمل قیمتی غنیمت بھی ملی تھی۔ اسباب اور ساز وسامان میں کھانے پینے کی چیزیں، گھریلو سامان، زیورات، مویشی، نقد رقوم، اسلحہ اور ہتھیار وغیرہ شامل ہیں۔ بعض قیدی بھی ہاتھ آئے تھے۔

(ا) اسلحے اور ہتھیار:

واقدی اور بعض دوسرے مورخین کے مطابق مسلمان فاتحوں کو صرف قلعہ (حصن) الطاۃ سے روایتی ہتھیاروں، زرہ بکتروں، تلواروں، نیزوں خودوں وغیرہ کی ایک بڑی

تعداد کے علاوہ ایک ٹوٹی ہوئی منجنیق بھی ملی جس کی فوری مرمت کر کے نہ صرف قابل استعمال بنالیا گیا بلکہ اس کو جنگی تدبیر کے مطابق ایک مفتوحہ قلعہ کی دیوار پر نصب بھی کردیا گیا تاکہ دوسرے غیر مفتوحہ قلعوں پر خود سپردگی کے لیے دباؤ ڈالا جاسکے۔ روایت ہے کہ اس سے ایک بھی پتھر نہیں پھینکا گیا مگر دشمن پر اتنا رعب پڑا کہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ (157) منجنیق کے علاوہ محاصرہ شکن اور محصوروں اور قلعہ بندوں کی دفاعی طاقت توڑنے والے دو آلے بھی ملے جن کو دبابتہ کہا جاتا تھا۔ مسلمان مجاہدوں نے ان کو اگرچہ باقاعدہ استعمال نہیں کیا تاہم دباؤ ڈالنے کے لیے نصب ضرور کردیا تھا۔ (158) قلعہ شکن آلات کی تعداد تو مذکور ہوئی ہے مگر روایتی ہتھیاروں کی تعداد کا ذکر کم از کم قلعہ نطاۃ کی حد تک ہمارے مآخذ میں نہیں ملتا۔

قلعہ قموص کے حوالے سے البتہ ہتھیاروں پر مشتمل مال غنیمت کی مقدار و تعداد کا ذکر بہت مفصل ملتا ہے۔ اس میں ایک سو زرہ بکتر چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں مع اپنے ترکشوں (جعاب) کے شامل تھے۔ (159) تیسرے یہودی قلعہ ''الصعب بن معاذ'' سے بھی ہتھیاروں پر مشتمل ایک کافی بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔ اس میں ایک منجنیق کے علاوہ متعدد ''دبابات'' اور بہت بڑا حربی ذخیرہ (عدۃ) شامل تھا۔ (160) ان دونوں قلعوں کے علاوہ قلعہ الکتیبہ سے بھی ہتھیاروں (الحلقۃ) کی غنیمت کا ذکر ملتا ہے مگر ان کی تعداد کا حوالہ نہیں ملتا۔ (161) دوسرے یہودی قلعوں سے ہتھیاروں کی غنیمت ملنے کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔

ہتھیار و اسلحہ پر مشتمل مال غنیمت کا تخمینہ لگانے کے لیے متعدد قرینے موجود ہیں۔ اول یہ کہ مستند روایات کے مطابق خیبر کے قلعوں کے چھ گروپوں (مجموعوں) (162) میں یہودی افواج کی تعداد دس ہزار نفوس بیان کی گئی ہے جو ہر طرح سے تربیت یافتہ، مسلح اور کیل کانٹے سے لیس تھی۔ یعقوبی کی شاذ روایت کے مطابق یہودی سپاہ کی تعداد بیس ہزار تھی مگر اس کو مستند نہیں سمجھا جاتا۔ (163) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ خیبر کے صرف چند قلعے ہی فتح کیے گئے تھے اور بقیہ نے صلح کے معاہدہ کے تحت خود سپردگی کی تھی۔ (164) تیسرے یہ کہ تمام

یہودی ہتھیار مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آئے تھے کیونکہ خود سپردگی اور ہتھیار ڈالنے کے معاہدے میں اسلحہ اور ہتھیار حوالے کرنے کا ذکر نہیں ملتا جیسا کہ مدنی یہودی قبیلوں، بنو قینقاع، بنو النضیر اور بنو قریظہ کے معاہدوں کے حوالے سے مآخذ میں آتا ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ خیبر سے ملنے والے یہودی ہتھیاروں سے ایک چھوٹی موٹی فوج کو بآسانی لیس کیا جاسکتا تھا۔ (165)

(ب) مویشی:

خیبر کے مختلف قلعوں سے مویشی پر مشتمل مال غنیمت بھی کافی مقدار میں ملا تھا۔ قلعہ الصعب بن معاذ کے بارے میں صراحت کی گئی ہے کہ دوسرے سامان کے علاوہ مویشیوں میں گائیں، بھیڑ بکریاں اور گدھے بھی ہاتھ آئے تھے۔ مگر ان کی تعداد کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح بلا تعیین تعداد قلعہ ابیؔ سے مویشی (غنم) کی غنیمت ملنے کا ذکر آیا ہے۔ غالباً دوسرے قلعوں سے جانوروں کی خاصی تعداد حاصل ہوئی تھی۔ دوسرے قلعوں سے خاص کر قلعہ سلالم سے چارہ (علف) کا بہت بڑا ذخیرہ ملا تھا جو مویشیوں اور اونٹوں کی ایک بڑی تعداد کے لیے ایک بڑی مدت تک کفایت کرسکتا تھا۔ (166)

(ج) سامان رسد:

چونکہ خیبر کے یہودیوں نے قلعہ بند ہوکر لڑنے کا فیصلہ کر رکھا تھا اس لیے انھوں نے کھانے پینے کی چیزوں اور دوسرے سامان رسد کی بہت بڑی مقدار جمع کر رکھی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کو خیبر کے مختلف قلعوں سے بہت زیادہ سامان رسد ملا۔ شراب ناب کا ایک بڑا ذخیرہ قلعہ الصعب بن معاذ سے ہاتھ آیا جسے ضائع کردیا گیا مگر ان کے برتن رکھ لیے گئے۔ کھانے پینے کی دوسری چیزوں میں جو (شعیر)، گھی (سمن)، شہد (عسل)، تیل (زیت)، مکھن (ودک) اور کئی دوسری اشیاء شامل تھیں۔ قلعہ (حصن) ابی نامی سے پکا ہوا کھانا (طعام) اور غلہ کافی مقدار میں ملا تھا۔ لیکن روایات سے بہر حال یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کا ذخیرہ کردہ تمام سامان رسد مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا تھا کیونکہ قلعہ ابیؔ تو بہت چھوٹا تھا جہاں سپاہ بھی کم تھی اور ان کا سامان رسد بھی۔ البتہ قلعہ الصعب بن معاذ سے

اس کی زیادہ مقدار ہاتھ لگی تھی لیکن وہ بھی تمام ذخیرہ پر مشتمل نہ تھی، پھر یہودی سپاہ اور افسر صورت حال ناخوشگوار پاتے تو قلعہ چھوڑنے سے پہلے اس کا مال ومتاع دوسرے محفوظ قلعوں میں منتقل کردیتے تھے۔(167)

(د) گھریلو سامان:

خیبر کے متعدد مفتوحہ قلعوں سے گھریلو استعمال کی بہت بڑی مقدار بھی غنیمت میں ملی تھی ان میں اثاث (سامان ضرورت) کے عمومی ذکر کے علاوہ متعدد چیزوں کا خاص بیان موجود ہے۔ چمڑے کی چٹائیوں (ادم) کے علاوہ سونے چاندی، تانبے اور مٹی کے برتن (الفخار) کا حوالہ ہے۔ اوپر شراب کے مٹکوں اور برتنوں کا حوالہ آچکا ہے۔ قلعہ الصعب بن معاذ سے بیس تھان (علم) یمنی زردوزی کے کام والے ریشمی کپڑے (بز) اور پندرہ سو چادریں (قطیفۃ) بھی ملی تھیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسری گھریلو چیزیں بھی تھیں۔ قلعہ الکتیبہ میں کپڑے (ثیاب) اور دوسرا قیمتی ساز وسامان (الاموال) بھی پایا گیا تھا اور یہ سامان بعض دوسرے مفتوحہ قلعوں میں بھی ملا تھا۔ بقیہ قلعوں کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔(168)

(س) زیورات اور نقدی:

اموال غنیمت میں طلائی اور نقرئی سکے اور زیورات کے علاوہ بعض مدفون خزینے اور دفینے بھی شامل تھے۔ ایک یہودی خاندان بنوابی الحقیق کا گراں بہا دفینہ قلعہ سلالم میں پایا گیا جس میں کنگن (اسورۃ) کڑے (دمالف)، پازیبیں (خلاخل)، چھوٹی انگوٹھیاں (خواتم) بڑی انگوٹھیاں/ بچھوے (فتخ)، سونے کی بالیاں (قراط)، موتیوں کے ہار (نظم) اور دینار ودرہم پر مشتمل خاصی بڑی مقدار تھی۔ قلعہ الصعب بن معاذ میں موتی و مونگے (خرز) بھی کافی تعداد میں ملے تھے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس مسلم عورتوں کو دیناروں کا عطیہ دیا گیا تھا جو خیبر کے اموال غنیمت کا حصہ تھا۔(169)

(ص) قیدی:

خیبر کے مختلف قلعوں سے یہودی اور عرب قیدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مال غنیمت میں مسلمانوں کو ملی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو ایک باندی بطور غنیمت ملی تھی جسے مدینہ کے ایک یہودی مہاجن کے ہاتھ کافی بڑی قیمت (مال) پر بیچ دیا تھا۔ قلعہ الشق کے تمام یہودی خاندانوں یا عورتوں بچوں (الذریۃ) کو اور قلعہ الصعب بن معاذ کے بعض سپاہیوں کو قیدی بنالیا گیا جبکہ ان کی ایک بڑی تعداد کو قلعہ الزبیر میں پناہ لینے کا موقع دیا گیا تھا۔ بعد میں قلعہ الزبیر کی فتح کے بعد ان میں سے کئی کو غالباً قید بھی کرلیا گیا تھا لیکن واقدی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ النزار کے مجموعہ میں پائے جانے والے یہودی بچوں، عورتوں اور سپاہیوں کو قید کیا گیا تھا لیکن النطاۃ اور الشق کے قلعہ جات کے مجموعوں میں ایسا نہیں کیا گیا تھا۔ کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کے بھائی کے خاندانوں کو قیدی ضرور بنایا گیا تھا جو الکتیبہ کے مجموعہ کے ایک قلعہ سلالم میں ملے تھے۔ حضرت صفیہؓ اور ان کی ایک چچازاد بہن قید کی گئی تھیں۔ بعد میں حضرت صفیہؓ کو آزاد کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی سعادت ملی تو دو ہزار قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کردیا گیا۔(170)

(ط) عمومی تبصرے:

اگرچہ ہم نے وضاحت کی خاطر خیبر کے اموال غنیمت کو مختلف خانوں میں تقسیم کرکے بیان کیا ہے تاہم مآخذ کی روایات میں ان کا ملاجلا بیان ملتا ہے۔ واقدی کے مطابق مسلم فاتحوں نے گھریلو سامان (اثاث)، ریشمی کپڑوں (بز) چادروں (قطائف)، ہتھیاروں (سلاح)، مویشیوں (غنم بقر)، سامان رسد (طعام) اور چمڑے کی چادروں / چٹائیوں (ادم) پر مشتمل مال غنیمت پایا تھا۔ ایسی ہی روایات بعض دوسرے مآخذ میں بھی ملتی ہیں۔

مآخذ میں کچھ ایسی روایات ملتی ہیں جو خیبر کے یہودی ذخیروں کے مختلف قلعوں میں جمع کرنے اور ایک سے دوسری جگہ منتقل کرنے اور خود سپردگی یا فرار کے عالم میں ان کو دفن کرنے کی حکمت عملی کو واضح کرتی ہیں مگر اسی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھ لگنے والے

اموال غنیمت کی مجموعی تصریح بھی کرتی ہیں۔ مثلاً واقدی کی ایک اور روایت ہے کہ یہود خیبر نے اگر سب نہیں تو بیشتر ہتھیار (السلاح)، غذائی اجناس یا سامان رسد (الطعام)، روغنیات (الودک) اور محاصرہ شکن آلات (آلتہ حصونہم) یعنی منجنیق و دبابتہ وغیرہ متعدد قلعوں، خاص طور سے قلعہ النطاۃ میں اکٹھے کر لیے تھے۔ جب وہ مسلم فتوحات سے خوفزدہ ہوئے اور قلعہ النطاۃ کے زوال کا خطرہ سر پر منڈلانے لگا تو انھوں نے نہ صرف قلعہ الشق میں پناہ لی جہاں انھوں نے پہلے سے اپنے اہل وعیال کو رکھ چھوڑا تھا بلکہ تمام ہتھیاروں اور آلات حرب کو خاص قسم کے غاروں میں دفن کر گئے تاکہ فتح کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگیں۔ لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ قلعہ النطاۃ فتح ہونے کے بعد ایک یہودی قیدی نے تمام مدفون خزینوں کی نشاندہی کر دی اور وہ سارا مال مسلم حقداروں کو مل گیا۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر سے غذائی اجناس اتنی مقدار میں ملی تھیں کہ چودہ سو سپاہ پر مشتمل مسلم فوج کے ایک ماہ کے قیام خیبر کے دوران ان کی ضرورت کے لیے کافی ہوئی تھیں۔(171)

بہر حال اس امر کا قوی امکان ہے کہ خیبر کے مال غنیمت میں بعض دوسری چیزیں بھی شامل تھیں جو ہمارے ابتدائی مؤلفین سیرت اور تاریخ دانوں کی نظر سے چوک گئیں۔ اس امکان سے قطع نظر مذکورہ بالا اموال غنیمت کی مختلف النوع حیثیت ان کی وسیع مالیت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

خیبر کے اموال غنیمت کے بارے میں ایک اہم عمومی تبصرہ ان کی تقسیم یا عدم تقسیم سے متعلق ہے۔ ہمارے تقریباً تمام مآخذ یہ واضح طور سے بیان کرتے ہیں کہ ہتھیار، غذائی اجناس، چارہ اور چمڑے کی چٹائیاں مسلم مجاہدین میں تقسیم نہیں کی گئی تھیں۔ دوران جنگ ان کو جتنے ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی وہ صاحب المغانم (اموال غنیمت کے افسر اعلیٰ) یا ریاستی حربی ذخیرہ سے مستعار لیتے، ضرورت ختم ہونے پر ان کو واپس ذخیرہ حربی میں جمع کرا دیتے۔(172) اس ضمن میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ انتظام وقتی تھا یا مستقل۔ آیا ہتھیاروں کو بعض دوسرے غزوات کی مانند دوسرے اموال غنیمت کے ساتھ مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا تھا یا ان کو اسلامی حکومت و ریاست یا امت اسلامی کی مجموعی ملکیت قرار دیا گیا تھا اور

استعمال کے بعد سرکاری بیت المال میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ اندازہ یہی ہے اور بعض قرائن و اشارات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ہتھیاروں کو بھی خیبر کے غزوہ کے شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہمارے مآخذ میں ابھی تک کوئی ایسا قرینہ یا حوالہ نہیں مل سکا ہے جس کی بنا پر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ عہد نبویؐ میں اسلامی ریاست کو اپنا کوئی سرکاری حربی ذخیرہ تھا جو وقت ضرورت مسلم مجاہدین کی آلات حرب کی ضرورت کی کفالت کرتا ہو۔

خیبر کے اموال غنیمت کا تخمینہ:

اگر چہ خیبر کے اموال غنیمت کا بالکل صحیح تخمینہ لگانا مشکل ہے تاہم ناممکن نہیں کیونکہ خوش قسمتی سے مآخذ میں کچھ ایسی روایات واشارات ملتے ہیں جو ایک موٹا اندازہ لگانے میں ہماری معاونت کرتے ہیں۔ واقدی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہسوار (الفارس) مسلم مجاہد کا حصہ غنیمت (سہم) ساڑھے گیارہ دینار یا ایک سو اڑتیس درہم تھا جبکہ ایک پیادہ فوجی کا حصہ اس کا ایک تہائی یعنی تقریباً سو پینتالیس درہم۔(173)

ابن اسحاق کے حساب یعنی ''عرض'' کے مطابق ''صحابہ کرامؓ کی وہ تعداد جس میں خیبر (کی اراضی) تقسیم کی گئی اور جس میں سوار و پیادہ دونوں شامل تھے اٹھارہ سو تھی: ان میں چودہ سو پیادے تھے اور دو سو سوار۔(174)'' اس بنیاد پر تقسیم ہونے والے تمام اموال غنیمت کے تمام حصوں (غیر منقولہ جائیداد) کی مالیت سات ہزار نو سو دینار ہوتی ہے۔ یعنی کل مالیت چورانوے ہزار آٹھ سو درہم (94800) اور کل منقولہ اموال غنیمت کی جن میں اسلامی ریاست کا خمس اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی بھی شامل تھی، کل مالیت دس ہزار دینار (ایک لاکھ بیس ہزار درہم) بنتی ہے۔

اس تخمینہ میں ہتھیاروں، غذائی اجناس یا سامان رسد، چارے اور غالباً چمڑے کی چٹائیوں کی قیمت شامل نہیں ہے۔ اگر چہ ان کی قیمت کا تخمینہ آسان نہیں ہے تاہم پانچ ہزار دینار (ساٹھ ہزار درہم) کی رقم کا اندازہ مناسب تخمینہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسی کے لگ بھگ بلکہ اس سے کہیں کم اجتماعی قیمت یا مالیت رہی ہوگی۔ ان اعداد وشمار کی بنا پر ہم کسی قدر

قطعیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے غزوات و سرایا کے مقابلہ میں غزوۂ خیبر کے اموال غنیمت بہت زیادہ تھے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ مسلم مجاہدین اور شرکائے جنگ کی روز افزوں تعداد کے لحاظ سے بھی کثیر اور وقیع تھے یا نہیں۔

اگرچہ غزوۂ خیبر کے اموال غنیمت سے متعلق تمام روایات اسی نوع کی ہیں جن کا ہم نے اوپر تجزیہ کیا ہے تاہم ایک روایت ایسی بھی ہے جس کو اس موقع پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا تعلق روایات کے اختلاف یا مورخین کے نقطہ ہائے نظر کے اختلاف سے ہے۔ ہمارے ابتدائی مآخذ میں شہسوار (فارس/خیل) اور پیادہ (راجل/ماشی) سپاہی کے حصہ غنیمت (سہم) کے باہمی تناسب سے متعلق روایات مختلف ملتی ہیں۔ خیبر کے ضمن میں جیسا کہ ہم نے اوپر ملاحظہ کیا دونوں کے حصوں میں ایک اور تین کا تناسب تھا یعنی پیادہ کے ایک حصہ کے مقابلہ میں شہسوار کو تین حصے ملے تھے، ایک اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ لیکن بعض روایات ایسی ہیں جن کا اصرار ہے کہ ان کے باہمی حصوں میں ایک اور دو ہی کا فرق تھا یعنی شہسوار کو پیادہ کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملتا تھا۔ یعنی ایک حصہ سپاہی کا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کا۔(175)

اگر اول الذکر اصول/روایت کے مطابق خیبر کے اموال غنیمت میں سوار و پیادہ کے حصے مقرر کیے جائیں تو تمام منقولہ مال غنیمت کی مالیت میں تقریباً سولہ ہزار درہم کا اضافہ ہو جائے گا اور کل مالیت کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ درہم کے قریب ہوگا۔ اور مجموعی مالیت کا میزان دو لاکھ درہم سے متجاوز ہو جائے گا۔ مگر یہاں دو اشکالات کا سامنا ہے۔ اول یہ کہ اس تخمینہ کا سارا دار و مدار محض ظن و گمان پر ہے جبکہ پہلے حساب کی بنیاد ایک مضبوط روایت پر قائم ہے۔ دوم یہ کہ سوار و پیادہ کے حصوں میں تین اور ایک کا فرق بعض غزوات و سرایا خصوصاً ابتدائی مہموں میں ملحوظ رکھا گیا تھا تاکہ سوار فوج (الخیل) کی ترقی ہو اور مجاہدوں کو گھوڑوں کی خریداری یا حصول کے لیے ایک وجہ ترغیب فراہم کی جائے۔ جب اس "سرکاری حوصلہ افزائی" کی پالیسی سے سوار فوج کی طاقت خاطر خواہ بن گئی تو سوار و پیادہ کے حصوں کے فرق کو تین اور ایک سے گھٹا کر دو اور ایک کر دیا گیا۔ لیکن یہ دلیل اس وقت قبول کی

جا سکتی ہے جب اس کا وقت معلوم ہو اور خیبر کے حوالے سے اس کا پتہ لگانا مشکل ہے۔

خیبر کی پیداواری مالیت:

خیبر کی فے اراضی جس کو اصطلاح میں اموال بھی کہا جاتا ہے کھجور کے باغات، اناج اور سبزی کے کھیتوں پر مشتمل تھی۔ مالیت اور مستقل نفع کے اعتبار سے بلاشبہ غنیمت کا سب سے قیمتی جزو تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے جو معاہدہ صلح کیا تھا اس کے مطابق تمام اراضی انہی کے قبضہ و تصرف میں چھوڑ دی گئی مگر اس کی ملکیت اسلامی قانون کے مطابق مسلم مجاہدین اور اسلامی حکومت کی قرار دی گئی تھی۔ اس معاہدے کی دوسری شق یہ تھی کہ وہ اس مسلم مفتوحہ و مملوکہ اراضی پر ایمانداری اور محنت کے ساتھ کاشت کرتے رہیں گے اور کل پیداوار کو مسلم مالکوں اور یہودی کاشت کاروں میں آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا۔ یعنی بٹائی یا شراکت کا اصول قائم کر دیا گیا تھا۔ یہودی کاشتکاروں کو ان کی محنت اور بیج وغیرہ کے عوض آدھا حصہ ملتا تھا اور مسلم مجاہدین/مالکوں اور اسلامی ریاست کو ان کے حق ملکیت کے سبب دوسرا آدھا حصہ ملتا تھا۔(176)

مآخذ میں خیبر کی کل سالانہ پیداوار کا ذکر بڑی قطعیت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس کے مطابق پیداوار یا فصلوں کی تفصیل یوں ہے:

1- کھجور (تمر)......چالیس ہزار وسق

2- جو (شعیر)......پندرہ ہزار صاع

3- نوی (گٹھلی)......پانچ ہزار صاع(177)

اس میں سے مسلم حصہ آدھا تھا یعنی بیس ہزار وسق کھجور، ساڑھے سات ہزار صاع جو اور ڈھائی ہزار صاع نوی۔ اصلاً یہ حساب ہمارا اپنا ہے جو واقدی وغیرہ کے بیانات کی روشنی میں لگایا گیا ہے۔ بقول مورخین قلعہ الکتیبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی نصف پیداوار اسلامی ریاست کے خمس میں آتی تھی۔ اس کی کل پیداوار تھی، آٹھ ہزار وسق کھجور، تین ہزار صاع جو اور ایک ہزار صاع نوی۔ اس پانچویں حصے کو ضرب دیا جائے تو کل پیداوار کا میزان وہ آتا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ شق، نطاۃ وغیرہ دوسرے قلعے اور ان

کی پیداوار نصفا نصف مسلمان مجاہدوں اور یہودی کاشتکاروں میں تقسیم ہوتی تھی۔

ایک بار پھر ہم کو زمینی پیداوار اور کل مفتوحہ اراضی کی مالیت متعین کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ مگر خوش قسمتی سے غزوہ خیبر یا اراضی خیبر کے حوالے سے مآخذ میں کچھ ایسے قرینے، اشارے اور حوالے مل جاتے ہیں جو غیر منقولہ اراضی کے حصص کی قیمت اور اس کی بنیاد پر کل اراضی کی مالیت متعین کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو غفار کے ایک مجاہد کا حصہ غنیمت جو اموال منقولہ اور جائیداد غیر منقولہ دونوں میں اس کے سہم پر مشتمل تھا، دو اونٹوں (بعیرین) کے عوض خرید لیا تھا۔ (178) ایک دوسری دلچسپ روایت خیبر میں ملنے والے اونٹوں کی قیمت کے تعین میں مدد دیتی ہے۔ اس کے مطابق خیبر کے خمس میں سے ایک اونٹ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ مجاہدہ حضرت ام سنانؓ کو جو بنو اسلم کی فرد اور ایک ماہر طبیب وجراح تھیں اور اسی حیثیت سے غزوۂ خیبر میں شریک ہوئی تھیں بطور تحفہ/ انعام عطا فرمایا تھا کہ خواتین کو مال غنیمت سے حصہ نہیں بلکہ انعام وعطیہ ملتا تھا۔ صحابیہ موصوفہ نے خیبر سے واپسی پر وہ اونٹ سات دینار یا چوراسی درہم میں فروخت کر دیا تھا۔ (179) غزوۂ خیبر میں شریک ایک اور مجاہد حضرت فضالہؓ بن عبید کو بطور حصہ غنیمت (سہم) ایک ہار (قلادہ) ملا تھا جس کو انہوں نے آٹھ دینار یا چھیانوے درہم میں بیچ دیا تھا۔ (180) ان میں سب سے زیادہ واضح، اہم اور دلچسپ روایت حضرت غزیہ بن عمرو انصاری سے متعلق ہے جس کے مطابق انہوں نے خلافت عثمانی میں کسی وقت قلعہ الشق میں واقع کسی کے تین حصے صرف تیس دینار یعنی تین سو ساٹھ درہم میں خرید لیے تھے۔ (181)

ان تمام روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلم معیاری حصہ غنیمت کی مالیت سات سے دس دینار تک تھی۔ احتیاط کے طور پر ہم آخری حد کو اختیار کر لیتے ہیں یعنی ایک معیاری حصہ دس دینار کا تھا جو ایک سو بیس درہم کے مساوی تھا۔ اگر اس بنیاد پر اموال خیبر کے تمام اٹھارہ سو مسلم حصوں کی مالیت متعین کریں تو وہ اٹھارہ ہزار دینار یا دو لاکھ سولہ ہزار درہم بنتی ہے۔ اس میں خمس کی قیمت یا مالیت چار ہزار پانچ سو دینار یا چون ہزار درہم

جوڑے جائیں تو خیبر سے حاصل ہونے والی غنیمت کے تمام حصوں، خمس اور صفی وغیرہ کی مجموعی مالیت بائیس ہزار پانچ سو دینار یا دو لاکھ ستر ہزار درہم بنتی ہے۔ بعض دوسرے فوائد یا حساب میں کمی بیشی یا نقص وغیرہ کے احتمالات کو بھی مدنظر رکھا جائے تو مجموعی مالیت کل پچیس ہزار دینار یا تین لاکھ درہم بہ آسانی متعین کی جا سکتی ہے۔ یہ اپنی جگہ محتاط وموزوں تخمینہ ہونے کے علاوہ اس معاوضہ سے بھی لگا کھاتا ہے جو خلافت فاروقی میں یہود خیبر کو ان کی جلاوطنی کے وقت ان کے نصف حصہ اراضی یا حصہ پیداوار کے عوض دربار خلافت سے دیا گیا تھا۔ بہر حال منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادوں پر مشتمل کل غنائم خیبر کی مالیت چالیس ہزار دینار یا چار لاکھ اسی ہزار درہم بنتی ہے جو ہر لحاظ سے قابل قبول ہے۔

خیبر کی نواحی بستیوں کی غنیمت:

نقد مال غنیمت کے اعتبار سے اس برس کی بقیہ مہمیں زیادہ اہم نہ تھیں لیکن اراضی یا غیر منقولہ جائیدادوں کے لحاظ سے بعض غزوات خیبر کی طرح کافی مالدار ثابت ہوئے اگرچہ ان کے اموال کافی کم تھے۔ ان میں خاص مہمیں فدک، تیماء اور وادی القریٰ کی نواحی بستیاں تھیں جو غزوہ خیبر کے معاً بعد اسلامی ریاست کے قبضہ میں آئیں۔ بقیہ نجد، فدک، میفعہ اور الجناب کے چار سرایا تھے اور موخر الذکر تقریباً مال غنیمت سے خالی تھے۔

(ا) غزوات فدک وتیماء ووادی القریٰ:

خیبر کی فتح کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نواحی یہودی بستیوں کے خلاف بھی فوجی کارروائی کی تاکہ اس علاقے سے یا حجاز سے یہودی فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ مآخذ کی روایات کے مطابق تینوں بستیوں نے اسلامی ریاست کی سیاسی بالادستی قبول کر لی اور بطور خراج خیبر کی مانند اپنی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کرنے پر صلح کر لی۔ گویا کہ انہوں نے بھی اراضی کی ملکیت پر اسلامی ریاست کا حق تسلیم کر لیا تھا اور اپنے آپ کو اسلام کا مزارع مان لیا تھا۔ فدک اور تیماء نے بلا کسی حیلہ وحجت یا جنگ وجدال کے معاہدہ صلح کر لیا تھا جبکہ وادی القریٰ نے پہلے تھوڑی سی زور آزمائی کرنے کے بعد صلح کی تھی جیسا کہ خیبر والوں نے کیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چنانچہ پہلے دو یہودی بستیوں ......فدک وتیماء...... سے مال واسباب، ہتھیار و اسلحہ اور مویشیوں وغیرہ اموال منقولہ پر مشتمل مال غنیمت نہیں ملی۔ جبکہ وادی القریٰ سے منقولہ اسباب اور مویشیوں کی شکل میں کچھ نہ کچھ مال ملا تھا۔ واقدی کے مطابق یہ مال غنیمت کچھ گھریلو سامان (اثاث) اور دوسرے ''اسباب کثیر'' (متاع کثیر) پر مشتمل تھا۔ (184) غیر منقولہ اسباب وجائیداد میں اراضی کی ملکیت کا حق اور سالانہ پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج ملا تھا۔

ان تینوں یہودی بستیوں کی مفتوحہ اراضی، ان کی سالانہ پیداوار، اس کی مالیت اور وادی القریٰ کے منقولہ مال واسباب وغیرہ کی مقدار و مالیت کا کوئی سراغ مآخذ میں نہیں ملتا۔ اسی طرح اس میں مسلم اور یہودی حصوں کے بارے میں بھی کوئی حوالہ اور قرینہ تک نہیں ملتا۔ ان حالات میں ان یہودی بستیوں سے حاصل شدہ مال غنیمت کا تخمینہ لگانا مشکل ہے۔

بہر کیف بعد کے زمانے سے متعلق ایک روایت ملتی ہے جس سے اس کا کچھ تخمینہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب حجاز کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کیا تو فدک کے یہودیوں کو ان کے نصف حصہ پیداوار کا معاوضہ پچاس ہزار درہم ادا کیا۔ گویا کہ انہوں نے فدک کی اراضی کی کل قیمت ایک لاکھ درہم قرار دی جس میں سے نصف کے مالک مسلمان مجاہدین یا ان کی جانب سے اسلامی ریاست تھی۔ (185)

اس روایت کی بنیاد پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ باقی دو یہودی بستیوں، تیماء اور وادی القریٰ، کی مالیت بھی کم وبیش اتنی ہی تھی۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے جس کے صحیح ہونے کے متعدد قرائن ہیں تو ان تینوں یہودی بستیوں کی اراضی کی کل مالیت تین لاکھ درہم تھی اور اس کا نصف یعنی ڈیڑھ لاکھ درہم مسلمانوں کو بطور خراج ملتا تھا۔ عہد نبویؐ میں اس حساب سے خیبر اور اس کی تینوں نواحی بستیوں سے جو مال غنیمت ملا وہ زیادہ سے زیادہ ساڑھے چھ لاکھ درہم بنتا ہے جو کافی موزوں تخمینہ کہا جاسکتا ہے۔

دوسری مہمیں

1- سریہ نجد:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں جانے والے اس سریہ کی نوعیت ایک آزاد مہم کی نہ تھی بلکہ یہودی مہموں کے بعد کے حالات کے نتیجہ میں ایک ذیلی سریہ بن گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نجد کے علاقے کے بنو کلاب قبیلہ کے ایک باغی اور سرکش حصہ کی گوشمالی کرے کیونکہ وہ امن وامان کے لیے خطرہ بن گئے تھے۔ فطری طور سے اس سریہ میں کچھ زیادہ مال غنیمت ملنے کی توقع نہ تھی۔ مآخذ کی روایات کی صراحت کے مطابق مسلمانوں کو کچھ مال ضرور ملا لیکن اس کی مقدار کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ واقدی اور ابن سعد وغیرہ کا بیان ہے کہ اس سریہ میں حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک عورت کو قیدی بنالیا اور اس کو جب مدینہ لایا گیا تو کسی کے حوالے نہیں کیا گیا بلکہ مکہ والوں سے ایک مسلمان قیدی کے عوض بدل لیا گیا۔ مسلمانوں کو ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مالی نفع نہیں ہوا سوائے اس کے کہ ان کا ایک قیدی بلا فدیہ رہا ہوگیا۔ اس باندی قیدی کا زر فدیہ اور کچھ مال غنیمت زیادہ مالیت کا بلاشبہ نہ تھا ورنہ مآخذ میں اس کا ذکر ضرور ملتا۔ (186)

2- المیفعہ کی مہم:

روایات میں اختلاف ہے کہ یہ مہم المیفعہ کی طرف گئی تھی یا اس کی منزل فدک تھی لیکن بیشتر مورخین کی رائے یہی ہے کہ وہ المیفعہ نام کے مقام کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ مہم حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی کی کمان میں روانہ کی گئی تھی۔ اس کا

مقصد بھی تادیبی تھا کہ بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ نامی دو چھوٹے چھوٹے گروہوں کو سزا دے
کیونکہ انہوں نے ایک مسلم جماعت پر حملہ کیا تھا۔ مسلم سریہ کا حملہ کامیاب رہا۔ انہوں نے
دشمن کی سرکوبی کرنے کے بعد ان کے مویشی (الغنم والشاء) پکڑ لیے اور ان کے کچھ بچوں
اور عورتوں (النساء والذریۃ) کو بھی بطور قیدی مدینہ لائے۔ دو سو مجاہدین پر مشتمل اس مہم
کے ہر سپاہی کو سات اونٹ (البعیر) یا ان کے مساوی بھیڑ بکریاں (الغنم) بطور غنیمت
ملیں۔ (187) اس کا مطلب یہ ہوا کہ مویشیوں، قیدیوں اور دوسرے سامان و اسباب پر
مشتمل مال غنیمت کی کل مالیت ایک ہزار سات سو پچاس اونٹوں کی قیمت کے مساوی یا
اس سے کچھ زیادہ تھی۔

3- سرایائے حضرات غالب لیثی اور بشیر انصاری:

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کی قیادت میں دو مہمیں اس علاقے میں بھیجی گئی
تھیں اور پھر بشیر بن سعد انصاری ایک مہم علاقہ الجناب میں لے گئے تھے۔ ان تینوں مہموں
میں مسلمان مجاہدوں کو کچھ مویشی (الغنم والشاء) مال غنیمت میں ملے تھے۔ مگر ان کی تعداد یا
مسلم حصوں کا ذکر نہیں ملتا۔ غالباً اس کا ایک اہم ترین سبب یہ تھا کہ ان کے اموال غنیمت کی
مقدار زیادہ نہ تھی۔ (188)

ظاہر ہے کہ سنہ 7ہجری/ 628-29ء کی ان آخری مہموں اور سرایا کے اموال
غنیمت کا تخمینہ لگانا خاصا مشکل ہے اور صرف ایک مہم کے سوا باقی میں محض ظن و گمان سے ہی
کام لینا پڑے گا۔ اگر ہم ان آخری مہموں کے مال غنیمت کا مجموعی تخمینہ دو لاکھ درہم لگالیں تو
وہ خاصا منصفانہ و قرین قیاس معلوم ہوگا۔ ہمارے اس حساب کتاب کے مطابق ساتویں
برس کی تمام مہم جوئی کے نتیجہ میں ملنے والے تمام اموال غنیمت کی مجموعی مالیت تقریباً
ساڑھے آٹھ لاکھ درہم آتی ہے جو بظاہر خاصی بڑی رقم لگتی ہے۔

اس پوری غنیمت میں منقولہ مال و اسباب کی مالیت بہت زیادہ نہ تھی۔ بظاہر غیر
منقولہ اراضی پر مشتمل غنیمت کے نصف کے قریب نظر آتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں
کہ مجموعی میزان میں دونوں کے پلڑے برابر تھے تو عارضی اور مستقل نفع کے اعتبار سے

یہودی بستیوں کی مفتوحہ اراضی کی مالیت غیر منقولہ جائیداد کے پلڑے کو جھکا دیتی ہے۔ خیبر
کی فتوحات سے جو مستقل آمدنی کے ذرائع اور مقررہ پیداوار کے وسائل ہاتھ آئے تھے،
انہوں نے مسلم مجاہدوں کو تو مالا مال کیا ہی تھا مدینہ منورہ کی مسلم امت کی فارغ البالی یا خوشحالی
کی ضمانت بھی فراہم کردی تھی۔ کیونکہ روایات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں سے
قطع نظر خود خاندان رسالت مآبؐ کو ان کی پیداوار نے پیٹ بھر اناج فراہم کیا تھا۔ (189)

آٹھویں برس کے غزوات وسرایا

ہجرت نبوی کے آٹھویں برس (8ہجری/ 30-629ء) اگر چہ بیس غزوات وسرایا ترتیب دیئے گئے، مگر ان میں سے صرف آٹھ نو میں مال غنیمت ملا اور باقی گیارہ بارہ غنیمت کے لحاظ سے خالی گئے۔ غزوات میں صرف ایک میں کچھ مال غنیمت ملا۔ ایک اور غزوہ میں ملا تھا لیکن وہ بہت کم تھا۔ باقی سرایا زیادہ مالدار نہ نکلے کہ ان کی مجموعی مالیت بھی معمولی تھی۔ ذیل میں ان کی تفصیل سے مزید تجزیہ کا موقع ملے گا۔

1- سریہ الکدید:

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کی قیادت میں صفر/ جون کے زمانے میں علاقہ الکدید کا رخ کیا گیا۔ روایات میں اختلاف ہے کہ اس مہم میں دس مجاہدین شامل تھے یا پندرہ، بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ یہ بہت معمولی مہم تھی جو تادیبی کارروائی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اس مہم کو کامیابی کے نتیجہ میں چند قیدی اور کچھ مویشی ملے جن کی تعداد بہت کم تھی۔ اس سے حاصل ہونے والی غنیمت کی مالیت بھی معمولی تھی۔ (190)

2- سریہ السی:

دوسرے ماہ (ربیع الاول/ جولائی میں) حضرت شجاع بن وہب اسدی کی کمان میں چوبیس مجاہدین پر مشتمل دستہ نے علاقہ السی پر حملہ کیا اور کارروائی کر کے کچھ مال غنیمت

حاصل کیا۔ روایات وضاحت کرتی ہیں کہ اس سریہ میں شریک ہر مجاہد کو اس کے حصہ غنیمت کے بطور پندرہ اونٹ یا اس کی قیمت کے مساوی بھیڑ بکریاں ملیں۔ گویا کہ اس مہم میں کل چار سو پچاس اونٹ یا ان کی قیمت کے برابر مویشی ملے تھے۔ یہ تعداد خمس ریاست اور مجاہدین کے حصوں پر حاوی ہے۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی بھی شامل رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مہم کی کل مالیت اٹھارہ ہزار درہم تھی۔ کچھ قیدی بھی ہاتھ لگے تھے لیکن وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی پر رہا کر دیئے گئے تھے کیونکہ ان کے عزیزوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر دعویٰ کیا تھا کہ وہ مسلمان ہیں اور ان پر غلطی سے حملہ کیا گیا ہے۔ مال اس لیے واپس نہ کیا جاسکا کہ تقسیم ہو چکا تھا۔ (191)

3- سریہ موتہ:

جس کو عام طور سے مآخذ میں غزوہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عظیم الشان مہم تھی جو فلسطین کے علاقے میں وقت کی غالباً سب سے بڑی طاقت رومی شہنشاہیت کے مقابلہ میں بھیجی گئی تھی۔ اسے عام طور سے ناکام مہم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اپنے مقاصد میں کافی کامیاب رہی تھی۔ اسی کامیابی کے نتیجہ میں بعض مجاہدوں کو کچھ مال غنیمت بھی ملا تھا اس میں کچھ تو اسلاب کی شکل میں تھا اور کچھ ساز وسامان یا زیورات کی صورت میں۔ روایات کے مطابق ایک سپاہی کو ایک طلائی انگوٹھی ملی تھی جبکہ ایک دوسرے مجاہد کو اس کے حریف سپاہی کے خود سے ایک یاقوت (یــاقــوتة) حاصل ہوا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اور دوسرے مجاہدوں کو ان کا مال غنیمت کلی طور سے بخش دیا تھا اور اسی میں صفی اور خمس کا حصہ نہیں نکالا تھا کہ مال غنیمت بہت کم تھا۔ امکان ہے اور ان دو روایتوں سے اس کو تقویت پہنچتی ہے کہ اس سریہ میں ہتھیاروں اور دوسرے مال واسباب پر مشتمل غنیمت بھی ملی تھی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ مخزومی نے حضرت عوفؓ بن مالک کے کہنے کے باوجود ایک حمیری مجاہد کو اس کے مقتول کا سلب نہیں دیا تھا کہ وہ ان کو زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اسے مستحق مجاہد کے حوالے کر دیا تھا۔ دراصل مجموعی طور سے اس سریہ کی مالیت بہت کم تھی۔

حضرت غزیہ انصاری کے حصہ غنیمت سے اس کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے حاصل کردہ یاقوت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں کسی وقت ایک سو دینار میں بیچ دیا تھا اور اس رقم سے ایک کھجور کا باغ خرید لیا تھا۔ واقدی نے اس کے لیے "حدیقة نخلة" کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور تصریح کی ہے وہ مدینہ منورہ کے خاندان بنو خطمہ/اوس کے علاقے میں واقع تھا۔ غالباً وہ چند درختوں پر مشتمل باغ تھا کہ یہ اصطلاح بالعموم ایک جھنڈ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ (192)

4- سریہ ذات السلاسل:

فوجی اور سیاسی اعتبار سے بہت اہم مہم تھی لیکن غالباً مال غنیمت کے اعتبار سے بہت معمولی ثابت ہوئی۔ مشہور صحابی حضرت عمروؓ بن العاص سہمی کی کمان میں شمالی علاقہ کے قبیلوں کی طرف بھیجی گئی تھی اور اس کا مقصد تعلقات کی استواری تھی۔ روایات کے مطابق پہلے حضرت عمروؓ بن العاص کی کمان میں تین سو مجاہدین بھیجے گئے تھے پھر بطور کمک مزید دو سو مجاہدین حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح فہری قریشی کی کمان میں روانہ کیے گئے۔ اس طرح کل تعداد پانچ سو ہوگئی تھی۔ اپنے مقصد کی بنیاد پر یہ مہم زیادہ مال غنیمت حاصل بھی نہیں کرسکتی تھی اور روایات بھی وضاحت کرتی ہیں کہ صرف چند مویشی ملے تھے جن کو بھوکے سپاہیوں کی شکم پری کے لیے قربان کیا گیا تھا۔ روایات میں مویشیوں کی تعداد یا دنوں کی تعیین نہیں کی گئی ہے ورنہ مویشیوں کی تعداد روزانہ غذائی ضرورت کے اعتبار سے متعین کرلی جاتی کہ غزوۂ بدر کی روایات کی شہادت کے مطابق تین سو کے لیے روزانہ تین اور پانچ سو افراد کے لیے پانچ اونٹوں کا گوشت کافی ہوتا تھا یعنی فی صد ایک اونٹ کافی ہوتا تھا۔ بہر حال یہ غنیمت کافی معمولی تھی۔ (193)

5- سریہ خضرہ:

غالباً مال غنیمت کے لحاظ سے کافی اہم سریہ تھا۔ یہ مہم حضرت ابوقتادہؓ بن ربعی کی کمان میں علاقہ خضرہ کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس نے کارروائی کرکے کچھ قیدیوں کے علاوہ دو سو اونٹوں اور ایک ہزار بھیڑ بکریوں پر مشتمل مال غنیمت حاصل کیا تھا۔ سولہ نفری مہم کے ہر

شریک مجاہد کو بارہ اونٹ یا ان کے مساوی بھیڑ بکریاں بطور حصہ غنیمت ملی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض قیدیوں نے زرفدیہ بھی دیا تھا جس کا نفع مجاہدین اور اسلامی ریاست کو بالترتیب حصص اور خمس کی صورت میں ہوا تھا۔ (194)

ان تمام مہموں سے حاصل ہونے والے اموال غنیمت کی مالیت کا اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ کیونکہ روایات میں کچھ قرینے مدد کرتے ہیں اور کچھ یہ حقیقت بھی کہ مال غنیمت کی مقدار زیادہ نہ تھی۔ اگر ان تمام پانچوں مہموں کی غنیمت کا تخمینہ پچاس ہزار درہم متعین کیا جائے تو تقریباً بالکل صحیح ہوگا۔

6- فتح مکہ:

فتح مکہ اسلام کی غالباً غزوہ بدر کے بعد سب سے بڑی فتح تھی مگر مال غنیمت کے اعتبار سے وہ کسی شمار وقطار میں نہیں آتی۔ چونکہ بعض روایات میں کچھ "مال" ملنے کا حوالہ آتا ہے اس لیے اس کو بھی یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ عام طور سے قریش مکہ نے اسلام کی سیاسی، فوجی اور مذہبی طاقت سے مرعوب ہوکر مقابلہ سے پہلوتہی کی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عام معافی بھی دے دی تھی اس لیے غنیمت ملنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن قریش کے بعض جوشیلے نوجوانوں اور قبیلہ ہذیل کے بعض جھگڑالو جنگجوؤں نے حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی کے شہسوار دستے سے بلاوجہ مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ غالباً ان کا سلب مسلمانوں کو ملا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک قریشی جنگجو ابن خطل نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے تھے جن میں اس کا زرہ بکتر، اس کے اندر پہننے کی صدری (صفف) اور سوتی اور آہنی خود (مغفر و بیضہ) شامل تھے۔ مجاہدوں نے اس کے گھوڑے پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ مورخ یعقوبی کی روایت ہے کہ کچھ مال خانہ کعبہ کے اندر بھی پایا گیا تھا جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مسلم غازیوں کو عطا کردیا تھا اور اس کو عام تقسیم کے طریقہ کے مطابق نہیں بانٹا تھا۔ (195)

7- صنم کدوں کے خلاف مہمات:

فتح مکہ کے بعد جو مہمیں جھوٹے خداؤں کے گھروں کو ڈھانے کے لیے بھیجی گئی تھیں سب کی سب غنیمت سے خالی نہ تھیں۔ ان میں سے بعض میں اچھا خاصا مال ملا تھا۔

روایات کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی کو عزیٰ کے صنم کدے سے کچھ زیورات ملے تھے جو وہاں چڑھاوے کے طور پر چڑھائے جاتے تھے مگر ان کی تعداد یا ان کی مالیت کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔(196) اسی طرح طائف کے صنم کدہ ''لات'' میں کچھ زیورات، سونے ہیرے پر مشتمل دوسرا مال (الذہب والجا) ملا تھا۔ اس مال کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا بلکہ طائف وثقیف کے دو فرزندان اسلام کا قرض اتارنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا حالانکہ ان کے قرض خواہ قبیلہ والوں نے ان کو محض اسلام کی بنا پر قتل کر دیا تھا۔(197)

یہ ممکن ہے کہ اس نوع کی بعض دوسری سرایا کی کارروائیوں کے نتیجہ میں کچھ اور مال ملا ہو لیکن ان سے متعلق روایات میں اس کا کوئی پکا ثبوت یا قطعی قرینہ نہیں ملتا۔ بہر حال مذکورہ بالا مہموں میں مالِ غنیمت ملنے کے سبب یہ امکان زیادہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ملا ضرور تھا۔ اندازہ ہے کہ اس کی مالیت کچھ ایسی زیادہ نہ تھی۔ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ ان کی تقسیم کا ذکر مآخذ کی روایات میں نہیں ملتا۔ دوسرے یہ کہ لات کے صنم کدہ سے ملنے والی غنیمت کو دو مسلمانوں کا قرض اتارنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ تیسرے یہ کہ صنم کدوں میں عام طور پر چڑھاوے چڑھتے تھے جو وہاں محفوظ بھی رکھے جاتے تھے جن سے ان کے پجاری متمتع بھی ہوتے تھے۔

8- غزواتِ حنین وطائف:

فتح مکہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ کی دوسری سب سے بڑی طاقت قبیلہ ہوازن کے خلاف اقدام کیا کیونکہ دشمن مکہ مکرمہ اور رسول اکرم صلی اللہ علی وسلم پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ ہوازن روایتی طور سے قریش کے حریف تھے اور اس کے بعض خاندانوں سے عمدہ تعلقات کے باوجود قریش کو دشمن یا حریف ہی سمجھتے تھے اور اسلام کے دشمن تو تھے ہی۔ اس لیے ان کے سپہ سالار مالک بن عوف نصری اپنے تمام خاندانوں یعنی عورتوں، مردوں اور بچوں کے علاوہ تمام مال واسباب اور مویشی وغیرہ میدان جنگ میں ساتھ لائے تھے تاکہ فرار کا راستہ غیرت قومی سے مسدود ہو جائے، اگرچہ ان کے عظیم ترین سردار اور بوڑھے سالار درید بن الصمہ کو اس سے اختلاف تھا۔ غزوات اوطاس

وطائف دراصل غزوہ حنین ہی کے ضمیمے تھے کہ اسی کے ضمن میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔(198)

انہیں اسباب سے جب مسلمانوں کو فتح عظیم ملی تو ان کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت لگا۔ ہمارے مآخذ کی روایات میں اس کی مختلف اشیاء کی تعداد ومقدار میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اموال غنیمت کے مختلف انواع میں مویشی، خام چاندی، زیورات اور دوسرا مال واسباب شامل تھا جن کا الگ الگ تذکرہ زیادہ مناسب رہے گا۔

(ا) مویشی:

غزوہ حنین کے سب سے بڑی غنیمت قبیلہ ہوازن کے پالتو جانور تھے جن میں اونٹ اور بھیڑ بکری شامل تھے۔ ان سے متعلق روایات میں خاصا اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے مرتب ابن ہشام کی روایات مبہم ہیں کہ ان کی تعداد بے شمار تھی۔ واقدی کی بعض روایات نے ان کو شمار کی حد سے پرے بتایا ہے لیکن بعض دوسری روایات میں ہے کہ اونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی جبکہ بھیڑ بکریاں چالیس ہزار یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ تھیں۔ ان کے شاگرد و کاتب ابن سعد نے صرف بھیڑ بکریوں کی تعداد چالیس ہزار بتائی ہے مگر اونٹوں کی تعداد کی صراحت نہیں کی۔ مورخ یعقوبی کی ایک روایت یہ ہے کہ اونٹ (ناقہ) یا اونٹنیاں بارہ ہزار تھیں۔ امام طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس کے مطابق اونٹوں کی تعداد صرف چھ ہزار تھی مگر بھیڑ بکریاں (الشاء) بے حد وحساب تھیں۔ ابن اثیر نے کسی بھی نوع غنیمت کی تعداد نہیں بیان کی جبکہ ابن خلدون نے مویشیوں کا ذکر ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ امام ابن کثیر نے البتہ تمام روایات جمع کر دی ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑ بکریوں کی تعداد بے شمار تھی' اس صورت میں ہم مختلف وجوہ سے واقدی اور ان کے شاگرد ابن سعد کی روایات تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں اونٹوں اور دوسرے مویشیوں کی تعداد متعین طور سے سب سے زیادہ بتائی گئی ہے یعنی چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار دوسرے مویشی۔(199)

(ب) چاندی سونا:

عام مآخذ سیرت میں سے صرف واقدی اور ان کے شاگرد ابن سعد نے ذکر کیا

ہے کہ غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں چار ہزار اوقیہ چاندی ملی تھی جو دراہم کی صورت میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم بنتی ہے۔ یہ بھی خاصی بڑی رقم تھی۔ غالباً یہ چاندی پورے قبیلہ کی نقد رقوم پر مشتمل تھی۔ بعض روایات موتیوں کے ہاروں (عقد) اور زیوروں (حلی) وغیرہ کا بھی ذکر کرتی ہیں۔ (200)

(ج) قیدی:

چونکہ ہوازن کے سالار اعظم قبیلہ کی تمام ذریت بھی ساتھ لے آئے تھے اس لیے فتح کے بعد ان میں سے زیادہ تر مسلمانوں کے قیدی بنے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے مگر چھ ہزار قیدی پکڑے گئے۔ مگر ان سے کوئی مالی نفع نہیں ہوا کیونکہ ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی پیروی میں ان کے مسلم مالکوں نے رہا کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ کے خاتمے کے بعد بنو سعد بن بکر کے بعض سر برآوردہ حضرات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو رہا کرنے کی التجا کی تھی کہ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں، خالائیں اور دوسری رشتہ دار خواتین تھیں اور آپ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ سعدیہ اور ان کے دودھ کے احترام و تقدس میں ان سب کو رہا کر دیا تھا۔ البتہ غزوہ اوطاس میں بعض قیدیوں خاص کر خاتون قیدیوں پر مشتمل غنیمت کے تقسیم ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ (201)

(د) دوسرے اسباب:

مورخ یعقوبی نے صراحت کے ساتھ اسلاب کو مال غنیمت میں شمار کیا ہے مگر دوسرے ساز و سامان اور متاع و اسباب کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔ البتہ عام ذکر یہ ضرور ملتا ہے کہ حنین کے اموال غنیمت میں گھریلو سامان ضرورت بھی شامل تھا۔ اس ضمن میں بعض بہت دلچسپ روایات ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمی کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ ان کو ایک سوئی (ابرہ) مل گئی تھی جو انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ عبد شمسی کو کپڑے سینے کے لیے دے دی تھی۔ مگر جیسے ہی اعلان ہوا کہ ہر مجاہد حاصل شدہ مال غنیمت سرکاری خزانے میں جمع کرا دے خواہ وہ

کتنا ہی حقیر اور معمولی کیوں نہ ہو تو حضرت عقیل نے وہ معمولی سوئی بھی لے جا کر جمع کرا دی۔ ایک دوسرے مجاہد کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے اس اعلان عام کے بعد اون کا ایک گولہ (شعر) لا کر سرکاری خزانے میں جمع کرایا تھا۔ ان روایات سے بہر حال یہ یقین ہوتا ہے کہ کافی سامان ضرورت غزوہ حنین کے اموال میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ اسلاب بھی شامل غنیمت تھا جیسا کہ بعض روایات سے واضح ہوتا ہے۔ (202)

تقسیم غنائم:

اگرچہ پہلے قیدیوں کو بھی مسلم مجاہدوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں ان کو رشتہ داری، اخوت، قرابت، اسلامی محبت اور رضاعی نسبت کی بناء پر ان کو آزاد کر دیا گیا۔ باقی اموال غنیمت مسلم مجاہدوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا گیا۔ یہ تقسیم ظاہر ہے کہ ریاست اسلامی کے خمس اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی نکالنے کے بعد ہی عمل میں آئی تھی۔

اسلامی ریاستوں کے افسر عرض اور مسلم مجاہدین کے حصوں کا حساب لگانے والے عامل نبوی حضرت زید بن ثابت نجاری خزرجی نے ہر مجاہد کا حصہ متعین کیا تھا۔ ان کے حساب کے مطابق ہر ایک پیادہ کو چار اونٹ یا چالیس بھیڑ بکریاں یا ان کے مساوی چاندی یا دوسرا سامان ملا تھا، جبکہ ہر سوار مجاہد کو اس کا تین گنا حصہ یعنی بارہ اونٹ یا ایک سو بیس بھیڑ یا بکریاں۔ روایت کے مطابق غزوہ حنین میں بارہ ہزار مسلم سپاہیوں نے حصہ لیا تھا جن میں سے شہسواروں کی تعداد کا صراحتاً ذکر نہیں ملتا۔ لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ کم از کم دو ہزار سپاہی گھوڑ سوار تھے۔ بعض روایات میں مجاہدین کے حصوں میں اختلاف بھی نقل کیا گیا ہے لیکن واقدی، ابن سعد اور ان دونوں کے پیروؤں نے مذکورہ بالا مقدار یا تعداد ہی بیان کی ہے۔ (203)

مالیت کی تعیین:

موجودہ روایات کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم پیادہ اور شہسوار فوج کی کل تعداد کے سہام یا حصوں کی تعداد سولہ ہزار بنتی ہے۔ اگر اونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی جیسا کہ واقدی وغیرہ نے صراحت کی ہے تو وہ صرف مسلم شہسواروں کے لیے کافی رہی ہوگی۔

بقیہ مسلم مجاہدین کو ان کے حصے بھیڑ بکریوں (غنم/شاء) سے دیئے گئے ہوں گے یا چاندی، زیورات یا دوسرے ساز وسامان سے۔ بہرحال اگر چار اونٹ فی کس (پیادہ مجاہد) معیاری حصہ مان لیا جائے جیسا کہ حضرت زید خزرجی کے حساب سے واضح ہوتا ہے تو غزوہ حنین کا کل مال غنیمت اسی ہزار اونٹوں کی مالیت پر مشتمل تھا۔ یعنی چوبیس ہزار اونٹوں کے علاوہ مال واسباب، چاندی وغیرہ کی قیمت چھپن ہزار اونٹوں کے برابر تسلیم کی گئی تھی۔

ماخذ میں مذکورہ اونٹوں اور دوسرے جانوروں کی تعداد کی مالیت ہمارے اختیار کردہ حساب کے مطابق صرف گیارہ لاکھ بیس ہزار درہم بنتی ہے اور اس میں چار ہزار اوقیہ چاندی کی قیمت جوڑنے سے مجموعی مالیت بارہ لاکھ اسی ہزار درہم ہوجاتی ہے، جبکہ ایک معیاری حصہ کی قیمت کی بنا پر کل مالیت بتیس لاکھ درہم بنتی ہے۔ اگرچہ ہم نے اسی رقم کو غزوہ حنین کی کل مالیت تسلیم کیا ہے لیکن ایسا واضح ہوتا ہے کہ اس غزوہ کی کل مالیت تین درہم نہیں رہی ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ اور محتاط ترین تخمینہ یہ ہے کہ غالباً اس غزوہ کے کل غنائم کی مالیت اس کی نصف رہی ہوگی۔ بہرحال ہم نے جو آخری حد تسلیم کی ہے اس میں مسلمان پیادہ اور شہسوار مجاہدوں کے حصوں کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی ریاست کا خمس بھی شامل تھا۔

ایک معیاری حصہ کے لحاظ سے انفرادی طور سے غزوہ حنین کی غنیمت کی مالیت بہت معمولی نظر آتی ہے لیکن مجموعی طور سے بہرحال وہ کافی قیمتی اور مرعوب کرنے والی ہے۔ اصل حقیقت تو فی کس حصہ کی ہے جو نہ تو پیادہ مجاہدوں کو مالدار بنا سکتی تھی اور نہ شہسوار سپاہیوں کو۔ تعداد کی کثرت کے سبب اتنی کثیر رقم اور وقیع غنیمت بھی حقیر بن گئی تھی۔ البتہ اسلامی ریاست کا حصہ خمس کافی وقیع نظر آتا ہے جو مجموعی طور پر سولہ ہزار اونٹوں یا ان کے مساوی دوسری اشیاء پر مشتمل تھا۔ مگر یہاں بھی انفرادی تقسیم کی صورت میں اس کی مالیت بہت کم رہ جاتی ہے۔ البتہ جن لوگوں کو خاص کر مؤلفۃ القلوب کو ایک ایک سو اونٹ ملے تھے ان کو کسی حد تک مال خطیر مل گیا تھا۔ (204)

----❖❖❖----

آخری برسوں کی مہمات نبویؐ

نویں برس کی مہمیں:

سنہ 9ھ/ 31-630ء کی بیشتر مہموں میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ضرور ملا تھا۔ بعض میں خاصا وقیع اور بعض میں خاصا کم بلکہ صرف نام بھر کا۔ ان مہمات میں مال غنیمت والی سب کی سب سرایا تھیں۔ غزوات میں کچھ نہ ملا تھا۔ اس سنہ کا بلکہ پورے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا غزوہ تبوک تھا لیکن اقتصادی اعتبار سے اس کی حیثیت نا قابل ذکر نظر آتی ہے۔ البتہ وہ بعض غنیمت والی مہموں اور سرایا کا وسیلہ ضرور بن گیا تھا۔

1- سریہ بنی تمیم:

حضرت عیینہ بن حصن فزاری کی کمان میں بھیجی گئی تھی اور یہ ایک تادیبی مہم تھی کیونکہ قبیلہ بنو تمیم کے ایک سرکش ومتمرد طبقہ/ خاندان نے اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ رکھی تھی۔ ان کی جسارت اتنی بڑھ گئی کہ انہوں نے اپنے پڑوسی قبیلہ بنو خزاعہ کو خاص کر ان کے مسلمان طبقات کو زور زبردستی سے نبوی عمال کو صدقات ادا کرنے سے روک دیا اور مدینہ منورہ کے افسروں کو واپس بھگا دیا تھا۔ اس برس کے ماہ صفر/ اپریل، مئی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف یہ مہم بھیجی جس نے ان کے کچھ لوگوں کو گرفتار کرلیا اور شاید کچھ مویشی پکڑ لیے۔ مہم کے پیچھے پیچھے وہ لوگ بھی خاص کر بنو تمیم کے

سمجھدار لوگ بھی مدینہ پہنچے اور انہوں نے اپنے سرکش لوگوں کی حرکات شنیعہ کی مذمت کی اور آپ ﷺ سے معافی مانگنے، توبہ کرنے کے علاوہ آئندہ فرماں برداری کرنے بلکہ اسلام پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے تمام قیدی بلا معاوضہ رہا کر دیئے۔

قیدیوں کے رہا کرنے کے مسئلہ پر مورخین کا اختلاف ہے۔ دراصل ان کے دو طبقے ہیں: اول طبقہ جن میں ابن اسحاق اور ان کے پیرو مؤلفین ہیں کا بیان ہے کہ اکثر قیدیوں نے زرفدیہ ادا کیے بغیر آزادی پائی تھی مگر بعض کو رقم ادا کرنی پڑی تھی۔ دوسرا طبقہ واقدی اور ابن سعد کا ہے کہ جس کے مطابق تمام قیدیوں کو اسلام کا دعویٰ کرنے پر بلا معاوضہ فوراً رہا کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے قیدیوں کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ بلاذری نے ان کی رہائی کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ بظاہر واقدی کا نقطہ نظر زیادہ صحیح نظر آتا ہے۔ (205)

2- سریہ بیشہ:

دوسرے ماہ ایک اور قبیلہ کے سرکش گروہ کے خلاف ایک تادیبی مہم روانہ کی گئی۔ وہ حضرت قطبہ بن عامر کی مہم تھی جو قبیلہ خشعم کے لوٹ مار کرنے والے ایک گروہ کی تادیب کرنے کے لیے علاقہ بیشہ کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس مہم میں بیس مجاہدین شامل تھے۔ انھوں نے کارروائی کر کے مویشیوں پر مشتمل غنیمت حاصل کی اور ہر ایک شریک مجاہد کو چار اونٹ (البعرہ) بطور حصہ غنیمت ملے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خمس وصفی سمیت کل مال غنیمت سو یا ایک سو ایک اونٹ پر مشتمل تھا۔ بعض روایات کے مطابق اس میں کچھ قیدی بھی ہاتھ لگے تھے۔ (206)

3- سریہ الفلس:

سریہ بیشہ کے بعد دو مہموں میں کوئی مال غنیمت نہیں ملا مگر اس برس کی پانچویں مہم میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کمان میں قبیلہ بنو طے کے صنم کدہ ''الفلس'' کو ڈھانے کے لیے بھیجی گئی تھی کچھ قیدیوں، مویشیوں اور دوسرے اسباب ضرورت کے علاوہ تین تلواروں اور تین زرہ بکتروں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ہمارے مآخذ میں اس امر کا کوئی ذکر، اشارہ یا قرینہ نہیں ملتا کہ اس مال غنیمت کی مجموعی قیمت کیا تھی یا اس میں ایک

معیاری مسلم حصہ کیا تھا۔

مگر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی باقاعدہ فوجی مہم نہیں تھی بلکہ بنیادی طور سے ایک مذہبی کارروائی تھی اور جو کچھ مال غنیمت ملا تھا وہ اتفاقی طور سے ہاتھ آیا تھا اس لیے اس کی مقدار بہت زیادہ یقیناً نہیں تھی۔ روایات سے اس قیاس کو مزید تقویت ملتی ہے کہ بنو طے کے بیشتر لوگ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر مع مال اسباب یا تو فرار ہو گئے تھے یا پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ لہٰذا مال غنیمت معمولی تھا۔

جہاں تک قیدیوں کا سوال ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب نے زرفدیہ نہیں ادا کیا تھا یا وہ غلام نہیں بنائے گئے تھے۔ مثلاً حضرت عدی بن حاتم طائی جو عرب کے مشہور فیاض اور ضرب المثل سخی حاتم طائی کے فرزند دلبند تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے تھے کی ایک بہن بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ازراہ مرحمت نبوی آزاد کر دیا تھا جو ان کے اور ان کے بھائی کے اسلام لانے کا سبب بن گیا تھا۔ ممکن ہے کہ بعض قیدیوں کو بھی اسی طرح آزاد کر دیا گیا ہو۔ بہر حال اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غنیمت زیادہ نہ تھی۔

4- سریہ دومۃ الجندل:

عظیم ترین غزوہ تبوک میں جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ کوئی مال غنیمت نہیں ملا تھا کیونکہ دشمن میدان جنگ میں آیا ہی نہ تھا۔ (208)

البتہ اس دوران اس غزوہ کی ذیلی سرایا میں سے بعض میں غنیمت ضرور حاصل ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی کی مہم تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطنت دومۃ الجندل کے عیسائی بادشاہ اکیدر بن عبدالملک کندی کے خلاف بھیجی تھی۔ حضرت خالدؓ نے جو مال غنیمت حاصل کیا وہ دو ہزار اونٹوں (بعیر)، آٹھ سو بھیڑ بکریوں (راس)، چار سو زرہ بکتروں (درع) اور چار ہی سو نیزوں (رمح) پر مشتمل تھا۔ مہم کے عظیم سالار نے خمس ریاست اور صفی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکال کر بقیہ غنیمت مسلم مجاہدین میں تقسیم کر دی۔ چار سو پچاس جانبازوں پر مشتمل اس مسلم لشکر کے ہر سپاہی کو پانچ

اونٹوں (راس) یا ان کے مساوی رقم بطور حصہ غنیمت ملی تھی۔ (209) اس کا مطلب یہ ہوا کہ کل مال غنیمت صفی نبوی نکال کر دو ہزار چھ سو پچیس اونٹوں کی مالیت پر مشتمل تھا۔ ہمارے اختیار کردہ حساب کے مطابق اس سریہ کی غنیمت کی مجموعی مالیت ایک لاکھ پانچ ہزار پچاس درہم یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔

ہمارے مآخذ کی بعض روایات میں کچھ اختلاف بھی ملتا ہے اور کچھ اضافہ بھی۔
اس سریہ کے مال غنیمت کا ذکر کرتے ہوئے ابن کثیر نے ابن لہیعہ کی ابوالاسود سے روایت پر نقل کیا ہے لیکن اس میں تھوڑا اختلاف بھی ہے۔ اس کے مطابق آٹھ سو غلام (السبی)، ایک ہزار اونٹ، چار سو زرہ بکتر اور چار سو نیزے تھے۔ روایات میں اور ان کی بنا پر بعض جدید مورخین کی تحقیقات میں غلام یا گھوڑوں یا بھیڑ بکریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے ان سے مراد بھیڑ بکری یا مویشی لیے ہیں کیونکہ یہی زیادہ قرین قیاس اور صحیح لگتے ہیں۔ بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکیدر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ایک جبہ ہدیہ کیا تھا یا اسے بھی غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا۔ یہ بالاتفاق بیان کیا گیا ہے کہ اس سریہ کے نتیجہ میں عیسائی شاہ دومتہ الجندل نے اسلامی حکومت کو تین سو دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کیا تھا کہ یہی تعداد اس سلطنت کی کل بالغ مردوں کی آبادی تھی لیکن اس کا تعلق براہ راست مال غنیمت سے نہ تھا۔ (210)

دسویں برس کی مہمیں:

عہد نبوی کے آخری برس سنہ 11-10 ہجری/ 32-631ء میں غزوات تو ہوئے نہیں البتہ بعض سرایا ضرور مرتب کی گئیں۔ ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمان میں یمن گئی تھی۔ وہ دراصل کوئی فوجی کارروائی نہ تھی بلکہ تبلیغی مہم تھی۔ کسی سبب سے یمن کے قبیلہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تصادم مول لیا جس کے نتیجہ میں مویشیوں، قیدیوں اور کپڑوں پر مشتمل کچھ غنیمت حاصل ہوئی مسلمانوں سے بھی شاید غلطی ہوئی تھی یا غلط فہمی کہ انھوں نے حملہ کر کے مال غنیمت حاصل کیا کیونکہ ان کے سرداروں نے مدینہ منورہ آکر اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا مطالبہ ثبوت یا بلا حیل وحجت قبول

فرمالیا۔ لہٰذا ان کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا مگر مال غنیمت چونکہ مجاہدین میں تقسیم کیا جا چکا تھا اس لیے وہ مسلم قبضہ ہی میں رہا۔ (211) اندازہ ہی نہیں تقریباً قطعی ہے کہ اس سریہ کا مال غنیمت بہت معمولی تھا۔

گیارہویں سنہ ہجری کے آغاز اور سنہ 632ء کے وسط میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کلبی کی کمان میں فلسطین حدود شام کی طرف ایک بڑی مہم جو تین ہزار سپاہ پر مشتمل تھی بھیجنے کا حکم صادر کیا مگر اس کی روانگی سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (212)

روایات وواقعات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات نبوی کے آخری دو برسوں کے دوران کئی مہمیں ترتیب دی گئیں مگر ان میں صرف چار سرایا میں ہی کچھ مال غنیمت ملا۔ ان میں سے بیشتر میں وہ معمولی، کم مایہ بلکہ حقیر تھا، صرف ایک مہم کے مال غنیمت کو کسی حد تک وقیع کہا جا سکتا ہے۔ (213)

اگرچہ اس برس کے تمام غزوات وسرایا کی غنیمت کی مالیت طے کرنے کے زیادہ قرینے نہیں ہیں لیکن بہرحال اتنے ہیں کہ یہ بہ اطمینان قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری ایام کی مہموں سے حاصل شدہ کل مال غنیمت کی مالیت زیادہ سے زیادہ دو لاکھ پچاس ہزار درہم رہی تھی۔

----❖❖❖----

غزوات وسرایا کا عمومی تجزیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے دس سالہ مدنی دور کے کل غزوات وسرایا میں سے صرف مذکورہ بالا مہموں میں مال غنیمت ملا تھا۔ اوپر کی بحث سے ایک واضح نتیجہ اور پکا ثبوت یہ فراہم ہوتا ہے کہ تمام غزوات وسرایائے نبویؐ میں نصف سے بھی کم میں غنیمت ملی تھی۔ دوسری حقیقت یہ ثابت ہوتی ہے کہ بیشتر میں بہت ہی معمولی منفعت ہوئی تھی، اور صرف گنی چنی مہموں میں بہت غیر معمولی مال ملا تھا۔ تیسرے یہ کہ مدینہ منورہ کے تین یہودی قبیلوں، بنوقینقاع، بنوالنضیر اور بنوقریظہ سے ہتھیاروں کے مال غنیمت کے علاوہ غیر منقولہ جائیدادوں، اراضی اور خیبر/فدک، تیماء اور وادی القریٰ کے یہودی قبیلوں کی اراضی کی غنیمت ملی تھی جو مستقل آمدنی کا ذریعہ بنی تھی اور جس سے اسلامی ریاست کے حق ملکیت کی داغ بیل پڑی تھی۔ چوتھے یہ کہ قریشی کاروانوں سے شروع میں کچھ نہیں ملا حالانکہ ان پر تاخت کے افسانے بڑی شدومد سے کہے اور سنائے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت مستشرقین اور جدید مورخین کے دعوؤں اور نظریوں کی تردید کرنے کے علاوہ ابتدائی مہموں کو ان کے صحیح تاریخی تناظر میں بھی پیش کرتی ہے۔ پانچویں یہ کہ بعد کے زمانے میں مسلم سرایا نے جن قریشی کاروانوں پر چھاپہ مارا ان کا سارا مال ان کے مالکوں کو بیشتر صورتوں میں واپس کردیا گیا۔ لہٰذا قریشی کاروانوں کی دولت یا غنیمت نبوی غزوات وسرایا کی محرک یا کاروانوں پر تاخت کرنے کی نبوی پالیسی نہیں بنتی اور اس سے مستشرقین کے نظریات خام کی

مزید تردید ہوتی ہے۔ چھٹے ایک اہم حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ جن مہموں میں مال غنیمت ملا ان کا زیادہ تر تعلق مشرقی قبیلوں سے تھا یا کسی حد تک شمالی عرب قبیلوں سے، مغربی اور جنوبی قبیلوں سے تقریباً مال غنیمت ملا ہی نہیں۔ ساتویں اسلامی ریاست کے دشمن جانی اور حریف اصلی قریش سے سوائے بدر کے اور کسی میں خاطر خواہ مال نہیں ملا اور جن سرایا میں ملا اس کو واپس کردیا گیا۔ یہ اور ایسے دوسرے بہت سے شواہد ودلائل یہ واضح کرتے ہیں کہ مال غنیمت کا حصول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد، محرک یا مطمح نظر تھا ہی نہیں۔ اور جو بھی غنیمت ملی وہ غزوات وسرایا کہ ثمرہ ونتیجہ تھی۔ (214)

غنیمت والی مہموں کی تاریخی جدول:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام غزوات وسرایا کی ایک جدول یا فہرست دی جائے جن میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ملا تھا تا کہ ایک نظر میں ہر مہم کی غنیمت، تاریخ، مقام اور مالیت کا پتہ لگ سکے اور اس کی بنیاد پر جو کل میزان لگایا جائے وہ مضبوط حسابی بنیاد پر ہو، اگرچہ وہ تخمینی زیادہ ہوگا اور ریاضیاتی کم۔

سنہ	نمبر شمار	مہم/سریہ یا غزوہ	مال غنیمت کا تخمینہ
2ھ/624ء	1	سریہ نخلہ	بیس ہزار درہم
//	2	غزوہ بدر اکبر	ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم
//	3	غزوہ بنی قینقاع	دو لاکھ پچاس ہزار درہم
//	4	غزوہ سویق	دو ہزار درہم
3ھ/624ء	5	غزوہ الکدر	بیس ہزار درہم
//	6	سریہ قردہ	ایک لاکھ درہم
//	7	غزوہ اُحد	چھ سو سولہ درہم
4ھ/625-26ء	8	سریہ قطن	باون ہزار چار سو درہم
//	9	غزوہ بنی النضیر	تین لاکھ درہم
5ھ/626-27ء	10	غزوہ دومۃ الجندل	دس ہزار درہم

//	11	غزوہ مریسیع	دولاکھ درہم
//	12	غزوہ خندق	دوہزار درہم
//	13	غزوہ بنی قریظہ	سات لاکھ بیس ہزار درہم
6ھ/627-28ء	14	سریہ القرطاء	
//	15	سریہ الغمر	
//	16	سریہ ذوالقصہ	
//	17	سریہ الجموم	ستر ہزار درہم
//	18	سریہ الطرف	
//	19	سریہ فدک	
//	20	سریہ ام قرفہ/فزارہ	
7ھ/628-29ء	21	غزوۂ خیبر	
//	22	غزوۂ فدک	چھ لاکھ پچاس ہزار درہم
//	23	غزوۂ تیماء	
//	24	غزوۂ وادی القریٰ	
//	25	سریہ نجد	
//	26	سریہ میفعہ/فدک	دولاکھ درہم
//	27	سریہ فدک	
//	28	سریہ الجناب	
8ھ/629-30ء	29	سریہ الکدید	
//	30	سریہ السی	
//	31	سریہ موتہ	پچاس ہزار درہم
//	32	سریہ ذات السلاسل	
//	33	سریہ خضرہ	
//	34	غزوہ فتح مکہ	
8ھ/639-30ء	35	فتح مکہ	
//	36	صنم کدوں کے سرایا	
//	37	غزوہ حنین	بتیس لاکھ درہم
9ھ/630-31ء	38	سریہ بنی تمیم	
//	39	سریہ بیشہ	
//	40	سریہ الفلس	دولاکھ پچاس ہزار درہم
//	41	سریہ دومۃ الجندل	
//	42	سریہ الیمن	
		کل میزان دس برس 42 مہمات نبوی	اکسٹھ لاکھ ستاون ہزار سولہ درہم

مجموعی میزان:

یہ میزان ہر مہم نبویؐ میں حاصل شدہ مال غنیمت کی زیادہ سے زیادہ مالیت متعین کرنے کی صورت میں بنتا ہے۔ بھول چوک یا شمار و ذکر میں نہ آسکنے والے مال غنیمت کی قیمت از خود اس میزان میں شامل ہو جاتی ہے۔ غزوۂ حنین کی غنیمت کی مالیت زیادہ سے زیادہ جو ہم نے مقرر کی ہے وہ بھی بہت زیادہ ہے تاہم مزید احتیاط کی خاطر ہم مجموعی تخمینہ باسٹھ لاکھ درہم کا لگا لیتے ہیں۔

مجموعی تخمینہ کو کم کرنے والے قرینے:

عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا کی مجموعی مالیت باسٹھ لاکھ درہم، احتیاط کی بنا پر بہت زیادہ متعین کی گئی ہے ورنہ متعدد ایسے قرینے، اشارے اور شواہد ہیں جو اس میزان کو کم کرتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا قرینہ تو یہ ہے کہ اونٹوں کی قیمت کو نقد رقم میں تبدیل کرنے کی جو شرح ہم نے اس پوری بحث میں اختیار کی ہے یقیناً اتنی زیادہ نہ تھی۔ (215) یہ وہ قیمت یا شرح ہے جو اوسط درجہ کے اونٹوں کی ہوتی تھی جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ کے واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ ورنہ یہ بھی شہادت ملتی ہے کہ بار برداری اور سواری کے عام قسم کے

اونٹ بہت معمولی قیمت پر مل جاتے تھے جیسا کہ ایک صحابی حضرت ابوعبسؓ بن جبر نے غزوہ خیبر کے موقع پر جہاد میں شرکت کے لیے چار درہم میں ایک اونٹ خریدا تھا اور اسی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے۔(612)

اس ضمن میں ایک دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اموال غنیمت میں جو مویشی......اونٹ یا بھیڑ بکری......پکڑے جاتے تھے ان میں زیادہ تر عام قسم کے ہوتے تھے اور وہ بھی مختلف سن وسال اور جسامت وجنس کے۔ ریوڑوں میں اکثر کم قیمت کے ہی مویشی ہوتے تھے۔ یہ بھی بہر حال شہادت ملتی ہے کہ بعض اونٹ یا دوسرے مویشی غیر معمولی قیمت کے ہوتے تھے جیسا کہ ابوجہل مخزومی کے اونٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے یا بعض دوسرے سرداران مکہ کے گھوڑوں وغیرہ کی قیمتوں سے معلوم ہوتا ہے لیکن وہ شاذ ونادر قسم کے مویشی ہوتے تھے جن کی خرید وفروخت اور دیکھ ریکھ خاص طور سے کی جاتی تھی اور وہ بالعموم ریوڑوں میں شامل نہ ہوتے تھے۔ ہمارے مآخذ کی ایک دلچسپ اور اچوک عادت یہ ہے کہ وہ بالعموم قیمتی چیزوں اور قیمتی جانوروں کی قیمت یا مالیت ضرور بتاتے ہیں جو فطری ہے۔ پھر مال غنیمت میں حاصل ہونے والے قیمتی جانوروں اور چیزوں کا ذکر اور ان کی قیمت کی صراحت خاص توجہ سے کرتے ہیں کہ وہ نادر شے ہونے کے علاوہ خاص مواقع بھی تھے۔ جیسا کہ ابوجہل مخزومی کے اونٹ کا ذکر محض انہیں دو اسباب سے کیا ہے۔ تیسرا سبب ابوجہل کی اسلام دشمنی اور مکہ کی سرداری بھی تھی۔ اگر دوسرے اموال غنیمت میں اتنے قیمتی جانور یا مویشی ہوتے تو ان کا ذکر یا حوالہ کسی نہ کسی جگہ ضرور ملتا۔ پھر یہ بھی ایک اہم حقیقت ان کی معمولی قیمت پر دلالت کرتی ہے کہ فی کس حصہ مجاہد، خمس ریاست یا مجموعی مالیت غنیمت بہت معمولی بیان کی جاتی ہے۔

ایک اور اہم قرینہ یہ ہے کہ اموال غنیمت کے مجموعی میزان میں مدینہ منورہ کے یہودی قبیلہ بنو قینقاع کی غیر منقولہ جائیدادوں، دکانوں، گڑھیوں، قلعوں، مکانوں اور کھیتوں وغیرہ کی مالیت بھی شامل ہے۔ اگر برکات احمد کی تحقیق تسلیم کر لی جائے جس کے نہ ماننے کی وجہ سوائے اس کے کہ عام روایات کے خلاف ہے اور ہماری روایت پرستی اس کو

قبول کرنے میں مانع ہے تو کم از کم دو لاکھ درہم اس میزان سے بھی منہا کرنا چاہیے۔

غزوۂ بنی قریظہ سے حاصل شدہ اموال غنیمت کی مالیت سب سے زیادہ لگائی ہے ورنہ حقیقت میں وہ اتنی نہیں تھی۔ کیونکہ ان کے متعدد خاندانوں کو ان کی جائیدادیں واپس کر دی گئی تھیں جو مسلمان ہو گئے تھے یا جن کے احسانات وخدمات کی بناء پر انصار کے محبوب ومحترم اشخاص نے سفارش کی تھی۔ ہم نے ان کی تمام اراضی اور اسباب کی قیمت لگائی ہے حالانکہ واپس کی جانے والی اراضی کی قیمت منہا کرنی چاہیے۔ پھر یہ حقیقت بھی نہ بھولنی چاہیے کہ بنو قریظہ کی اراضی خواہ کتنی ہی قیمتی رہی ہو خیبر کی اراضی اور اس کی پیداوار کی مالیت سے زیادہ کسی طور نہ تھی۔ ہم نے نہ صرف خیبر کی اراضی اور پیداوار سے زیادہ ان کی جائیدادوں کی قیمت کا تخمینہ لگایا ہے بلکہ خیبر اور اس کی نواحی بستیوں کی مجموعی قیمت سے بھی اس کو بڑھا دیا ہے۔ ہماری مجبوری یہ تھی کہ ہم نے جو شرح متعین کی تھی اس کو بنی قریظہ کے معاملے میں نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

پھر غزوہ حنین کی غنیمت کی مالیت کا معاملہ ہے۔ اگر مآخذ کے بیان کردہ اعداد و شمار پر ہم اس کی مالیت متعین کریں تو ہمارے تخمینے سے بہت کم رہ جاتی ہے۔ اگر فی کس حصہ کی کسوٹی بنائیں تو ہمارا تخمینہ صحیح ٹھہرتا ہے۔ قرائن وشواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل مالیت یقیناً اس کی آدھی رہی ہوگی۔ اور اگر اس کو مجموعی میزان سے گھٹا دیں تو کافی کمی آجائے گی۔ ایک حساب سے کم از کم ایک چوتھائی رقم مجموعی تخمینہ سے کم ہو جائے گی۔

بایں ہمہ ہم نے عہد نبویؐ کے غزوات وسرایا میں حاصل شدہ غنائم کا سب سے زیادہ شرح پر تخمینہ لگایا ہے۔ نہ صرف تخمینہ لگایا ہے بلکہ ہر چھوٹے بڑے مال غنیمت میں بھول چوک، کمی بیشی کو بھی مد نظر رکھا ہے اور اکثر جگہ مجموعی تخمینہ میں منکسر اعداد و شمار کو مکمل کرنے کی خاطر مزید اضافہ ہی کیا ہے تاکہ مستشرقین، جدید مورخین اور ناقدین مشرق ومغرب یہ الزام نہ لگا سکیں کہ ہم نے تخمینہ کو گھٹانے کی کسی طور کوشش کی ہے یا اسلام اور مسلمانوں کی جانبداری کی ہے یا کوتاہ نظری اور کم حسابی سے جائزہ لیا ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ مسئلہ زیر بحث کی اہمیت بجائے خود تقاضا کرتی ہے کہ اموال غنیمت کا تخمینہ زیادہ

سے زیادہ شرح کی بنیاد پر لگایا جائے تا کہ عہد نبوی کے معاشرہ اور مسلم معیشت میں اموال غنیمت کے تناسب کو متعین کیا جائے۔

معیشت نبوی میں غنائم کا تناسب:

اس پوری تفصیل، شرح وبسط، بحث ومباحثہ اور تخمینہ وحساب کو جان لینے کے بعد یہ سوال اور کانٹے کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت نے کس حد تک کردار ادا کیا تھا؟ کیا یہ کردار صرف مسلم مدنی معیشت تک محدود تھا یا عرب کے دوسرے علاقوں تک بھی وسیع تھا؟ اموال غنیمت نے مسلمانان مدینہ کی غربت، مفلسی اور ناداری کس حد تک دور کی تھی اور ان کو کتنا مالدار بنایا تھا؟ پھر مدینہ منورہ کے باہر اور دوسرے مسلم علاقوں کے مسلم افراد وطبقات کی ناداری اور غربت کس حد تک کم کی تھی؟

ان سوالات کا جواب تلاش کرنا اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے جدید مورخین اور بالخصوص مستشرقین نے یہ مفروضہ عام طور پر مقبول بنا دیا ہے کہ غزوات وسرایائے نبوی کے اموال غنیمت نے مدنی مسلمانوں خاص کر نادار مہاجرین کی مفلسی دور کر کے ان کو مالدار بنا دیا تھا۔ ہماری بحث کے اب تک کے نتائج سے بظاہر یہ تاثر صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ خاصی بڑی رقم مسلمانوں کو ملی تھی۔ اس سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ بڑی قیمتی اراضی اور ان سے مستقل پیداوار کی مالیت ان کو ملی تھی لہٰذا مستشرقین ومورخین کے دعوے صحیح ہیں لیکن یہ تاثر محض یک طرفہ یا ناقص ہے جو صرف اموال غنیمت کی مالیت کے ظاہری اعداد وشمار دیکھ کر ابھرتا ہے کیونکہ حقیقت میں متعدد دوسرے عوامل واسباب ایسے تھے جو اس کی اصل اقتصادی اہمیت کو واضح کرتے ہیں اور اس عمومی تاثر کی تغلیط کرتے ہیں۔ ان اسباب وعوامل اور عناصر کو کسی نے بھی خاطر میں لانے کی کوشش تو درکنار خیال میں بھی لانے کی سعی نہیں کی، کیونکہ ان پہلوؤں پر ان کی نظر گئی ہی نہیں۔ متوازن ومتناسب اور صحیح تجزیہ کرنے کے لیے ان اسباب وعوامل اور عناصر کا مطالعہ کرنا ازبس ضروری ہے۔

مسلم معیشت میں غنائم کے حصہ کے عوامل

(ا) غنیمت بطور وسیلہ رزق:

سب سے پہلے اور غالباً سب سے اہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں حاصل ہونے والے غنائم کی مالیت اور قیمت امت اسلامی کے کتنے افراد کی خورد ونوش اور دوسری ضروریات زندگی کی کفالت کر سکی تھی۔ یہ خاصا مشکل اور پیچیدہ سوال ہے اور اس کا جواب اس سے زیادہ مشکل تر اور پیچیدہ تر، لیکن خوش قسمتی سے ہمارے مآخذ میں کم از کم دو ایسی شہادتیں مل جاتی ہیں جو ایک خاندان ...... اوسط درجہ کے خاندان ...... کے محض جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے وسیلہ کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

ان میں سے ایک روایت کا تعلق عہد نبوی سے ہے اور دوسری کا عہد نبوی کے متصلاً بعد کے زمانے اور عہد صدیقی سے۔ حضرت ابوعبسؓ بن جبر کا حوالہ اوپر آچکا ہے جنہوں نے چار درہم میں ایک اونٹ غزوۂ خیبر میں شرکت کے لیے خریدا تھا۔ اسی روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ انہوں نے دو درہم میں اپنے زاد راہ کی تیاری کی تھی اور دو درہم اپنے گھر والوں کی ضرورت کے لیے چھوڑے تھے مگر اس روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے گھر والے کتنے تھے اور یہ دو درہم کا کھانا کتنے دونوں کے لیے تھا۔ بہر حال قیاس یہی کہتا ہے کہ ان کا خاندان مختصر رہا ہوگا اور انہوں نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے صرف ایک دن کا آزوقہ فراہم کیا تھا۔ بعض دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ (217)

دوسری روایت زیادہ دلچسپ اور رہنما ہے۔ اس کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تنخواہ جب بیت المال سے مقرر کی گئی تو وہ صرف تین ہزار درہم سالانہ تھی۔ اس واقعہ سے متعلق بعض دوسری روایات بھی ملتی ہیں جو کافی مختلف ہیں لیکن عام طور سے محققین نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔ تمام روایات کا بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ حضرت موصوف کی تنخواہ ان کے مختصر خاندان کے لیے جو غالباً پانچ چھ افراد پر مشتمل تھا بقدر کفاف ہی کفایت کرتی تھی کیونکہ عام کھانے اور دوسری ضروری چیزوں کے علاوہ وہ کھانے میں معمولی میٹھے کی تحمل نہیں ہو سکتی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے میٹھا کھانے کے لیے کافی دنوں تک ضروری مصارف سے رقم بچائی تھی تب جا کر اس تنخواہ میں سے ایک دن اس کی گنجائش نکالی تھی۔ بہر حال تین ہزار درہم سالانہ کی رقم ایک مختصر خاندان کی بہت ہی معمولی گزر بسر کی کفالت کرتی تھی اور وہ بھی خاصی جزرسی اور کنجوسی کے ساتھ۔(218)

اگر ہم اس رقم کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور تنخواہ ملتی ہے رہنما اور معیار تسلیم کرلیں اور ان کے خاندان کو ایک معیاری مختصر خاندان، تو عہد نبوی کے غنائم کے مجموعی تخمینہ کی کل رقم یعنی باسٹھ لاکھ درہم صرف دو ہزار چھیاسٹھ خاندانوں کی معمولی ضروریات کی کفایت صرف ایک سال تک کر سکتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں یہ رقم سال بھر کے لیے صرف بارہ ہزار تین سو چھیانوے مسلم افراد کی کفالت کر سکتی تھی اگر ہم چھ افراد فی خاندان مقرر کریں اور اگر سات افراد فی خاندان مقرر کریں تو وہ رقم زیادہ سے زیادہ چودہ ہزار دو سو اکتیس (14231) افراد کی ایک سال کی ضروریات پوری کر سکتی تھی۔

ظاہر ہے کہ عہد نبویؐ میں مدینہ منورہ کی کل آبادی اس سے کہیں زیادہ تھی اور مال غنیمت سے متمتع ہونے والے صرف مدینہ منورہ ہی کے افراد نہ تھے بلکہ عرب کے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی تھے۔ سوال یہ ہے کہ اس فاضل مسلم آبادی کی گزر بسر میں اموال غنیمت نے کیا حصہ لیا تھا۔ اب ایک اور اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی مسلم آبادی کتنی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے خاتمہ تک پورے جزیرہ نمائے عرب کی مسلم آبادی کیا تھی؟ اگرچہ ان دونوں سوالوں کا جواب براہ راست ہمارے

اموال غنیمت کے کردار سے متعلق نہیں ہے۔ لیکن اس کی اپنی اہمیت دوسرے اسباب سے بھی ہے اور بالواسطہ تعلق کی بنا پر بھی۔ اس سے جڑا ہوا ایک اور سوال یہ بھی ہے کہ مدینہ منورہ کی مسلم آبادی میں برابر اضافہ ہوتا رہا تھا تو دس برسوں میں یہ اضافہ کس قدر اور کس شرح سے ہوا تھا؟

مدینہ منورہ کی مسلم آبادی:

ابھی تک عہد نبویؐ کے مدینہ منورہ کی مسلم آبادی کے نہ تو باقاعدہ اور واضح اعداد و شمار مل سکے ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی اہم منظم و تحقیقی مطالعہ سامنے آیا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا خاصا مشکل ہے کہ شہر نبوی کی کل آبادی کتنی تھی اور اس میں مسلم آبادی کا کیا تناسب تھا؟ بہر حال ہمارے مآخذ میں کچھ واقعات، قرائن اور شواہد ایسے ملتے ہیں جو مدینہ منورہ کی آبادی خصوصاً مسلم آبادی کے اعداد و شمار کا تخمینہ لگانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

اس مسئلہ پر ہم بحث کا آغاز ایک جدید علمی مطالعہ سے کرتے ہیں۔ برکات احمد کا خیال ہے کہ مدینہ منورہ کی کل یہودی آبادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مبارکہ کے وقت تیس ہزار سے بیالیس ہزار افراد یا پانچ، چھ ہزار خاندانوں پر مشتمل تھی۔(219) بلاشبہ مسلم آبادی اس سے کسی طور پر کم نہ تھی کیونکہ انصار یعنی اوس و خزرج کے دو قبیلوں کی آبادی ہی غالباً یہودی آبادی سے زیادہ تھی۔(220) پھر مسلم مکی مہاجرین کی آبادی نے اس میں مزید اضافہ کیا تھا اور ہجرت کے بعد مہاجرین کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہا اور مدینہ کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔(221) اسی کے ساتھ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں بسے ہوئے قبائل خاص کر مغربی قبائل جیسے مزینہ، جہینہ وغیرہ کے مختلف طبقات بھی مدینہ آ کر بس گئے تھے۔(222) ان کے علاوہ مدنی مسلم آبادی میں اضافہ کے دو اور عناصر و اسباب تھے۔ اول پیدائش و ولادت اور دوم تبدیلی مذہب۔(223) اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عرب مسلم معاشرہ میں تعدد ازدواج کا آبادی میں اضافہ کرنے والا عنصر موجود تھا اور مزید برآں باندیوں اور کنیزوں کی روایت بھی اضافہ آبادی کی وجہ تھی۔(224) ان اسباب سے ہجرت نبویؐ کے وقت سے لے کر وفات نبویؐ تک مدنی معاشرہ کی آبادی برابر بڑھتی رہی تھی۔

مدینہ منورہ کی روز افزوں مسلم آبادی کا ایک اشاریہ مختلف غزوات نبوی میں روز افزوں عددی طاقت بھی ہے۔ غزوہ بدر میں مسلم مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ یا اس کے قریب تھی جو غزوہ اُحد میں ایک ہزار، غزوہ خندق میں تین ہزار، فتح مکہ میں دس ہزار اور غزوۂ تبوک میں تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ (225) موخر الذکر دو غزوات میں مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے علاقوں کے مسلم افراد و طبقات بھی شامل تھے۔ کم از کم فتح مکہ کے اسلامی لشکر میں مدنی مجاہدوں کی عددی طاقت اور تناسب کا ذکر ملتا ہے۔ دس ہزار مجاہدوں میں سے کم از کم نصف پانچ ہزار افراد کا تعلق انصار و مہاجرین کے طبقات سے تھا۔ (226) اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے کل مسلمانوں کی تعداد فتح مکہ کے وقت تیس پینتیس ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ (227) یہاں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ مدینہ منورہ کے تمام مرد یا قابل جنگ مجاہدوں نے فتح مکہ کے لشکر میں شرکت نہیں کی تھی جیسا کہ بعض روایات سے تاثر ابھرتا ہے بلکہ مردانِ کار کی ایک خاصی بڑی تعداد شہر نبویؐ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دی گئی تھی اور ممکن ہے کہ بہت سے دوسرے مختلف وجوہ و اسباب سے شریک نہ ہوئے ہوں۔ البتہ غزوۂ تبوک میں مدینہ منورہ کی تقریباً تمام بالغ مرد آبادی شریک جہاد رہی تھی۔

اگر یہ دلیل دی جائے کہ فتح مکہ کے لشکر میں یا دوسرے اسلامی غزوات میں ایک ہی خاندان کے کئی افراد بھی شامل ہوئے تھے تو یہ بالکل صحیح ہوگی کیونکہ بلاشبہ ایسا کئی خاندانوں کے سلسلہ میں نظر آتا ہے لیکن یہ اصول نہیں ہے بلکہ استثناء ہے۔ اس دلیل کو اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی مشترک خاندانوں کے افراد کو اصلی میزان سے منہا کرنے کے بعد بھی کافی بڑی آبادی بہر حال نظر آتی ہے۔ مآخذ کی یہ بھی صراحت ہے کہ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ کی مسلم آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا تھا۔ اور دو برس بعد جب غزوہ تبوک کے لیے اسلام کا لشکر جرار گیا تو اس میں مدنی مجاہدین کی تعداد کم از کم دس ہزار رہی تھی۔ اگر فی خاندان چھ یا سات افراد کی شرح پر ہم آبادی کا تخمینہ لگائیں تو کل آبادی ساٹھ ستر ہزار بنتی ہے۔ اگر مشترک خاندانوں کے متعدد افراد کی بنا پر ہم اس میں کمی کریں تو بھی وہ پچیس تیس ہزار سے زیادہ ہی نظر آتی ہے۔ ابن کثیر کی روایت کردہ ایک حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے

کہ عہد نبویؐ میں مسلمانوں کی کل آبادی تیس ہزار تھی۔ (228) اگرچہ اس روایت میں کل مسلم آبادی کا ذکر ہے تاہم اس سے مراد اصلاً شہر نبوی کی مسلم آبادی ہے ورنہ اہل علم پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ پورے عرب کی مسلم آبادی اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ مثال کے طور پر ایک جدید محقق کے مطابق وفات نبوی کے وقت پورے عرب کی کل مسلم آبادی پانچ لاکھ سے دس لاکھ تھی اور حجۃ الوداع کے موقع پر کم از کم ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں میدان عرفات میں اپنے رب کے حضور حاضر تھے۔ (229)

یہ پوری تاریخی شہادت اور ہماری منطقی بحث ثابت کرتی ہے کہ عہد نبویؐ کے دس سالہ مدنی زمانے میں غزوات و سرایا سے حاصل شدہ اموال غنیمت زیادہ سے زیادہ مدینہ منورہ کی ایک تہائی مسلم آبادی کی صرف ایک سال کی ضروریات زندگی کی کفالت کر سکتے تھے۔ ہمارے مقررہ اوسط کی بنیاد پر مدینہ کی پوری مسلم آبادی کے سالانہ اخراجات و معارف کی کفالت کے لیے کم از کم اٹھارہ ملین سے بیس ملین درہم کی رقم درکار تھی۔

مسلم آبادی کی معیشت اور غزوات و سرایا کی غنیمت کے تناسب کے حوالے سے یہ حقیقت بھی مدنظر رکھنی لازمی ہے کہ مسلم آبادی محض شہر مدینہ کی حدود میں محصور نہ تھی۔ ہجرت سے قبل اور اس کے بعد مکہ مکرمہ میں قابل لحاظ مسلم نفری موجود رہی جو بلاشبہ گھٹتی اور مدینہ ہجرت کرتی رہی۔ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں مسلم آبادی ہجرت کے زمانے سے موجود تھی۔ ان کے علاوہ مختلف قبیلوں اور علاقوں میں مسلم آبادی وقت کے ساتھ وجود میں آتی رہی اور غزوات میں کم از کم شرکت کرتی رہی۔ ان میں مزینہ، جہینہ، خزاعہ، اسلم، غفار، سلیم وغیرہ بہت سے قبیلوں کے لوگ شامل تھے جو بدوی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مرکزی عرب کے علاوہ مشرقی و جنوبی عرب اور شمالی علاقہ جات میں بھی مسلم آبادی وقت کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی اور ترقی کرتی گئی۔ اشعر، دوس، بجیلہ، عبدالقیس، بلی، کندہ، حضر موت، کلب قضاعہ وغیرہ ایسے بہت سے قبائل تھے جن میں مسلم آبادی موجود تھی۔ لہٰذا ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یہ خیال کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان شریک تھے اور عہد نبوی کے اواخر میں ان کی تعداد پانچ سے دس لاکھ کے درمیان تھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

آبادی اور اموال غنیمت کا تناسب:

اگر ہم پورے جزیرہ نمائے عرب کی عہد نبوی کی کل مسلم آبادی کی کم سے کم تعداد ...... پانچ لاکھ مسلم...... تسلیم کرلیں تو صرف ایک سال میں مسلم مصارف واخراجات کا تخمینہ کم سے کم شرح زندگی کے اوسط کی بنیاد پر لگ بھگ تین سو ملین درہم آئے گا اور پورے دس سالہ مدنی دور کے کل مصارف کا تخمینہ تین ہزار ملین درہم ہوگا۔ اس حساب سے صرف مدنی آبادی کے ایک سال کے مصارف کا میزان پورے دس برسوں میں حاصل شدہ مال غنیمت کے تخمینہ سے چوبیس گنا زیادہ آتا ہے اور اگر پورے دس سال کے مصارف مدینہ کو شمار و حساب کیا جائے تو کل مالیت اموال صرف تین اعشاریہ چار فیصد رہ جاتی ہے۔ ان اعداد و شمار کی روشنی میں اگر پورے جزیرہ نمائے عرب کی مسلم آبادی کے صرف ایک سال کے مصارف کو مدنظر رکھا جائے تو حاصل شدہ غنائم کی مجموعی رقم سچ مچ صفر بن جائے گی۔

لیکن یہ تو مجموعی مسلم آبادی کے سالانہ یا دس سالہ مصارف کا موازنہ دس برس کے اموال غنیمت کی رقم سے کیا گیا ہے جو اس لحاظ سے غیر حقیقی کہا جاسکتا ہے کہ ہر سال حاصل ہونے والی رقم حاصل کرنے والے مجاہدین کے درمیان تقسیم ہونے کے بعد ان کی ضرورت کی کفالت کا باعث بنی تھی بلاشبہ یہ کسی حد تک صحیح ہے لیکن اس کے کئی اور پہلو ہیں جن کو مدنظر رکھنے سے اصل حقیقت سے پردہ اٹھتا ہے۔

اول یہ کہ مستشرقین اور جدید مورخین کے دعوے کے مطابق ہجرت کے بعد نادار مہاجرین کی ایک بڑی آبادی کے نقل وطن کرنے سے مدینہ منورہ کی معیشت پر ناقابل برداشت بوجھ پڑا تھا جو پہلے ہی سے خاصی نحیف ونزار اور خستہ وخراب تھی۔ اس لیے غزوات وسرایا کے ذریعہ مال غنیمت حاصل کرنے کا پرانا عرب طریقہ اپنایا گیا۔ اس دعوے میں کئی نقائص ہیں جو بالترتیب یہ ہیں:

سارے مہاجرین نادار نہ تھے، کئی بہت مالدار تھے۔ (230) ہمارے حساب سے خاصی بڑی آبادی ہجرت کرکے مدینہ آئی تھی مگر دعویداروں کے مطابق تو اولین مہاجرین کی تعداد محض سوسوا سو نفوس پر مشتمل تھی (231) اور مدنی معیشت اتنی خراب وخستہ نہ تھی بلکہ خاصی خوشحال اور مستحکم تھی جو بہ آسانی کئی سو نفوس کے مصارف برداشت کرسکتی تھی۔ (232) پھر اس دعوے کی سب سے بڑی تردید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ پہلے اٹھارہ ماہ یعنی ڈیڑھ سال تک مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا اور مسلم آبادی کی گزر بسر ہوتی رہی۔ (233) پھر جب سریہ نخلہ اور غزوہ بدر میں جو مال ملا وہ صرف ساڑھے تین سو نفوس کے لگ بھگ مشتمل آبادی کے کام آیا اور اس کی مجموعی حیثیت خواہ کچھ رہی ہو مگر انفرادی مالیت (فی کس) کیا تھی۔ محض اسی (80) یا زیادہ سے زیادہ سو (100) درہم۔ البتہ قیدی گرفتار کرنے والوں میں سے لگ بھگ بیس یا تیس افراد کو چار ہزار درہم مل گئے تھے جن کو ایک بڑی رقم کہا جاسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہجرت کے بعد پہلے اٹھارہ مہینوں میں پوری مدنی مسلم آبادی نے اپنے ذرائع و وسائل سے اپنی ضروریات پوری کی تھیں۔ خواہ وہ انصار کرام کی بے مثال سخاوت، بے لاگ اخوت اور بے نظیر مہمان نوازی رہی ہو یا مہاجرین عظام کے اپنے دست و بازو کی کارکردگی اور کارفرمائی، یا انہوں نے محض نان جویں اور آب شیریں پر ہی گزارا کیا ہو لیکن ان کی رزق رسانی میں اموال غنیمت نے کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ (234)

ایک بہت اہم نکتہ اموال غنیمت کے تعلق سے یاد رکھنے کا یہ ہے کہ ان سے صرف ان مسلمانوں کو اور کے ذریعہ ان کے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین کو فائدہ پہنچا تھا جو غزوات وسرایا میں شریک ہوتے تھے۔ باقی مسلم آبادی کو فیض پہنچتا تھا تو محض ریاست سے، مگر اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ نادار و مفلس اور غریب ومحتاج ہوں۔ مثال کے طور پر سریہ نخلہ کے گیارہ مجاہدین نے زیادہ سے زیادہ اور غزوۂ بدر کے سوا تین سو مجاہدین نے کسی حد تک فائدہ اٹھایا تھا یا ان کے گھر والوں نے، یہی حال غزوۂ بنی قینقاع اور دوسرے غزوات کا تھا سوائے اس اراضی کے جو فے قرار دی گئی تھی اور مجموعی طور سے امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے کام آتی تھی۔ باقی مسلم آبادی نے جس نے ان غزوات وسرایا میں شرکت نہ کی تھی

کہاں سے اپنا رزق اور دوسری ضروریات کے لیے رقم حاصل کی تھی؟ ظاہر ہے کہ اپنے ذرائع و وسائل سے۔ دس سالہ مدنی دور کے تمام غزوات و سرایا میں جو مجاہدین شریک ہوئے تھے ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ نفوس تک پہنچتی ہے۔(235) اس تعداد کا تجزیہ...... انفرادی تجزیہ...... بتاتا ہے کہ ان کی غالب اکثریت کو غنیمت سے کوئی مالی یا اقتصادی فائدہ نہیں پہنچا تھا۔ چند بڑے اعداد و شمار سے ہمارا دعویٰ واضح اور ثابت ہوگا۔ ابتدائی مہموں کے چند سو مجاہدین کے علاوہ غزوۂ اُحد کے ساڑھے سات سو، جنگ خندق کے تین ہزار، صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضاء کے چودہ سو فتح مکہ کے دس ہزار، محاصرہ طائف کے بارہ ہزار اور غزوۂ تبوک کے تیس ہزار مجاہدین کو تقریباً کچھ نہیں ملا تھا یعنی ایک لاکھ میں سے تقریباً ساٹھ ہزار مجاہدین کو کوئی اقتصادی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ یہ اعداد و شمار مکمل نہیں ہیں۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ بہت سی مہموں کے مجاہدین بھی غنیمت کے فوائد سے محروم رہے تھے۔ ایک موٹے سے حساب کے مطابق صرف پچیس ہزار افراد کو مالی فائدہ پہنچا تھا اور ان کی تین گنی تعداد ان سے محروم یا محفوظ رہی تھی۔

اس ضمن میں ہر سال کی مہموں کے اموال غنیمت سے متمتع ہونیوالوں کا تجزیہ ایک دوسرے پہلو کو سامنے لاتا ہے۔ پہلے دو برسوں میں سے اٹھارہ ماہ منہا کرنے کے بعد باقی چھ ماہ میں جو کل مال غنیمت ملا اس کی مالیت ہمارے حساب کے مطابق تین لاکھ بیاسی ہزار درہم تھی جو لگ بھگ ایک ہزار افراد کے کسی کام آیا۔ سنہ 3 ہجری میں ایک لاکھ بیس ہزار چھ سو سولہ درہم کی رقم تقریباً ایک ہزار افراد کے مصارف کے لیے کچھ معاون ثابت ہوئی۔ چوتھے برس ساڑھے تین لاکھ سے کچھ زیادہ رقم اتنے ہی مجاہدین کے حصہ میں آئی، پانچویں برس کا میزان نو لاکھ تیس ہزار درہم رہا جو لگ بھگ آٹھ نو ہزار مجاہدوں کی قسمت میں آیا۔ چھٹے برس صرف ستر ہزار درہم تقریباً تین ہزار مجاہدین کو حاصل ہوئے۔ ساتویں برس کا میزان آٹھ لاکھ پچاس ہزار درہم کا ہے جو لگ بھگ ڈھائی ہزار مجاہدوں کے حصے میں آیا۔ اور آخری دو برسوں میں صرف دو لاکھ پچاس ہزار درہم کی رقم لگ بھگ بتیس ہزار مجاہدوں کو مل سکی۔(236)

ان میں سے بعض برسوں میں بڑی رقم نظر آتی ہے مگر حقیقت میں وہ اتنی ہے نہیں کیونکہ ان میں سے سوائے غزوہ حنین کے تمام دوسرے غزوات میں خاص کر یہودی قبیلوں

کے خلاف غزوات میں ان کی پوری غیر منقولہ اراضی کی قیمت یا مالیت شامل ہے جس کو دراصل ان کی فتح کے بعد باقی عہد نبوی کے برسوں پر بھی تقسیم کرنا چاہیے کیونکہ ان کا فائدہ کئی برسوں پر منقسم تھا۔ پھر ان میں سے کچھ اراضی پیداواری یا مستقل آمدنی دینے والی تھی جیسے بنو قینقاع کے بازار اور دکانیں، بنو نضیر کے باغات اور کھیتیاں، خیبر و فدک اور تیماء و وادی القریٰ کے باغات اور کھیت وغیرہ۔ ان میں سے بہت سی اراضی مالیت والی ضرور تھی مگر غیر پیداواری تھی جیسے یہود مدینہ کے مکانات اور گڑھیاں وغیرہ۔ بہر حال اراضی پیداواری رہی ہو یا غیر پیداواری، وہ اپنی ذاتی مالیت اور پیداواری دولت کے لحاظ سے مسلم آبادی کے کام آتی تھی اور کافی کام آتی تھی۔

مسلم مہمات کے مصارف:

غزوات و سرایا اور ان سے حاصل شدہ اموال غنیمت سے متعلق دوسرا عامل جس کو تمام مشرقی و مغربی مورخین دانستہ یا نادانستہ نظر انداز کر دیتے ہیں یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تمام فوجی، نیم فوجی، سیاسی، مذہبی اور تبلیغی مہموں کی ترتیب و تنظیم پر کافی مصارف برداشت کیے تھے۔ اس نکتہ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ مجاہدوں کے ضروری ہتھیاروں، کپڑوں، کھانے پینے اور دوسرے سامان، رسد، ذرائع نقل و حمل، چارے اور دوسرے متعدد امور پر کافی بڑی رقمیں خرچ کی تھیں۔ خواہ یہ خرچ انفرادی مجاہدوں کے کاندھوں پر پڑا ہو یا اسلامی ریاست کے دوش پر رہا ہو۔ بہر حال امت مسلمہ نے ان اخراجات کو برداشت کیا تھا۔ اگر اموال غنیمت آمدنی کے زمرہ میں آتے ہیں تو غزوات و سرایا پر اٹھنے والے مصارف خرچ کے زمرہ میں شمار کرنے چاہئیں اور جب تک آمد و خرچ یا Income اور Investment کا توازن برقرار نہ رکھا جائے نفع و نقصان کا صحیح پتہ کیسے چلے گا۔ مستشرقین کی زبان میں غنائم آمدنی تھی تو مہموں کے مصارف سرمایہ کاری اور ان کا تناسب معلوم کرنا آمدنی کی نفع بخشی معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے۔(237)

مصارف کا تخمینہ:

ہمارے مآخذ میں اسلامی غزوات و سرایا کے مصارف و اخراجات کے بارے

میں حتمی اور پکی تفصیلات اور واضح اعداد و شمار نہیں ملتے لیکن بہر کیف خوش بختی سے بعض ایسے قرائن، شواہد اور روایات مل جاتے ہیں جو ان کا مہم بہ مہم غزوہ بہ غزوہ اور سریہ بہ سریہ انفرادی تخمینہ لگانے میں مدد کر سکتے ہیں اور ان کی بنیاد پر تمام غزوات و سرایا کا مجموعی تخمینہ بھی متعین کر سکتے ہیں۔

فوجی کارروائی پر اخراجات کا پہلا قرینہ قریش مکہ کے حوالہ سے ملتا ہے کہ انہوں نے غزوۂ احد میں شریک ہونے والے اپنے لشکر پر جو تین ہزار مسلح سپاہ پر مشتمل تھا پچاس ہزار دینار یعنی چھ لاکھ درہم کی رقم خرچ کی تھی۔(238) قریش مکہ کے بارے میں ایک دوسری روایت یہ ملتی ہے کہ خندق واحزاب کے عظیم لشکر کے لیے جس میں متفقہ روایات کے مطابق دس ہزار فوجی شامل تھے مکہ مکرمہ کے ہر صاحب حیثیت یا بے حیثیت فرد نے قومی مقصد کی خاطر کم از کم ایک اوقیہ چاندی (جو چالیس درہم کے برابر تھی) جمع کی تھی۔ اور سرداران قریش نے اس طرح ”اموال عظام“ اکٹھا کر لیے تھے۔(239) اس روایت میں فی کس خرچ یا کل رقم کا میزان مذکور نہیں ہے۔

دوسری طرف مسلم فوج کے مصارف کے بارے میں بھی بعض روایات ملتی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ فتح مکہ مکرمہ کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے لیے کوچ کا فیصلہ فرمایا تو مکہ کے تین مالدار قریشیوں سے مجموعی طور سے ایک لاکھ تیس ہزار درہم (لگ بھگ دس ہزار آٹھ سو دینار) کی خطیر رقم اور کافی بڑی تعداد میں ہتھیار ادھار حاصل کیے تھے۔ روایات کے مطابق صفوان بن امیہ جمحی نے پچاس ہزار درہم، عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی نے چالیس ہزار درہم اور حویطب بن عبدالعزی عامری نے بھی چالیس ہزار درہم مستعار دیئے تھے۔(240)

ہتھیاروں کی تعداد اور ان کی مالیت کا اندازہ نہیں ملتا۔ اس ضمن میں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رقم اور ہتھیار اپنی پوری مسلم فوج دس ہزار سپاہ، کے کل مصارف کے لیے نہیں لیے تھے کیونکہ مدینہ منورہ سے آپؐ جو لشکر لے کر آئے تھے وہ ہر طرح مسلح و مستعد، کیل کانٹے سے لیس اور تیار تھا۔ غالباً آپؐ نے یہ

ادھار اضافی خرچ پورا کرنے کے لیے لیا تھا کیونکہ غزوۂ حنین میں دس ہزار مدنی فوج میں مزید دو ہزار مکی سپاہ کا اضافہ ہو گیا تھا اور وہ غالباً غیر مسلح اور بے سروسامان تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے پوری مسلم فوج۔ بارہ ہزار سپاہ کے اضافی خرچ کے لیے ادھار لیا ہو مگر یہ بہر کیف حتمی ہے کہ وہ پوری مسلم فوج کے مصارف کے لیے ہرگز نہ تھا۔

مسلم فوج کے مصارف کا ایک تخمینہ غزوۂ تبوک کے لشکر جرار کے لیے مسلم عطیات کی رقوم سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال (چار ہزار درہم) دے دیا تھا جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی آدھی دولت پیش کی تھی۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف زہری نے دو سو اوقیہ چاندی (یعنی آٹھ ہزار درہم) چندہ میں دی۔ حضرت عاصم بن عدی نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں۔ اسی طرح تمام مسلمانوں نے اپنی بساط بھر عطیات مالی نبویؐ خزانہ میں جمع کرائے۔ ان میں سے سب سے بڑا عطیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس کے بارے میں روایات کا کافی اختلاف ملتا ہے مگر ہمارے مقاصد کے لیے وہ روایت ہے جس کے مطابق حضرت موصوف نے ستر ہزار درہم یا اس سے کچھ زیادہ رقم بارگاہ نبوی میں نذر کی تھی۔ اس پر مآخذ کا تبصرہ اور بھی دلچسپ اور رہنما ہے کہ اس رقم نے ایک تہائی لشکر (ثلث الجیش) کی ضروریات اور مصارف کی کفالت کی تھی۔(241)

تخمینہ لگانے سے قبل اس تبصرہ کے بارے میں یہ وضاحت کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گراں قدر عطیہ یا عطیات پوری تیس ہزار مسلم فوج کے ایک تہائی حصہ کے مصارف کے لیے نہ تھا کیونکہ روایات بتاتی ہیں کہ مالدار اور صاحب حیثیت مسلمانوں نے اپنے اپنے مال سے اپنا اپنا فوجی اسباب اور ساز و سامان فراہم کیا تھا۔ صحابہ کرامؓ کے عطیات خاص کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عطیہ ان مفلس و محتاج مسلم فوجیوں کے لیے تھا جو اپنی گرہ سے تیاری نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود بہت سے مجاہدین مادی اسباب اور مالی وسائل کی عدم فراہمی کے سبب روتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے جیسا کہ قرآن مجید صراحت کرتا ہے۔ لہٰذا لازمی طور سے اور منطقی لحاظ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے عطیات غیر مستطیع مجاہدین کے لیے تھے اور حضرت عثمانؓ کے عطیہ نے ان

نادار مجاہدین کی صرف ایک تہائی تعداد کو اسباب ضرورت فراہم کیے تھے۔

ان روایات سے جو کہ افواج اور مسلم لشکروں کے جزوی یا کلی مصارف سے متعلق ہیں ایک مسلم لشکر کے اخراجات کا تخمینہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ اگر قریشی لشکر نے غزوۂ اُحد کے موقع پر چھ لاکھ درہم تین ہزار سپاہ پر خرچ کیے تھے تو ان کے دس ہزار لشکر احزاب پر یہ رقم بیس لاکھ بن جاتی ہے یعنی دو ملین درہم۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین کے لشکروں پر مسلم خرچ مکہ والوں سے ادھار کی رقم کی بنیاد پر لگ بھگ ایک ملین درہم (دس لاکھ درہم) آتا ہے۔ غزوہ تبوک کے عطیات وغیرہ کی بنیاد پر اگر حساب لگایا جائے تو لگ بھگ تین ملین درہم کا صرفہ معلوم ہوتا ہے۔ دس ہزار گھوڑوں اور بیس ہزار اونٹوں کی قیمت اگر ہم تین سو درہم اور چالیس درہم کے حساب سے لگائیں تو بھی تین ملین درہم میزان بنتا ہے۔ دوسرا ساز و سامان ان کے علاوہ تھا۔ اس پر بھی کم از کم ایک ملین رقم خرچ ہوئی ہوگی۔ غزوہ تبوک کے ضمن میں یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ اونٹوں کی تعداد بیس ہزار سے کم تھی مگر بہر حال دس ہزار ضرور تھی اور ان کی اور گھوڑوں کی قیمت بھی کم سے کم لگائی جائے تو کل خرچ تین ملین سے کم نہیں ہوگا۔

یہ تو چند غزوات کے مسلم لشکروں کے مصارف کا تخمینہ تھا۔ اگر ہم مکی قریش کے لشکر اُحد پر ہونے والے مصارف کو معیار تسلیم کر کے کہ وہ زیادہ حتمی اور واضح نظر آتا ہے مدنی دور کے دس سالہ غزوات و سرایا میں شریک ہونے والے تمام مجاہدین کی تعداد کے مطابق حساب کریں تو مسلم مجاہدین کی کل تعداد ایک لاکھ بنتی ہے اور ان پر ہونے والے مصارف کا کل میزان پندرہ ملین دینار یا ایک سو اسی ملین درہم تک پہنچتا ہے۔ اگر ہم قریش مکہ کی مضبوط معیشت کے بالمقابل مدنی مسلم معیشت کو کمزور اور فروتر تسلیم کر کے حساب کریں اور غزوات پر مسلم مصارف کو قریش کا صرف ایک تہائی خرچ مان لیں تو پانچ ملین دینار یا 60,33 ملین درہم کے قریب کل مصارف کا میزان آتا ہے۔ قریشی مصارف کے مقابلہ میں ہم کسی حد تک بھی مسلم مصارف کو کم کرتے جائیں یہ حقیقت بہر حال اپنی جگہ رہتی ہے کہ دس سالہ مدت میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت کی رقم مصارف کے مقابلہ میں صفر سے بھی نیچے اتر جاتی ہے۔ مال غنیمت کی آمدنی اور مسلم فوجی تیاریوں پر صرفہ کا توازن

برقرار رکھنے کی واحد صورت یہ رہ جاتی ہے کہ مصارف کے میزان کو تیس گنا سے بھی گھٹا دیں مگر یہ نہ انصاف کے قرین ہوگا نہ حقیقت کے اور نہ ہی منطق و عقل کے۔ ایک آخری صورت جو مستشرقین اور جدید مورخین نے اختیار کی' یہ رہ جاتی ہے کہ ہم آمدنی اور مال غنیمت کی تو بات کریں اور مسلم افواج کے مصارف کو سرے سے خاطر میں نہ لائیں۔ اس صورت میں نفع ہی نفع، آمدنی ہی آمدنی اور فائدہ ہی فائدہ نظر آئے گا مگر کیا یہ سچ بھی ہوگا؟

فوج کشی کے نقصانات:

فوجوں کی تیاری، سامان رسد کی فراہمی اور آلات حرب کی حصول یابی اور دوسرے متعدد قسم کے اخراجات کے علاوہ مسلمانوں کو اپنی دس سالہ جنگجوئی کے زمانے میں مختلف قسم کے دوسرے اخراجات و مصارف بھی برداشت کرنے پڑے تھے اور یہ مصارف و اخراجات مسلمانوں نے اپنے غیر مسلم دشمن کے سبب برداشت کیے تھے یا دشمن کے ہاتھوں اپنے اموال و اراضی پر حملوں کے نتیجہ میں ہونے والے نقصانات کی صورت میں اٹھائے تھے۔

(ا) قیدیوں پر مصارف:

مختلف مہمات کے دوران مسلمان افواج نے بہت سے قیدی پکڑے تھے۔ یہ تو سب نے دیکھا اور لکھا بھی کہ ان سے مسلمانوں نے زر فدیہ کی صورت میں خطیر رقوم وصول کیں یا ان کو بیچ کر یا غلام بنا کر ان سے مالی فائدے اٹھائے، مگر یہ کسی نے حساب نہ لگایا کہ مسلمانوں نے ان قیدیوں پر کیا کچھ صرف کیا اور کس طرح ان کی دیکھ بھال کی۔ غزوۂ بدر میں قریش کے گرفتار شدہ ستر قیدیوں کو نگہداشت کھانے پینے، کپڑے لتے اور دوسری ضروریات کی کفالت صحابہ کرامؓ نے ایک مدت تک کی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف ان کو بہتر کھانا کھلایا بلکہ ان میں سے کئی بسا اوقات خود بھوکے رہ گئے کہ کھانا کم پڑ گیا تھا جیسا کہ ابو عزیز عبدری کی گرفتار کرنے والے انصاری صحابیؓ کے واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب ہاشمی کو اپنا کرتا عنایت کیا تھا کہ ان کے پاس پہننے کے لیے کچھ نہ تھا۔ یہی حسن سلوک تھا کہ جس نے گرفتاران بلا میں سے متعدد کے دل جیت لیے تھے اور ان کو اسلام کا شیدائی بنا دیا

تھا۔(243) یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آپؐ نے کئی قیدیوں کو زرفدیہ وصول کیے بغیر رہا کردیا تھا جس کو قرآن مجید نے احسان سے تعبیر کیا ہے۔(244) آپؐ چاہتے تو مکہ والوں سے ان کا فدیہ بھی وصول کرسکتے تھے۔

ہوازن وحنین کے قدیوں کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت ان کے پھٹے پرانے کپڑوں اور چیتھڑوں پر پڑی تو آپؐ کی رحمت وشفقت جوش میں آئی اور اپنے دشمن قیدیوں کے لیے جو آپؐ سے جنگ کرنے بلکہ آپؐ کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے آپؐ نے باقاعدہ ایک صحابی کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ ان کے لیے اچھے کپڑے خرید کرلائیں اور ان کی ستر پوشی کریں۔(245)

ایسی متعدد مثالیں ہیں اور ان سب کا مفصل ذکر کرنا طول بیان کا باعث ہوگا۔ اختصار کے ساتھ چند اور قیدیوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ حکم بن کیسان، ثمامہ بن اثال حنفی، حاتم طائی کی دختر، فدک کی اسیر دختر ام قرفہ اور بنو قریظہ کے بعض یہودیوں کے ساتھ آپؐ نے جو حسن سلوک کیا اور ان پر جو خرچ کیا تھا وہ مسلم مادی نقصانات کی فہرست میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپؐ نے ان تمام اور دوسرے جنگی قیدیوں کی خورد ونوش اور پوشش پر کافی بڑی رقوم خرچ کی تھیں۔(246) اگر ان کو اموال غنیمت کے میزان سے منہا کردیا جائے تو آمدنی میں اور کمی واقع ہوجاتی ہے۔

(ب) مسلم فصلوں اور اراضی کے نقصانات:

ایک اور اقتصادی نقصان اور معاشی عامل جس کو تمام مورخین نے نظرانداز کیا ہے یہ رہا تھا کہ حملہ اور فوج کشی کے دوران دشمن فوجوں اور لشکروں نے مسلم اراضی اور ان کی پیداوار کو خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ ان نقصانات میں چراگاہوں پر حملہ کرکے جانوروں کو ہنکالے جانا، کھیتوں اور فصلوں کو آگ لگانا، قرب وجوار کے علاقہ کو تباہ وبرباد کرنا اور مسلم سرایا وغزوات میں مالی خسارہ اٹھانا وغیرہ شامل ہے۔

چراگاہوں پر حملے:

مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگ بھڑکنے سے پہلے قریش مکہ کے ایک اہم سردار

کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کے قریب واقع ایک چراگاہ (حمی) پر جو "الجمار" کے نام سے مشہور تھی حملہ کرکے چراگاہ کے نگران کو قتل کردیا اور چراگاہ کے بہت سے جانور خاص کر دودھاری بکریاں ہنکالے گئے۔ ایسے بعض اور حملے کیے گئے تھے۔(247)

کھیتوں اور پیداوار کو جلانا:

میدان بدر میں قریش مکہ کے سرداروں اور دوسرے مقتولوں کا انتقام اور شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے قریشی سپہ سالار اعظم ابوسفیان بن حرب اموی نے مدینہ منورہ کے قرب وجوار کے علاقہ پر جس کو مآخذ میں عام طور سے "العریض" کہا گیا ہے حملہ کرکے مسلمانوں کے کھجور کے باغات اور اناج کے کھیتوں میں سے بعض کو آگ لگادی اور ایک انصاری کاشتکار اور ان کے مددگار کو قتل کرکے نقصان پہنچایا تھا۔(248)

غزوۂ احد سے قبل جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ فوج مسلمانوں سے پہلے میدان جنگ میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے اُحد پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالا تو مسلمانوں کے کھیتوں میں اپنے جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیئے اور پوری کی پوری فصلیں تباہ وبرباد کرکے رکھ دیں۔ قریشی سرداروں کی یہ خالص انتقامی کارروائی تھی۔ انہوں نے مدینہ کے قرب وجوار کے علاقوں میں کافی لوٹ مار بھی کی۔ اناج اور چارے کے نقصانات بہت بھاری تھے۔ اتنے بھاری کہ انہوں نے ایک طرف تو مدینہ والوں کو بھکمری کے قریب پہنچادیا تو دوسری طرف مدنی کاشتکاروں کو اتنا خوفزدہ اور برہم کیا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں سخت احتجاج کیا اور مہاجروں پر ان نقصانات کی ذمہ داری ڈالی۔ یہی شدید مالی نقصانات تھے جنہوں نے ایک حد تک پُرجوش مسلمانوں خاص کر انصاری نوجوانوں کو اتنا برافروختہ کردیا تھا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہوسلم سے اصرار کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں جنگ کریں۔ اس اصرار وجوش کا محرک اول دراصل کھڑی فصلوں کی تباہی وبربادی ہی تھی، دوسرے عوامل نے ثانوی محرکات کا کام کیا تھا۔(249)

اسی طرح جنگ خندق کے زمانے میں قریشی فوجوں نے مدینہ منورہ کے ایک ماہ کے محاصرے کے دوران شہر نبویؐ کے اردگرد کے علاقوں میں خوب لوٹ مار مچائی تھی اور تہس

نہس کا بازار گرم کر دیا تھا۔ اگرچہ اس بار مسلم کاشتکاروں نے ہوشیاری دکھائی کہ انہوں نے اپنی فصلیں شروع موسم ہی میں کاٹ کر محفوظ کر لی تھیں لیکن بہر حال دوسرے نقصانات ان کو برداشت کرنے پڑے تھے۔(250)

مسلم مہموں کے مالی خسارے:

مدنی مسلمانوں کو بعض مہموں میں دوسرے نقصانات کے علاوہ کافی مالی خسارے برداشت کرنے پڑے تھے۔ مثال کے طور پر 6ھ/628ء میں مسلمانان مدینہ کا ایک تجارتی کارواں سامان تجارت سے لیس شام بھیجا گیا۔ اس کے سربراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کلبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولائے خاص تھے۔ مورخین اور ہمارے بنیادی مآخذ نے اس کارواں کو بھی سریہ ہی قرار دیا ہے۔ شمال کے بعض سرکش قبیلوں نے تاک لگا کر ان پر حملہ کیا اور سارا مال واسباب لوٹ لیا۔ اسی طرح متعدد مہمات میں مسلمانوں کو مالی، جانی اور دوسرے مادی نقصانات ہوئے تھے۔(251)

غزوات وسرایا کے جانی اور مادی نقصانات:

اس ضمن میں ان مادی اور جانی نقصانات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے جو مختلف مہموں کے دوران مسلمانوں کو دشمنوں کے ہاتھوں اٹھانے پڑے تھے، بئر معونہ اور رجیع کے سرایا دراصل مذہبی اور تبلیغی اسفار اور ان کے شرکاء کرام اساتذہ وقراء تھے اور ان میں سیاسی اور فوجی عناصر کی آمیزش بہت کم تھی لیکن جدید مورخین کو ان کے فوجی اور سیاسی کردار پر ہی اصرار ہے۔ بہر کیف ان دونوں ''مہموں'' کو ''المیوں'' میں بدل دیا گیا اور تمام مجاہدین کو شہید اور ان کے تمام ساز وسامان، ہتھیار واسلحہ وغیرہ کو چھین لیا گیا۔ وہ ہر لحاظ سے بہت بھاری نقصانات تھے۔(252)

ان دونوں المیوں کے علاوہ متعدد دوسرے غزوات وسرایا میں مسلمانوں کو مادی، مالی اور جانی نقصانات اٹھانے پڑے تھے۔ تفصیل سے طول کلام ہوگا لہٰذا صرف ان کا نام ہی گنانا کافی ہوگا۔ ان میں اہم ترین خسارہ والی مہمات حسب ذیل تھیں۔ غزوۂ احد، حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کا سریہ ذوالقصہ، حضرت زید بن حارثہ کلبی کا سریہ وادی القریٰ،

حضرت بشیر بن سعد انصاری کا سریہ فدک، حضرت ابن ابی العوجاء سلمی کا سریہ بنو سلیم، حضرت کعب بن عمیر غفاری کا سریہ ذات اطلاح اور غزوہ/سریہ موتہ (253)۔ غالباً کیا یقیناً ان کے علاوہ دوسرے کئی غزوات وسرایا تھے جن میں مسلمانوں کو صرف نقصان وخسارہ سے ہی واسطہ پڑا تھا اور مال غنیمت کا منہ بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ ان تمام شکستوں، ناکامیوں اور محرومیوں میں مدینہ والوں کو جان وروح، بدن وجسم، نقد ومال، اسباب وسامان، جانور و مویشی اور جائیداد واموال کا نقصان ہی نقصان اٹھانا پڑتا تھا جو بعض حالات میں بہت بھاری تھا۔ ہم نے ان نقصانات، ناگزیر نقصانات کا حساب وشمار نہیں کیا ہے جو مسلمانوں کو اپنی کامیاب وبامراد مہموں میں انسانی جانور اور مادی اسباب کے خساروں کی صورت میں اٹھانا پڑے تھے کہ ان کی قیمت کا حساب لگانا ممکن ہی نہیں۔(254)

اگرچہ ان نقصانات کو خاص کر انسانی جانوں کے نقصانات کو رقوم میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا تاہم آمد وصرف اور لاگت اور فائدہ کا تناسب لگانے کے لیے ان نقصانات کو بھی محسوب کرنا ضروری ہے اور غنیمت کی ''آمدنی'' سے ان کے ''خرچ'' کو منہا کرنا لازمی ہے ورنہ منافع کی ظاہری شکل دھوکہ دینے والی ہوگی۔ اگر ان تمام جانی اور مالی، مادی اور منفی نقصانات کو بھی محسوب کر لیا جائے تو نفع کا پلہ ہلکا اور نقصان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ یہ بھی سچ ہے کہ دونوں قسم کے نقصانات اور خسارے، بہر حال فوائد ومنافع کے مقابلے میں کم تھے اور بعض بعض صورتوں میں خاصے کم تھے تاہم اموال غنیمت کی مالیت اور قدر وقیمت طے کرتے وقت اور مسلم معیشت میں ان کی کارفرمائی اور کارکردگی متعین کرتے وقت ان کو بھی محسوب کرنا ضروری ہے تاکہ نفع ونقصان کا میزان متوازن ہو جائے۔

اس بحث سے اب تصویر کے دونوں رخ سامنے آتے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غزوات وسرایا سے خاصی دولت ملی، نقد وجنس کی صورت میں بھی اور اراضی واموال کی شکل میں بھی۔ اور یہ بھی اجاگر ہوتا ہے کہ ان کے حصول کے لیے مسلمانوں کو اپنی مہمات پر کافی مصارف کرنے پڑے اور جانی، مالی، مادی اور مختلف دوسرے اقسام کے نقصانات اٹھانے پڑے۔ نفع ونقصان کے اس میزانیہ میں پلہ کسی کا بھی جھکے، یہ بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ صرف نفع ہی نفع نہیں ہوا تھا بلکہ نقصانات اور مصارف نے نفع کو خاصا کم کیا تھا۔

مسلم معیشت اور غنائم

مسلم معیشت کے اصل عناصر:

یہ حقیقت تو سب کو حتی کہ مستشرقین اور جدید مورخین کو بھی تسلیم ہے کہ عہد نبوی میں بالخصوص مدنی دس سالہ دور میں مسلم معیشت کے بنیادی عناصر اور اصلی معالم کچھ اور تھے۔(255) صرف غزوات وسرایا سے حاصل شدہ اموال غنیمت نہ تھے۔ غنیمت تو محض ایک ذریعہ بنی تھی اور وہ بھی عارضی یا وقتی۔ اس نے مسلم معیشت میں خواہ کچھ بھی حصہ لیا ہو مگر وہ اصل مسئلہ کا حل نہ تھی اور نہ ہی معیشت کی بنیاد واساس، مگر بد قسمتی سے اموال غنیمت کی کارکردگی پر ضرورت سے زیادہ زور دینے والوں نے مسلم معیشت کے اصل عناصر کو نظر انداز کر دیا اور اموال غنیمت کے تجزیہ میں ان کا لحاظ نہیں کیا ہے جو صحیح صورت حال اور حقیقت کو جاننے کے لیے ضروری ہے۔

کسی اور سے کیا شکوہ، خود مسلمان مورخوں نے اور ان سے زیادہ سیرت نگاروں نے ہجرت نبوی کے بعد مدنی مسلم معیشت کا مطالعہ وتجزیہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی اور اپنی روایت پرستی اور غیر تجزیاتی طرز نگارش سے ان پر مزید دھند پھیلا دی۔ غالباً مولانا شبلی نعمانی واحد سیرت نگار ومورخ ہیں جن کو اس مسئلہ کا شعور تھا اور انہوں نے اس کا ادراک کر کے تجزیہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کا تجزیہ مختصر بھی ہے اور محدود بھی کیونکہ وہ

ان کا اصل مقصود تھا ہی نہیں۔ اسی بنا پر انہوں نے صرف اشارہ کرتے ہوئے مہاجرین کی تجارت کا ذکر کیا ہے کہ مہاجرین کرام نے اپنے تجارتی کاروبار اور محنت مزدوری وغیرہ سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی۔(256)

بلاشبہ تجارت مہاجرین کا اصل یا سب سے بڑا پیشہ تھا مگر وہ زراعت وغیرہ سے قطعی نابلد نہ تھے جس طرح انصار کرام کی اصل پیداوار زراعت تھی مگر ان میں تجارت پیشہ حضرات بھی تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کے دونوں بڑے طبقات میں حرفت ودستکاری اور مزدوری ومحنت کے دو اور پیشے تھے۔ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ مسلم معیشت کے کسی یا دوسرے معاشی نظاموں کی مانند چار بنیادی عناصر تھے۔ تجارت وکاروبار، زراعت اور کھیتی باڑی، حرفت ودستکاری اور محنت مزدوری۔ ان پر مفصل بحث کا یہ موزوں مقام نہیں کہ اس صورت میں ہم اپنے زیر بحث موضوع سے دور جا پڑیں گے' تاہم ایک مختصر تبصرہ ضروری ہے تاکہ اموال غنیمت کے وسیلہ رزق ہونے کا تجزیہ دوسرے وسائل آمدنی کے آئینہ میں کیا جاسکے لیکن اس سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ہجرت کے وقت مدنی مسلم معیشت کیا تھی؟

ہجرت مدینہ کے وقت مدنی معیشت:

سماجی اعتبار سے مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت اور اس کے متصلاً بعد کے زمانے میں چار طبقات تھے۔ انصار کے دو قبیلے اوس وخزرج کی غالب اکثریت مسلمان ہو چکی تھی، مہاجرین مکہ واطراف میں سب کے سب مسلمان تھے۔ یہودی قبیلے جن کی تعداد دو درجن سے اوپر تھی اور انصار کے بعض خاندانوں کے غیر مسلم عرب طبقات جو خاصے کم تھے۔ انصار کے کچھ موالی اور حلفاء بھی مدینہ منورہ میں آباد تھے اور اسی طرح مسلم اور غیر مسلم طبقات میں منقسم تھے مگر ان کا شمار انصار کے سرپرست خاندانوں میں ہوتا تھا۔(258)

اقتصادی لحاظ سے تقریباً سب مدنی سماجی طبقات چاروں عناصر معیشت، تجارت، زراعت دستکاری، مزدوری رکھتے تھے۔ یہودیوں میں بنو قینقاع اگر تاجر تھے تو بنو النضیر

اور بنو قریظہ زیادہ تر زراعت پیشہ۔ ان میں تجارت و زراعت مشترک تھی کہ تاجروں میں زراعت پیشہ بھی تھے اور کاشتکاروں کے درمیان تجارت پیشہ۔ دستکاری بنو قینقاع کے سناروں اور اسلحہ سازوں کی جاگیر تھی۔ کمزور یہودی طبقات حرفت پیشہ ہونے کے علاوہ مزدوری بھی کرتے تھے۔(259) انصار مدینہ میں بھی یہی تقسیم تھی۔ اوس وخزرج زیادہ تر زراعت پیشہ تھے کہ ان کے کھجوروں کے باغات اور اناج کے کھیت تھے لیکن وہ تجارت بھی کرتے تھے کہ ان کا شہر بین الاقوامی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا، وہ عرب بازاروں کے علاوہ شام اور دوسرے علاقوں سے تجارت کرتے تھے۔ انصار میں متعدد لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دستکاری کرتے تھے اور ان کے غریب وغرباء محنت مزدوری سے اپنے پیٹ پالتے تھے۔(260) غیر مسلم عرب طبقات کی تعداد کافی کم تھی اور ان کے بارے میں معلومات بھی کم ہیں لیکن قیاس یہی کہتا ہے کہ وہ انہیں ذرائع ووسائل سے یا ان میں سے بعض کے ذریعہ اپنی روزی روٹی حاصل کرتے تھے۔(261) مہاجرین مدینہ کے بارے میں یہ غلط فہمی عام ہوگئی ہے کہ وہ شروع میں انصار کے ایثار وجود وکرم پر تکیہ کرتے رہے اور پھر ضرورت شدید لاحق ہونے پر لوٹ مار، رزیہ اور غزوہ پر اتر آئے تا کہ اپنا اور اپنے متعلقین کا پیٹ پال سکیں۔ ہمارے مآخذ سے اس خیال خام کی پختہ تردید ہوتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ ہجرت کے ابتدائی صدمات اور غریب الوطنی کے اولین اثرات کے زائل ہوتے ہی انہوں نے اپنی صلاحیتوں سے کام لینا شروع کر دیا تھا اور معاشی وسائل و ذرائع سے گزربسر کا خاطر خواہ انتظام کر لیا تھا جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی کے سابقہ اقتباس سے واضح ہوتا ہے۔

ایک دوسری غلط فہمی یہ عام ہوگئی ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے مقابلہ میں محض ایک گاؤں یا صرف معمولی بستی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک اہم تجارتی مرکز، عمدہ زراعتی علاقہ اور وسیع شہر تھا۔(262) اقتصادی اعتبار سے انصار کرامؓ یہودی قبائل سے ممکن ہے کمزور رہے ہوں مگر ایسا نہیں تھا کہ وہ ان کے دست نگر اور اجیر تھے جیسا کہ عام طور سے بتایا جاتا ہے۔ اوس وخزرج کے بہت سے افراد وطبقات خاصے متمول اور کافی مالدار تھے۔ ان میں ان کے شیوخ حضرات سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، اسعد بن زرارہ،

ابوایوب انصاری اور متعدد دوسرے بزرگوں کے نام آتے ہیں۔ ان کے مکانات، ڈیوڑھیاں، باغات، کھیتیاں اور دوسرے ذرائع پیداوار تھے۔ غیر منقولہ جائیدادوں کے متمول مالک کے لحاظ سے حضرت قتادہؓ بن نعمان کا نام سرفہرست آتا ہے۔(263)

ایک زیادہ دوررس غلط فہمی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ منورہ آئے تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات وطبقات کے علاوہ کئی بلکہ زیادہ تر طبقات وافراد اپنا سارا منقولہ مال ومتاع ساتھ لے آئے تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ جب آئے تو چار ہزار درہم کے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ ہجرت کے وقت اور مدینہ پہنچنے پر قریش کے مالدارترین لوگوں میں تھے، بنو مظعون / بنو جمح، بنو غنم بن دودان وغیرہ کے خاندان اپنا سارا مال واسباب تک اٹھالائے تھے۔ حضرات طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور زبیر بن عوام اسدی شامی تجارت سے واپس ہوئے تھے کہ ہجرت کرکے مدینہ پہنچے۔ حضرات عثمان بن عفان اور عبدالرحمانؓ بن عوف زہری قریش مکہ کے مالدارترین نوجوانوں میں شامل تھے۔(264)

مدنی معیشت کے وسائل وعناصر

تجارت:

ہمارے مآخذ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کپڑے کے کارخانے اور اس کی تجارت، حضرت عمرؓ کی ملکی اور بین الاقوامی تجارت (ایران) میں شرکت، حضرت عثمانؓ کی مدنی تجارت جنس واناج وکھجور کے ساتھ ساتھ کپڑوں، کھالوں اور غلاموں کی تجارت، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی سامان رسد، کپڑے، غلے اور غلاموں کی تجارت، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کی کپڑے کی شامی تجارت، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ کی غلہ کی بین الاقوامی تجارت اور متعدد دوسرے مہاجرین کی ملکی، مقامی اور بین الاقوامی تجارت میں حصہ داری کا ذکر آتا ہے جس پر کہیں اور تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ مہاجر تاجروں کے بارے میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں حضرات مقداد بن عمرو خزاعی، عبداللہ بن جحش اور ان کے خاندان والے، عبداللہ بن عمر عدوی وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔(265)

انصاری صحابہ کرامؓ کی تجارتی سرگرمی کا ذکر بالعموم ہمارے مآخذ میں کم ملتا ہے کیونکہ وہ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے لیکن بہر حال بعض حوالے ان کے تجارتی کاروبار کے مل ہی جاتے ہیں ۔ خاص طور سے غزوات وسرایا کے دوران ان کے تجارتی لین دین کے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ امام بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوشعیب انصاریؓ گوشت کا کاروبار کرتے تھے اور ان کا ایک غلام ان کی دکان پر بیٹھتا تھا، زرعی پیداوار کے مالک انصاری صحابہ کرامؓ اپنی ضرورت سے زیادہ پیداوار دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے۔ غزوہ ذات الرقاع کے دوران حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اپنا اونٹ بیچا تھا۔ مہاجرین اور انصار صحابہ کرامؓ بالعموم مال غنیمت میں ملنے والی اشیاء فروخت کر دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرات ابوسعید خدری، ابوقتادہ انصاری، قیس بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہم اور متعدد دوسرے اصحاب کے واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ پھر غزوات خیبر وتبوک کے دوران صحابہ کرامؓ کے تجارتی کاروبار کا جو عمومی تذکرہ ملتا ہے اس میں حضرات انصار بھی کافی حد تک سرگرم رہے تھے۔(266)

بدوی عرب مسلموں کے کاروبار اور تجارت کے بھی اسی طرح حوالے ملتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر مویشیوں، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے تاجر تھے۔ بنو سلیم کے مہاجرین مدینہ اور غیر مہاجرین طبقات زیادہ تر چاندی سونے کی کان کنی اور تجارت کرتے تھے کہ ان کے علاقے میں ان کی کافی کانیں تھیں۔ دو مہاجر سلمی صحابہ کرام حضرت حجاج بن علاط اور ابوحصن کے بارے میں وضاحت سے ذکر آتا ہے کہ وہ تجارت پیشہ تھے اور سودی کاروبار کرتے تھے، وہ اپنا مال اور تجارتی نفع دونوں مدینہ منورہ لاتے تھے کہ شہر نبوی ان کی تجارت کا مرکز تھا۔ دوسرے شہروں اور علاقوں اور قبیلوں کی تجارتی سرگرمیوں کے ناقابل تردید شواہد ملتے ہیں۔(267)

زراعت:

عمومی تاثر یہ ہے کہ انصار کرام زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ ہمارے مآخذ دونوں کی تجارتی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہیں' اسی طرح ان کے زرعی

کارناموں کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ زراعت میں انصار ممتاز تھے اور تجارت میں مہاجرین اور ان کے اسباب جغرافیائی تھے۔ مکہ مکرمہ پہاڑی علاقہ اور ''غیر ذی زرع وادی'' تھی جہاں تجارت ممکن تھی اور زراعت ناممکن۔ جبکہ مدینہ منورہ میں زراعت غالب پیشہ تھا اور تجارت ثانوی کاروبار، لیکن ہوتے تھے دونوں۔

انصاری صحابہ کرامؓ میں جو مالدار خوش حال زراعت پیشہ لوگ سمجھے جاتے تھے ان میں متعدد طبقات اور حضرات شامل تھے۔ خاندانوں میں بنو سلمہ، بنو حارثہ، بنو ظفر اور بنو عبدالاشہل کے بارے میں صراحت کے ساتھ اور بعض دوسرے بطون کے بارے میں مضمر طور سے ذکر آتا ہے کہ مدینہ منورہ کے ''العرض'' نامی علاقے میں ان کے بڑے بڑے کھیت تھے جن میں کافی مقدار میں اناج پیدا ہوتا تھا۔(268) حضرات سعد بن عبادہ خزرجی اور اسید بن حضیر اوسی کے کھیتوں کی آبپاشی بیس بیس اونٹوں سے کی جاتی تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق مدنی مسلمانوں کے متعدد کھیت ''الخلائق'' نامی وادی میں تھے' جس طرح حوالی شہر میں ان کے زرعی فارم تھے۔ غزوہ سویق کے دوران ایک انصاری کے کھیت کو آگ سے جلانے کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔ اناج وغلہ کے علاوہ انصار کے کھجوروں کے بہت سے باغات بھی تھے اور ان میں خالی مقامات پر کھیتی باڑی کی جاتی تھی اور سبزی وغیرہ اُگائی جاتی تھی۔ باغات کے مالکوں میں حضرات سعد بن عبادہ خزرجی، قیس بن عبادہ، سعد بن معاذ اوسی، سعد بن ربیع، بشیر بن عبدالمنذر، حارثہ بن نعمان، جابر بن عبداللہ، محمد بن مسلمہ، ابوقتادہ، معاذ بن جبل، براء بن معرور، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے اسمائے گرامی ممتاز مقام کے مالک ہیں۔(269)

مہاجر زرعی جائیدادوں کا ذکر بھی برابر مآخذ میں ملتا ہے۔ ان میں سے اہم ترین حضرات حسب ذیل تھے: متعدد مدنی مہاجرین طائف میں آبائی زرعی جائیدادیں، باغات، کھیت اور کوٹھیاں (فارم) وغیرہ رکھتے تھے جیسے عثمان بن عفان اموی، فرزندان سعید بن العاص اموی، خالد، سعید، عمرو اور عبداللہ، ام المومنین ام سلمہ مخزومی وغیرہ۔ مدینہ منورہ میں جن مہاجروں نے زرعی جائیدادیں بنائیں اور زراعت کا پیشہ اختیار کیا ان میں حضرت سعد

بن ابی وقاص "حسیکۃ الذباب" نامی اراضی کے مالک تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا مدینہ میں ایک باغ (بستان) تھا جس کی سینچائی کے لیے انہوں نے ایک نوبی غلام رکھ چھوڑا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دینی بھائی حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری کے باغ کے قریب زرعی اراضی بنالی تھی اور اس سے پیداوار حاصل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرات عثمان بن عفان اموی، عبدالرحمان بن عوف زہری، زبیر بن عوام اسدی، طلحہ بن عبیداللہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ متعدد بزرگ صحابہ کے باغات کھیت اور زرعی جائیدادیں تھیں۔ (270)

مہاجر و انصار دونوں گلہ بانی جو زرعی کاروبار کی ایک شاخ سمجھی جاتی ہے بھی بڑے پیمانے پر کرتے تھے، ان کے کافی تعداد میں مویشی اونٹ، بھیڑ، بکری، گھوڑے وغیرہ چراگاہوں میں چرتے تھے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد دودھاری جانور تھے جن کا دودھ روزانہ آپؐ کی ازواج مطہرات کے لیے آتا تھا۔ صحابہ کرامؓ میں حضرات عبدالرحمان بن عوف زہری، محمد بن مسلمہ اوسی، سعد بن عبادہ خزرجی، سعد بن معاذ اوسی، ابوبکر صدیق تیمی، سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ممتاز گلہ بان تھے۔ (271)

مدینہ منورہ کی زرعی پیداوار کی مالیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جنگ خندق کے خطرناک لمحات میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے ایک بڑے فریق بنوغطفان سے واپس جانے کا معاہدہ کرنا چاہا تو ان کو مدینہ منورہ کی ایک تہائی پیداوار کی پیشکش کی مگر آپؐ نے بعد میں اس کو حضرات سعدین (سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ) کے مشورہ پر منسوخ کردیا۔ اس معاملہ کی اہم بات یہ ہے کہ بنوغطفان نے اس تجویز کو قبول کرلیا تھا۔ (276)

حرفت و دستکاری:

مہاجرین و انصار دونوں میں بہت سے لوگ دستکار اور حرفت پیشہ تھے اور متعدد قبل از اسلام زمانے سے ممتاز چلے آرہے تھے۔ ان میں کچھ معمولی قسم کے کاریگر تھے اور بعض بہت اعلیٰ قسم کے، اقتصادی لحاظ سے خوشحال و متمول بھی تھے اور کمزور افراد بھی۔

ہمارے مآخذ میں مختلف النوع دستکاریوں اور گوناگوں حرفوں کا ذکر ملتا ہے جیسے پارچہ بافی یا کپڑے کی حرفت، نجاری، لوہاری، اسلحہ سازی، سناری، چرم سازی، صیقل گری، خرادگری وغیرہ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کپڑے بننے کا رخانہ مدینہ منورہ کی نواحی بستی سنح (س ن ح) میں تھا جہاں ان کے کاریگر کپڑا بنتے تھے اور حضرت موصوف تجارت کرتے تھے۔ مکی عہد میں بھی متعدد دوسرے صحابہ کرامؓ نے کپڑے کی صنعت یا حرفت میں مقام بنالیا تھا۔ (273) حضرت خباب بن ارت تمیمی لوہاری اور اسلحہ سازی کے فن و حرفہ میں مکی عہد سے ممتاز تھے اور مکہ مکرمہ میں انہوں نے خاصی دولت جمع کرلی تھی۔ ہجرت کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی دستکاری سے بھی جلد ہی مال کمالیا۔ اسی طرح حضرت صہیب بن سنان نمری نے مکہ اور مدینہ دونوں زمانوں میں اپنی دستکاری سے کافی دولت پیدا کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ماہر تیر گر یا اسلحہ ساز بھی تھے۔ حضرت مرزوق ماہر صیقل گر تھے۔ حضرت زاہر دھات کے کاریگر تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قدیم غلام و مولیٰ حضرت ابورافع معروف بڑھئی تھے۔ حضرت سلیمان فارسی "خوص" (کھجور کے پتوں) سے ضرورت کی چیزیں بنایا کرتے تھے۔ حضرت ابوسیف انصاری مدینہ منورہ کے مشہور لوہار تھے اور دن رات اپنی بھٹی پر کام کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حداکین/خراطین (خرادکا کام کرنے والوں) کا ایک پورا بازار تھا جس سے متعدد صحابہ کرامؓ وابستہ تھے۔ بعد کے زمانہ میں خاص کر فتح مکہ وغیرہ کے زمانے کے بعد مدینہ منورہ میں دستکاری کو بہت فروغ ملا۔ لیکن ابتدائی زمانہ میں وہ کچھ کم نہ تھا۔ ان تمام حرفوں، پیشوں اور دستکاریوں پر بحث کہیں اور کرچکا ہوں۔ (274)

محنت اور مزدوری:

انصار و مہاجرین کے کمزور طبقات اور بے مال افراد زیادہ تر اپنے ہاتھوں کی محنت سے اپنا پیٹ پالتے تھے، اس لیے ان کو مآخذ میں عمال اید یھم (اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والے) کہا گیا ہے۔ ہجرت سے پہلے اور بعد میں بھی انصار کے بیوی بچے بالعموم یہودی

کاشتکاروں یا زمینداروں کے باغوں اور کھیتوں میں کام کرتے تھے اور اکثر و بیشتر غلام کی حیثیت سے کیوں کہ ان کے مردوں نے یہودی مہاجنوں سے سودی قرضہ لے رکھا تھا اور جسے نہ ادا کرنے کی پاداش میں وہ غلام بن جاتے تھے۔ ہجرت کے فوراً بعد مہاجرین میں سے بعض بے مال بزرگوں نے بھی یہودی زمینداروں اور باغات کے مالکوں کے ہاں بطور مزدور کام کیا تھا۔ ان کے علاوہ آزاد مزدور بھی تھے۔ جو روزانہ اجرت پر کام کیا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ تر گلہ بان اور مویشی چرانے والے لوگ تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابتدائی مدنی زمانے میں ایک یہودی زمیندار کے باغ میں آب کشی کا کام اجرت پر کیا تھا اور اپنی شادی کے لیے کچھ ضروری سامان غالباً اجرت کے ذریعہ سے ہی اکٹھا کیا تھا جیسا کہ بعض روایات سے واضح ہوتا ہے۔ حضرت جہجاہ بن سعید غفاری، حضرت عمر بن خطاب عدوی رضی اللہ عنہما کے اجیر تھے۔ ان کا دوسرا اجیر ان کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ غزوہ سویق کے ضمن میں ایک انصاری کاشتکار کے ایک زرعی اجیر کا ذکر آتا ہے جسے سالار قریش ابوسفیان اموی نے قتل کر دیا تھا۔ تجارتی اور زرعی اجیروں کا ذکر برابر مآخذ میں ملتا ہے۔ ان میں بہت سے غلام بھی تھے اور آزاد مزدوری کرنے والے بھی۔ (276)

عربوں میں اجرت پر دودھ پلائیوں کا ایک بڑا طبقہ ہر جگہ خواتین میں پایا جاتا تھا۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی رضاعت نبوی کا واقعہ تو بہت مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ہجرت کے بعد ولادت ہوئی تو ان کے لیے دایہ اور انا تلاش کی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ کرامؓ کی اولادوں کی رضاعت کا ذکر برابر ملتا ہے اور بعد کے زمانے میں آپؐ نے اپنے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی رضاعت کے لیے حضرت ام بردہؓ کی خدمات اجرت پر حاصل کی تھیں۔ عربوں میں رضاعت کی روایت قدیم تھی جو عہد نبویؐ اور عہد اسلامی میں برابر جاری رہی اور ان کے ذریعہ بہت سی خواتین اور ان کے خاندان والے روزی روٹی کماتے رہے۔ (286)

مدنی معیشت اور عہد نبویؐ کی اقتصادی زندگی کا مذکورہ بالا بہت ہی مختصر اور سادہ

تجزیہ ہے۔ ورنہ وہ نہ تو اتنی مختصر تھی اور نہ اتنی سادہ۔ ہمارے بیان کردہ چار بنیادی عناصر ......تجارت، زراعت، حرفت اور مزدوری...... کے بہت سے ذیلی انواع و اقسام تھے اور ان سے حاصل کردہ رقوم و آمدنی کے گوشوارے بھی کافی پیچیدہ اور مشکل بنتے ہیں مثلاً تجارت مقامی، ملکی اور بین الاقوامی ہونے کے ساتھ ساتھ بعض دوسری صورتیں بھی رکھتی تھی خاص کر عربوں کی فوجی اور جنگی زندگی میں۔ ان میں کمزور اور روزمرہ کے دوکاندار بھی تھے اور پھیری لگانے والے خوانچہ فروش بھی۔ ہفتہ واری اور روزانہ بازاروں میں تجارت کرنے والے بھی تھے اور عرب کے مختلف بازاروں میں سال بہ سال گھوم گھوم کر تجارت کرنے والے بھی، عمرہ و حج کے مناسک و مقامات پر تجارت کرنے والے بھی تھے اور دوسرے میلوں ٹھیلوں میں شرکت کرنے والے بھی۔ قافلے اور کارواں بنا کر جانے والے بھی تھے اور انفرادی تجارت بھی، یمن و شام، حبشہ، ایران وغیرہ سے تجارت کرنے والے بین الاقوامی تاجروں کا طبقہ بہت مالدار اور خوشحال تھا۔ (277)

عرب تجارت کا ایک اہم عنصر یہ تھا کہ وہ مہموں اور جنگوں کے ارادے سے نکلتے تو سامان تجارت ساتھ لے لیتے کہ وقت ملتے ہی یہ کاروبار بھی کریں گے۔ غیر مسلم عربوں کی اس حسین روایت تجارت کو مسلم تاجروں نے بھی قبول کر کے رواج عام دیا تھا۔ ہمارے مآخذ سے بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے غزوات و سرایا کے دوران تجارت کرنے کا ناقابل تردید ثبوت ملتا ہے مثلاً غزوہ بدر کے موقع پر قریشی فوج میں شامل سالاروں اور سپاہیوں نے کھالوں، ادم وغیرہ پر مشتمل سامان تجارت صرف اس ارادہ سے ساتھ لیا تھا کہ بدر کے بازار میں اس سے نفع کمائیں گے۔ بدر الموعد کے موقع پر مسلمان تاجران مدینہ بھی بدر کے بازار میں اپنا سامان تجارت (بضائع ونفقات) لے گئے تھے۔ اسی طرح متعدد دوسرے غزوات ومہمات کے دوران مسلمانوں کی تاجرانہ سرگرمی کا ذکر خیر ملتا ہے اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ مدنی معیشت اپنے چار بنیادی عناصر کی تسہیل کے باوجود خاصی پیچیدہ اور متنوع تھی۔ (278)

مال غنیمت کا مجموعی تناسب:

اگر آمدنی اور نقصان کا باہمی تناسب مدنظر رکھا جائے جیسا کہ اوپر کی مفصل بحث میں مذکور ہوا تو غزوات وسرایا میں حاصل ہونے والے منافع کا پلڑا ان کے نقصانات کے پلڑے سے خاصا ہلکا نظر آتا ہے بلکہ آمدنی صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر ان مصارف اور اخراجات کو بھی اگر جوڑ لیا جائے جو مسلمانوں نے مدنی حیات نبویؐ کے دس سالہ زمانے میں اپنی مہمات کے سلسلہ میں برداشت کیے تھے تو اموال غنیمت کی آمدنی ان کے مقابلے میں صفر سے اور نیچے پہنچ جاتی ہے۔ صرف غزوہ تبوک کے مصارف ثابت کرتے ہیں کہ وہ دس سالہ مہم جوئی سے حاصل شدہ منافع سے زیادہ نہ تھے تو کم بھی نہ تھے۔

اگر چہ مسلم معیشت کے بنیادی عناصر سے حاصل شدہ آمدنی کا مجموعی میزان نہیں ملتا اور نہ اس کا تخمینہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے تاہم یہ طے ہے کہ اموال غنیمت کے ہنگامی ذریعہ اور وقتی وسیلہ سے کہیں زیادہ ان سے آمدنی ہوتی تھی اور دراصل وہی عہد نبوی کی اقتصادیات ومعیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھے کیونکہ مسلم امت کی بیشتر بلکہ غالب اکثریت انہیں پرامن ذرائع اور مستقل وسائل کے ذریعہ سے اپنا پیٹ پالتی اور دوسرا کاروبار زندگی چلاتی تھی۔ اموال غنیمت سے اگر بھلا ہوتا بھی تھا تو صرف غزوات وسرایا کے شامل مجاہدین کا اور ان کے ذریعہ کسی حد تک ان کے متعلقین کا۔

اعداد وشمار بالعموم حقیقت کی پوری عکاسی نہیں کرتے۔ یہ اصول ہمارے تجزیے پر بھی کافی حد تک صادق آتا ہے۔ یہ سب تسلیم کرنے کے بعد کہ مسلم معیشت کے بنیادی عناصر دراصل ان کی اقتصادی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی اور معاشی ڈھانچے کی اساس تھے، یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ مال غنیمت نے بہرحال مسلم معیشت کے فروغ وتوسیع میں حصہ لیا تھا۔ رہی اس کے باہمی تناسب کی بات تو ہم بہ آسانی اسے صرف دو فیصد مان سکتے ہیں اور باقی اٹھانوے فیصد آمدنی پُرامن وسائل رزق سے حاصل ہوتی تھی۔ یہ کوئی ریاضیاتی یا پکی حسابی تقسیم نہیں ہے۔ دو چار فیصد اِدھر اُدھر کرنے سے مجموعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی اصل آمدنی کے ذرائع اور

وسائل پرامن رہے تھے۔

غنائم کی قدر و قیمت:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی مسلم معیشت کے مجموعی تناظر میں اموال غنیمت کے تناسب وکردار کا علمی تجزیہ کرنے کے بعد بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی زندگی میں خاص کر اور دوسرے مجاہدین کی اقتصادیات میں عام طور سے اموال غنیمت نے خاصا اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ کردار مختلف نوعیتوں اور متعدد صورتوں میں ادا ہوا تھا جن کا مختصر تجزیہ بھی موضوع کا تقاضا ہے۔

فوجی ترقی میں حصہ:

چونکہ مال غنیمت ایک جنگی ذریعہ آمدنی تھا اس لیے پہلے ایک نظر مسلم جنگی قوت کی ترقی اور مسلم فوج کی نشوونما پر ڈالنی ضروری ہے۔ مختلف غزوات وسرایا میں مسلم مجاہدین کو جو اسلحے، سامان حرب اور اونٹ، گھوڑے وغیرہ ملے تھے انہوں نے مسلم فوج کو لیس کرنے میں خاصا اہم کردار ادا کیا تھا۔ ابتدائی غزوات وسرایا میں مسلم مجاہدین نہتے، بے ہتھیار اور ذرائع نقل وحمل کے محتاج نظر آتے ہیں۔ ان کے پیادوں کے مقابلہ میں گھوڑ سوار/شہسوار فوج بھی صفر معلوم ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ مسلم فوج کیل کانٹے سے لیس اور اسلحہ اور دوسرے سامان جنگ سے آراستہ ملتی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار مسلم فوج کے بارے میں آتا ہے کہ وہ لوہے میں غرق تھی۔ اس میں سابقہ غزوات وسرایا خاص کر مدینہ منورہ اور خیبر کے یہودیوں سے حاصل شدہ ہتھیاروں نے خاصا اہم حصہ لیا تھا (279) اگر چہ تمام ہتھیار غزوات وسرایا سے نہیں ملے تھے۔

شہ سوار فوج کا ارتقاء:

اس سے زیادہ اہم معاملہ مسلم شہسوار فوج کی ترقی کا ہے۔ غزوہ بدر میں اس کے پاس صرف دو گھوڑے تھے لیکن غزوہ تبوک میں ان کی تعداد دس ہزار ہوگئی تھی جو کہ مسلم فوج کی ایک تہائی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن

ذریعہ سے شہسوار فوج کو ترقی دی تھی۔ آپ خمس ریاست سے جو اموال غنیمت کا پانچواں حصہ ہوتا تھا فوج کے لیے سامان حرب کے علاوہ گھوڑے ضرور خرید اکرتے تھے۔ اس میں مسلم مجاہدین کے نجی گھوڑے بھی شامل تھے اور خرید کے ذریعہ حاصل شدہ گھوڑے بھی۔ لیکن بہر حال دشمن سے حاصل شدہ مال غنیمت اور خمس نے مسلم شہسوار فوج کی قوت میں کافی اضافہ کیا تھا۔ (280)

نقد رقوم کا کردار:

نقد اور سامان کی صورت میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت نے مدینہ کے بعض بلکہ متعدد افراد کو کسی حد تک مالدار بنادیا تھا۔ خاص کر غزوہ بدر کے قریشی اسیروں کے زرفدیہ نے یا غزوات خیبر، وادی القریٰ، اور حنین کے اموال نے، قریشی اسیروں کے زرفدیہ کی رقم (چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم) خاصی معقول رقم تھی جو اس کے مالک کو "مالدار" بنا سکتی تھی۔ اس طرح خیبر کے نقد اموال غنیمت نے مسلم سپاہ کی رسدی ضروریات کو پورا کیا تھا۔ اور ان کے مجاہدوں میں سے کچھ کو خاصا مال عطا کیا تھا۔ غزوہ حنین کے اموال غنیمت نے مجاہدین کے ایک بڑے طبقے کو مالا مال کیا تھا۔ مؤلفۃ القلوب کو ملنے والے عطایا ان کی مالی قدر و قیمت بڑی حد تک متعین کرتے ہیں۔ (281) مسلم معیشت کی ترقی میں ان غزوات وسرایا سے حاصل شدہ جانوروں کی تعداد نے حصہ لیا تھا اور دوسرے سامان ضرورت اور سامان عیش نے بہت سے مجاہدین کی معاشی زندگی بہتر بنائی تھی۔ بعض بعض کو توان ہی اموال غنیمت سے اہل وعیال بھی ملے تھے جن سے ان کے خاندان چلے تھے یا ان میں اضافہ ہوا تھا۔ (282)

مقبوضہ ومفتوحہ اراضی کا حصہ

مدنی اراضی:

اموال غنیمت کا غالباً سب سے اہم اقتصادی فائدہ اور معاشی نفع مدینہ منورہ اور خیبر کی یہودی بستیوں کی زرعی، رہائشی اور افتادہ اراضی سے پہنچا تھا۔ مدینہ منورہ کے تین

باغی اور سرکش قبیلوں، بنوقینقاع، بنوالنضیر اور بنوقریظہ ...... کی اراضی، مکانات، دکانوں اور گڑھیوں سے مسلمانان مدینہ کی نہ صرف رہائش کا انتظام مزید آسان ہوا تھا بلکہ ان کو مستقل آمدنی کے ذرائع بھی ہاتھ لگے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد مدینہ منورہ کے انصار کرام کے ایثار وسخاوت اور تمام افتادہ اراضی کے عطیہ وغیرہ نے مسلم مجاہدین/مہاجرین کی زندگی آسان بنائی تھی اور پھر حضرت مخیریق کے باغات کی اراضی نے ان کے لیے کسی قدر فراخی پیدا کی تھی تاہم یہ بھی صحیح ہے کہ ان تینوں مدنی یہودی بستیوں کی اراضی نے مسلم نادار غریب مجاہدین ومہاجرین کی آبادکاری میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ (283)

اموال خیبر وغیرہ:

اموال یا اراضی پر مشتمل سب سے اہم اور پر منفعت غنیمت خیبر سے ملی تھی اور اس کی ملحقہ بستیوں سے بھی خاصی یافت ہوئی تھی۔ ان کی جائیدادی غنیمت کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ کم سے کم اٹھارہ سو مسلمانوں کو مستقل آمدنی اور فصل بہ فصل پیداواری دولت ملنی شروع ہوئی تھی اور ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ذی شان بھی شامل وشریک تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے واضح ہوتا ہے کہ خیبر سے حاصل شدہ پیداوار نے نان شعیر پر مشتمل سہی خاندان رسالت مآبؐ کو پیٹ بھر کھانا فراہم کیا تھا۔ (284) یہ پہلا مسلم خراج تھا جو غیر مسلم باج گزار قوم سے ان کو ملا تھا۔

خیبر کی پیداواری دولت کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس میں سے نصف حصہ مسلمانوں کا ہوتا تھا جو لگ بھگ بیس ہزار وسق کھجور (تمر)، ڈھائی ہزار صاع جو (شعیر) اور پانچ سو نوی پر مشتمل تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خمس ریاست ملا تھا (اور جو آپؐ کے اپنے حصہ غنیمت کے علاوہ تھا) اس میں سے آپ اپنی ازواج مطہراتؓ کو نان نفقہ فراہم کرتے تھے۔ ایک زوجہ کا معیاری اور رسدی حصہ اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو سالانہ یا فی فصل تھا۔ (285) اگر اس حصہ کو معیار بنایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لگ بھگ دو ہزار مسلم خاندانوں کی روٹی کا انتظام ہو جاتا تھا۔ اور شاید ان کی کھجور کی ضروریات بھی پوری ہو جاتی تھیں۔ لیکن سالن دل وغیرہ یعنی کھانے کی دوسری اشیاء اور لباس وغیرہ دوسری ضروریات زندگی کی

فراہمی ان کو اپنی گرہ سے کرنی پڑتی تھی۔ بلاشبہ خیبر کی پیداوار سے مسلم خاندانوں کو کافی راحت ملی تھی جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری ملحقہ بستیوں...... فدک، وادی القریٰ اور تیماء...... سے مسلم خاندانوں کو خاصی پیداوار حاصل ہوئی تھی مگر اس کا تخمینہ یا اندازہ نہیں ملتا۔ چونکہ بستیوں کے فاتحین بھی خیبر کے مجاہدین تھے' اس لیے ان کے اموال سے بھی وہی اور ان کے متعلقین متمتع ہوئے تھے۔ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے پیداواری اور رسدی حصوں نے ان کی ضروریات پوری کی ہوں گی اور فاضل پیداوار بیچ کر انہوں نے دوسری ضروریات کی فراہمی آسان بنائی ہو گی۔

اموال غنیمت کی فروخت:

نقد ہو یا جنس، اراضی ہو یا اس کے علاوہ سلب وغیرہ مسلم مجاہدین میں ایک رجحان یہ نظر آتا ہے کہ وہ اپنے حصہ غنیمت کو بیچ دیتے تھے۔ اور اس سے حاصل شدہ رقم سے دوسرا ضروری سامان خرید لیا کرتے تھے۔ گھریلو اسباب یا دوسرے ساز وسامان کی بھی اپنی جگہ کافی اہمیت تھی کہ وہ بہر حال مسلم معیشت کو مجموعی طور پر مضبوط بنانے میں کار آمد ثابت ہوئے تھے۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو زرہ بکتر بطور مال غنیمت ملی تھی اس کو بیچ کر ان کی شادی اور حضرت فاطمہؓ کی جہیز کی رقم ادا کی گئی تھی۔ (286) حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد اسلمی نے خیبر کے غزوہ میں جو باندی پائی تھی مدینہ منورہ کے ایک یہودی مہاجن ابوالشحم کے ہاتھ فروخت کردی تھی اور اس سے خاصی رقم پائی تھی۔ ایسی بعض اور مثالیں بھی ملتی ہیں۔ (287)

غیر منقولہ جائیدادوں کا حصول:

لیکن اس سے زیادہ اہم رجحان یہ تھا کہ مجاہدین اپنے حصہ غنیمت کو یا اس کے کسی حصہ کو فروخت کر کے جائیداد خرید لیا کرتے تھے۔ اس طرح مستقل پیداوار اور مستقل آمدنی کے ذریعہ کے مالک بن جاتے تھے۔ حضرت ثابتؓ بن قیس خزرجی اور ان کے چچازاد بھائی نے بنو المصطلق کے مال غنیمت سے حاصل ہونے والی رقم سے مدینہ منورہ میں ایک باغ خرید لیا تھا۔ حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے بقول واقدی ''الردینی'' نامی اور بقول امام بخاری ایک مخرف/خراف (باغ) خریدا تھا جو بنوسلمہ کے محلے میں تھا۔ حضرت غزیہ انصاری نے

سریہ موتہ میں جو یاقوت پایا تھا وہ خلافت فاروقی میں ایک سو دینار میں بیچ کر ایک کھجور کا باغ مدینہ منورہ کے علاقہ بنو خطمہ میں خریدا تھا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب عدوی، عثمان بن عفان اموی، بریدہ بن حصیب اسلمی وغیرہ متعدد صحابہ کرامؓ کے بارے میں روایات آتی ہیں کہ انہوں نے مختلف اوقات میں خیبر کی اراضی کے حصے ان کے مالکوں سے خرید کر اپنی جائیدادیں بنائی تھیں' وہ زیادہ تر مال غنیمت کی رقم سے خریدی گئی تھیں۔ اور اس سے اہم روایت یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی کی وفات کے بعد ان کے یتیم فرزند کے لیے خمس کے ایک حصہ سے ایک جائیداد خرید کردی تھی۔ (288) یہ چند مثالیں ہیں، تلاش وجستجو سے ان میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال ان سے ہمارا دعویٰ مدلل ہو جاتا ہے کہ اموال غنیمت سے جائیدادیں اور وہ بھی پیداواری جائیدادیں خریدنے کے رجحان نے مسلم معیشت کو خاصا استحکام عطا کیا تھا اور اموال غنیمت کا یہی سب سے اہم کردار تھا۔

----❖❖❖----

تعلیقات وحواشی

(1) شبلی نعمانی، سیرت النبی، دارالمصنفین اعظم گڑھ 1971ء، اول 21-24 وغیرہ، صفحہ 573 کا بنیادی خیال ہے کہ پہلے سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ سیرت نہیں بلکہ مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً مغازی ابن عقبہ، مغازی ابن اسحاق، مغازی واقدی۔ یہ اندازِ تحریر آج تک چلا آیا ہے......

مولانا مرحوم کا یہ بیان جزوی طور پر صحیح ہے لیکن مشہور ہونا اور حقیقت میں موسوم ہونا دو الگ الگ باتیں ہیں۔ ابتدائی کتابیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مغازی کے نام سے لکھی گئیں تھیں جبکہ ابن اسحاق اور واقدی کی کتابوں کے نام بالترتیب: ''کتاب المبتداء والمبعث والتاریخ'' اور کتاب التاریخ والمبعث والمغازی ہے۔ واقدی کی موجودہ کتاب ''المغازی'' اصل کتاب کا صرف ایک حصہ ہے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''امام واقدی...... عظیم ترین مغازی نگار''

نیز ملاحظہ ہو: اکرم ضیاء العمری، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مرکز البحوث السنۃ والسیرۃ قطر 1411ھ۔1991ء، بحث مصادر السیرۃ النبویۃ صفحہ 72-47۔

(2) عروہ بن زبیر، مغازی رسول اللہ لعروہ بن زبیر مرتبہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، جامعہ الریاض، ریاض 1401ھ/ 1981ء۔ اردو ترجمہ بعنوان مغازی رسول اللہ، محمد سعید الرحمٰن علوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 1990ء۔

(3) شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول صفحہ 35-21، فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، جامعۃ الامام محمد بن سعود، ریاض، 1983ء، جوزف ہوروِوِتس (Joseph Horovitz)، سیرت نبوی کی اولین کتاب اوران کے مؤلفین، (انگریزی) اسلامک کلچر (Islamic Culture) حیدرآباد 28-1927ء صفحہ 59-535 اور 22 وغیرہ، اردو ترجمہ نثار احمد فاروقی، نقوش رسول نمبر، لاہور 1983ء، اول صفحہ 861-721۔

(4) مثلاً ابن ہشام کی سیرت میں غزوات وسرایا کا باب جلد دوم کے صفحہ 221 سے شروع ہوتا ہے اور آخری اور چوتھی جلد کے صفحہ 185 تک وسیع ہے۔ درمیان میں بعض دوسرے مباحث بھی آتے ہیں لیکن وہ غزوات وسرایا کے ذیلی حصے بن گئے ہیں۔ اس طرح وہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔

(5) ابن حزم، جوامع السیرۃ، دارالمعارف مصر 1956ء، صفحہ 255-100 تقریباً ایک سو پچپن صفحات پر بحث ہے (266) ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، دارالمعارف مصر 1983ء، صفحہ 98-295۔

سہیلی، الروض الانف، مطبعہ جمالیہ مصر 1914ء، دوم صفحہ 64-235۔

ابن الجوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ 1966ء، صفحہ 672-713۔

محب الدین طبری، خلاصۃ السیر فی احوال سید البشر، دہلی پرنٹنگ پریس 1343ھ، صفحہ 14-15۔

ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دارالمنشر بیروت 1986ء، اول، صفحہ 450-293 اور دوم، صفحہ 269-1۔

حلبی، السیرۃ الحلبیہ/ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، قاہرہ 1292ھ دوم صفحہ 450-162، سوم، صفحہ 212-1۔

زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ، بلاق 1291ھ/1874ء۔

(6) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت 1960ء دوم 192-1، بلاذری، انساب الاشراف قاہرہ 1959ء اول، صفحہ 386-287۔

طبری، تاریخ الرسل والملوک، مصر 1961ء، دوم صفحہ 644-407، اور سوم صفحہ 111-9 و مابعد۔

یعقوبی، تاریخ یعقوبی، دوم صفحہ 78-44۔

مسعودی، مروج الذہب، قاہرہ 1927ء صفحہ 5-1-4 اور سوم: التنبیہ والا شراف، مکتبہ خیاط بیروت 1965ء، صفحہ 76-239۔

ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت 1965ء، دوم، صفحہ 382-113۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ جس کا سیرت نبوی کا حصہ السیرۃ النبویۃ کے نام سے الگ سے چھپا، دار المعرفہ بیروت 1983ء اول، صفحہ 539-338، دوم اور سوم پوری اور چہارم کا بیشتر حصہ۔

(7) مولانا ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، دار الکتاب دیوبند (غیر مورخہ) نے اپنی تین جلدوں اور 1535 صفحوں پر مشتمل کتاب میں تقریباً 573 صفحات غزوات وسرایا کے لیے مخصوص کیے ہیں۔ جب کہ شبلی نعمانی ان غزوات وسرایا پر کل بحث صفحہ 622-304 میں نمٹادی ہے جن میں بعض دوسری مباحث جیسے سلاطین وغیرہ کو دعوت اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ اگر ان کو منہا کر دیا جائے تو غزوات پر ان کے کل صفحات کی تعداد ڈھائی سو کے قریب آتی ہے جو ان کی دو جلدوں (کل صفحات 622+440=1062) کے چوتھائی سے بھی کم ہے۔

عبدالرؤف داناپوری، اصح السیر، نور محمد، اصح المطابع، آرام باغ کراچی 1932ء صفحہ 391-113۔ (کل صفحات 656)؛ ابوالحسن علی ندوی، السیرۃ النبویۃ، دار الشروق، جدہ، ہشتم اڈیشن 1410ھ/1989ء، صفحہ 375-209 (کل صفحات 555)

شاہ محمد جعفر پھلواروی، پیغمبر انسانیت، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1990ء، صفحہ 201-431 (کل 452)

صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، المجلس العلمی، عملی گڑھ، 1988ء، صفحہ 681-306 (کل 768)

(8) قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی 1980ء صفحہ 40-104۔

مسعود احمد، صحیح تاریخ اسلام والمسلمین، اورینٹل پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز دہلی 1986ء، صفحہ 541-181۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی سوم تا ہفتم کا تعلق اسلام و سیرت کے دوسرے پہلوؤں سے ہے، غزوات وسرایا سے بالکل نہیں۔ محمد یٰسین مظہر صدیقی تاریخ تہذیب اسلامی، فاؤنڈیشن فار ایجوکیشنل ڈیولپمینٹ، نئی دہلی 1994ء، اول، صفحہ 149-69۔

(9) خاکسار کا غیر مطبوعہ مقالہ "کتاب المغازی کے مؤلف امام واقدی" واقدی پر دوسرے نقطہ نظر کی ترجمانی کے لیے ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان مرتبہ شاہ معین احمد ندوی، اعظم گڑھ 1968ء، دوم، صفحہ 38-111۔ محمد بن الواقدی اور سیرت میں علمائے مستشرقین کی ایک نئی غلطی، صفحہ 65-139 پھر واقدی (امام زہری پر الزام)

حافظ کلائی، الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والثلاثۃ الخلفاء، قاہرہ 1968-70ء۔

(10) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صلاح الدین المنجد، معجم ما الف عن رسول اللہ ﷺ دار الکتاب الجدید، بیروت 1982ء خاص کر باب المغازی جس میں مغازی کے عنوان سے اٹھاون کتابوں کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ پوری سیرت نبوی پر جن کتابوں کے ابواب غزوات وسرایا کے لیے وقف ہیں وہ مستزاد ہیں۔

(11) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی)، حیدرآباد دکن 1973ء (کل 25)، اردو حیدرآباد دکن، انتظامی پریس طبع سوم۔

غلام جیلانی برق، مہمات رسول، نقوش لاہور 1983ء چہارم، صفحہ 433-372

میجر جنرل اکبر خان، حدیث دفاع، مکتبہ رحمانیہ دیوبند 1973ء۔

بریگیڈیر گلزار احمد، غزوات خاتم الرسل (کذا)، نقوش رسول نمبر لاہور 1983ء چہارم، صفحہ 71-323 رؤف اقبال، عہد نبویؐ کے غزوات وسرایا، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ 1984ء۔

سید امین الحسن رضوی، Battles of the Prophet، القاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز نئی دہلی 1992ء

(12) مثلاً ادریس کاندھلوی، عبدالرؤف دانا پوری وغیرہ نے صرف معلومات فراہم کی ہیں۔ سید امین الحسن رضوی نے جہاد اسلامی کے مقصد ونظریہ سے اس پر بحث کی ہے۔ بیشتر جدید اور مغربی مؤرخین نے تاریخی تجزیہ پیش کیا ہے۔ میجر جنرل اکبر خان اور بریگیڈیر گلزار احمد وغیرہ نے حربی تکنیک اور جنگی نقطہ نظر سے ان کا جائزہ لیا ہے۔ رؤف اقبال نے ان کو امن وعدل کے قیام کا ذریعہ سمجھا ہے۔ ابتدائی مؤلفین سیرت اور ان کے زیر اثر تمام سیرت نگاروں نے ابتدائی غزوات وسرایا کا بالخصوص محرک اقتصادی بتایا ہے۔

ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب/ مقالہ ''عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں ...... محرکات، مسائل، مقاصد''، برہان دہلی 1982-83ء (دسمبر 82ء تا ستمبر 83ء) نقوش رسول نمبر لاہور 1985ء جلد 12، صفحہ 381-283۔

(13) مستشرقین اور جدید تجزیاتی مؤرخین کا اسلوب تحلیل وتجزیہ پر بالعموم مبنی ہوتا ہے اور وہ تاریخ کے واقعات کو ایک دوسرے سے مربوط وہم آہنگ کر کے پیش کرتے ہیں جب کہ ہمارے مشرقی سیرت نگار زیادہ تر صرف تاریخی واقعات کو ان کے تسلسل میں زمانی ترتیب سے بیان کر دیتے ہیں اور الگ الگ اکائی بنا دیتے ہیں۔ یہ دراصل ان کی تاریخ نگاری کے اصولوں سے نابلدی اور عدم واقفیت کی بنا پر ہوتا ہے۔ اور بقول مورخ مسعودی مشرقی اقوام کے نزدیک تاریخ نگاری محض واقعات اور روایات کی کھتونی بن کر رہ جاتی ہے۔

(14) مستشرقین، جدید مورخین اور تنقیدی مؤلفین کا دعویٰ ہے کہ وہ اصل مآخذ اور مصادر سے صحیح معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ان کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ وہ ان کو منطق استدلال اور تجزیاتی اسلوب میں معروضی طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اور سیرت نبوی کے باب میں ان کے یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ فنی لحاظ سے ترقی کر چکے ہیں، تکنیکی اعتبار سے بہتر ہیں اور اسلوب واستدلال میں یکتا ہیں، لیکن ان کا مطمح نظر اور مقصد اسلام کا صحیح مطالعہ اور سیرت نبوی کا اصل تجزیہ کرنا نہیں ہوتا۔ یہ بات بلکہ حقیقت ہمیشہ واضح رہنا چاہیے اور اس میں شک وشبہ کو ذرا بھی دخل نہیں ہونا چاہیے۔

استشراق اور جدید تاریخ نویسی کی بنیاد وسرشت میں مغربی افکار ونظریات ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور ان کے مسموم اثرات بھی اسی مقدار میں کارفرما ہوتے ہیں۔ اگر اسلام اور سیرت نبوی پر ان کی تحریروں کا شروع سے آخر تک تجزیہ کیا جائے تو حقیقت بالکل واضح اور مدلل ہو جاتی ہے۔

مختصراً مستشرقین کی تحریروں کے تین دور کیے جا سکتے ہیں۔ اول ابتدائی دور جب ان کے مؤلفین خالص مناظرانہ، مجادلانہ اور معاندانہ اسلوب وزبان میں سیرت کو مسخ کرتے تھے۔ معلومات بھی ان کے پاس کم تھیں، اور زبان وبیان بھی فاحش تھا۔ دوسرا دور قرون وسطیٰ یا سولہویں، اٹھارہویں صدی وغیرہ کا ہے جب اہل قلم نے صلح جویانہ، ہمدردانہ اور عاقلانہ تحریروں کا روپ اختیار کیا اور تیسرا دور موجودہ صدی اور اس سے کچھ قبل کا ہے جب عالمانہ، غیر جانبدارانہ، معروضی اور محققانہ تحریروں کا دعویٰ کیا گیا۔

ان تینوں ادوار کا تجزیہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سوقیانہ زبان اور فاحش انداز بیان ترک کر دیا گیا اور ان کی جگہ سنجیدہ زبان اور علمی اسلوب اختیار کر لیا گیا۔ معلومات میں اضافہ ہوا اور تجزیہ وتحلیل میں وسعت بھی پیدا ہوئی لیکن یہودی عیسائی عصبیت برابر موجود رہی اور اسلام کی ویسی ہی مخالفت ومسخ کرنے کی کوشش بھی۔ بس زہر ہلاہل کی ٹکیا پر شکر چڑھا دی گئی ہے۔ جو بات بارہویں صدی عیسوی یا اس کے بعد کے زمانے میں جارح انداز میں کہی جاتی تھی اب اس کو علمی زبان وبیان میں پیش کیا جاتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے نظریات وافکار وہی ہیں لیکن ان کو ایسے مدلل انداز، مربوط بیانیہ اور موثر علمی اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے کہ قاری کی نگاہ توجہ زبان و بیان اور استدلال کی بھول بھلیوں میں بھٹک جاتی ہے۔ بقول شخصے وہ علمی غلام گردش میں بھٹکتا پھرتا ہے اور قصر علم وادب اور کاخ حقیقت وکنہ تک اس کی رسائی بھی نہیں ہوتی۔ ان میں معدودے چند صحیح معلومات طریق پر پیش کرتے ہیں مگر وہ مستثنیات ہیں۔

ان تینوں ادوار استشراق کی تحریروں کے لیے حسب ذیل مواد کا تجزیہ پیش نظر ہے

(ا) سنسیلٹ ایڈیسن (Sancelot Addison)، The First State of Mohumedism: Or An Account of the Author and Doctrines of the Imposter لندن 1679ء صفحہ 80-72 وغیرہ۔

(ب) واشنگٹن ارونگ (Washington Irwing)، Life of Mohomed، لندن 1876ء صفحہ 94-5 بالخصوص۔

(ج) سر ولیم میور (Sir William Muir)، Life of Mohomed، ایڈنبرا 1923ء صفحہ 204-6۔ نیز اس پر سرسید کی تنقید، خطبات احمدیہ، نولکشور سٹیم پریس لاہور، غیر مورخہ، نیز ملاحظہ ہو اس پر خاکسار کا مقالہ "سرسید کی سیرت نگاری..... خطبات احمدیہ کے حوالے سے" فکر ونظر سرسید نمبر علی گڑھ 1992ء، 215-31۔

(د) ایچ لامنس (H.Lammens)، Islam: Beliefs and Institutions، انگریزی ترجمہ از ای ڈینی سن راس (E.Denison Ross)، لندن 1968ء، صفحہ 28-9 وغیرہ۔

(س) ڈی ایس مارگولیتھ (D.S.Margoliouth)، Mohammad And the Rise of Islam لندن 1905ء صفحہ 238 وغیرہ۔

(ص) ٹور آندرے (Tor Andre)، Mohammad: The Man and

His Faith، لندن 1956ء، صفحہ 14-45۔

(ض) کارل بروکلمان (Carl Brockelmann)، History of Islamic Peoples، لندن 1952ء، صفحہ 23-25۔

(ط) آر وی سی بوڈلے (R.V.C.Bodley)، The Messenger، لاہور 1954ء، صفحہ 134-35۔

(ع) میکسم روڈنسن (Maxime Rodinson)، Mohammad، انگریزی ترجمہ از فرانسیسی اینی کارٹر (Anne Carter)، لندن 1981ء، صفحہ 151-6 وغیرہ۔

(ف) جی ای گرونی بام (G.E.Grunebaum)، Classical Islam، انگریزی ترجمہ کیتھرائن واٹسن، (Catherine Watson) لندن 1970ء صفحہ 35-6 وغیرہ۔

(ق) فلپ کے ہٹی (Phillip K.Hitti)، History of Arabs، لندن 1970ء صفحہ 173 وغیرہ لندن 1970ء، صفحہ 15-16 وغیرہ۔

(ک) جان بیگٹ گلب (John Bagot Glubb)، The Life and Times of Mohammad، لندن 1970ء، صفحہ 173 وغیرہ۔

(ل) ڈبلیو منٹگمری واٹ (W.Montgomery Watt)، Muhammad at Mecca، اور Muhammad At Medina، آکسفورڈ 1972ء، صفحہ 1-10 وغیرہ۔

دوسرے مستشرقین اور ان کی کتابوں پر تبصرہ کے لیے ملاحظہ کیجیے:

(ا) محمد یٰسین مظہر صدیقی "سیرت نبوی پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ جلد 3 شمارہ 3، صفحہ 14-47۔

(ب) نثار احمد "مستشرقین اور مطالعہ سیرت" نقوش رسول نمبر لاہور 1985ء جلد یازدہم، صفحہ 481-568۔

(ج) صباح الدین عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی "اسلام اور مستشرقین" معارف پریس اعظم گڑھ 86-1985ء پانچ جلدیں۔

(15) مفصل بحث اور عام نظریات پر مدلل تنقید کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟" تحقیقات اسلامی علی گڑھ 1983ء، جلد دوم، صفحہ 25-11۔ صرف ایک مثال یہاں نقل کرنی ہوگی کہ شبلی نعمانی جیسا مورخ اس خیال خام کا شکار ہوگیا۔ فرماتے ہیں کہ "مہاجرین ...... چونکہ بالکل نکھرے تھے اور ایک حبہ تک ان کے پاس نہ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ انصار اور ان میں رشتہ اخوت قائم کردیا جائے۔" سیرت النبی اول، صفحہ 284۔

نیز مونٹگمری واٹ، "محمد ایٹ مدینہ"، صفحہ 4-2 وغیرہ۔ مواخاۃ کی تنظیم دراصل مدینہ میں اسلامی معاشرہ کی ابتدائی تشکیل کا پہلا مرحلہ اور اقدام تھا۔

(16) سر ولیم میور، لائف آف محمد، صفحہ 5-3-2 و مابعد، مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 4-2 وغیرہ۔

ولیم میور نے یہ نظریہ خام پہلے سے طے کرلیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قریش کی عداوت اور ان سے انتقام لینے کی خواہش جاگزیں تھی اور اس پر طرہ یہ کہ قریشی کاروانوں کی آمد ورفت اور ان سے مال غنیمت کے حصول نے غزوات وسرایا کا دروازہ کھول دیا۔

(17) ولیم میور، مونٹگمری واٹ، فلپ ہٹی وغیرہ تمام مستشرقین اور جدید مورخین کا یہی نتیجہ ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو کارل بروکلمان، صفحہ 26، ولیم میور صفحہ 243، واٹ صفحہ 35-29 اور صفحہ 46-40 وغیرہ۔

(18) عام اور مستند سیرت نگاروں کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ ہے مگر محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن 1942ء، صفحہ 125-110 کے مطابق ان کی تعداد دس ہوجاتی ہے۔

(19) کارل بروکلمان، صفحہ 23، مونٹگمری واٹ، صفحہ 10، نیز عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں۔

(20) مونٹگمری واٹ، 14-4، نیز کارل بروکلمان، صفحہ 25-23، ولیم میور، صفحہ 211۔

(21) ولیم میور، صفحہ 3-241، کارل بروکلمان، صفحہ 26-25، مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 35-29 اور صفحہ 46-40 وغیرہ۔

(22) ولیم میور، صفحہ 322، کارل بروکلمان، صفحہ 25-24، جی ای گرونی بام، صفحہ 40-36، ہٹی، ہسٹری آف دی عربس، صفحہ 17-116، اور اسلام اے وے آف لائف، صفحہ 18-17، مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 220۔

(23) مندرجہ بالا مستشرقین کی نگارشات مذکورہ کے علاوہ خاکسار کا مضمون "سیرت رسول پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات" ملاحظہ ہو۔

(24) ابن اسحاق، لائف آف محمد، انگریزی ترجمہ از اے گیوم، لندن 1955ء، صفحہ 221، ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مرتبہ محمد محی الدین عبدالحمید، طبع قاہرہ (غیر مورخہ)، دوم، صفحہ 93، نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے باب میں لکھا ہے کہ قریشی سردار بخوبی جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کرنے کا عزم مصمم کررکھا ہے اور مدینہ پہنچتے ہی آپؐ ان پر حملہ کریں گے اس لیے وہ آپؐ کو ہجرت سے روکنا چاہتے تھے۔ ابن ہشام کے جملے ہیں "...... فحذروا خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھم وعرفوا انه قد اجمع لحربھم فاجتمعوا له فی دار الندوة ...... یتشاورون فیھا مایصنعون فی امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خافوہ ......"

نیز ملاحظہ ہو ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی مرتب کردہ ابن اسحاق کی سیرت "سیرت ابن اسحاق" اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ، نقوش رسول نمبر، لاہور 1985ء، جلد اول صفحہ 11۔

(25) مثلاً ابن اسحاق کی روایات جن ابتدائی مؤلفین نے قبول کی ہیں وہ اس دام میں گرفتار ہوئے۔ ان میں نمایاں ترین ابن ہشام ہیں جو ان کے مہذب اور جامع ہیں۔ دوسرے مؤلفین سیرت میں طبری، بلاذری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ متعدد نامی گرامی اصحاب قلم شامل ہیں۔

(26) اسی طرز فکر کی نمائندگی کے لیے ملاحظہ ہو سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین،

لاہور 1921ء، دوم 40-319: ابوالحسن علی ندوی، محمد رسول اللہ (انگریزی ترجمہ محی الدین احمد) لکھنؤ 1979ء، صفحہ 64-321؛ اطہر حسین، Prophet Mohammad And His Mission، بمبئی 1967ء، صفحہ 46-26؛ سید امیر علی، A History of the Saracens، نئی دہلی 1977ء، 14-12؛ نیز ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دوم، صفحہ 3-1 و مابعد، بحث بر اسلام اور جہاد، صفحہ 50-44 و مابعد سلسلہ ''غزوات و سرایا''

(27) شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول صفحہ 84-574 اور صفحہ 18-212؛ محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ (انگریزی)، حیدر آباد دکن 1984ء، صفحہ 66-15؛ سید امیر علی، اسپرٹ آف اسلام، لندن 1965ء، صفحہ 61 و مابعد، ابوالکلام آزاد، رسول رحمت، مرتبہ غلام رسول مہر، دہلی 1982ء، صفحہ 270 وغیرہ؛ محمد حسین ہیکل، دی لائف آف محمد، (انگریزی ترجمہ از اسماعیل راجی الفاروقی) یو ایس اے 1976ء، صفحہ 6-2 وغیرہ۔

(28) ان کی نمائندہ مثال ایم اے شعبان، اسلامک ہسٹری 750ء......600ء کیمبرج 1971ء، صفحہ 13-12؛ ظہیر احمد ''محمدؐ'' دہلی 1980ء، صفحہ 81-164 ہیں۔

(29) چوتھا نقطہ نظر شبلی نعمانی، حمید اللہ وغیرہ کے یہاں نظر آتا ہے۔ اول الذکر (اول صفحہ 10-309) کا بیان ہے کہ ''اول قریش کی شامی تجارت جو ان کا مایۂ غرور ہے بند کر دی جائے تاکہ وہ صلح پر مجبور ہو جائیں۔'' موخر الذکر، عہد نبوی کے میدان جنگ، انگریزی، حیدر آباد دکن 1974ء، صفحہ 12 کا یہی خیال ہے کہ ابتدائی مہموں کا یہی مقصد تھا کہ قریشی کاروانوں پر روک ٹوک لگائی جائے تاکہ وہ مسلمانوں سے ایک آبرومندانہ صلح کر لیں۔ اکرم ضیاء العمری، مذکورہ بالا صفحہ 48-345 کا بھی یہی خیال ہے۔ سرایائے حمزہ اور عبیدہ کے بارے میں فرماتے ہیں'' ولا شك ان السريتين استهدفتا تهديد تجارة قريش بالدرجة الاولى، وهو تحذير اولي لقريش بان تجارتها اصبحت في خطر مالم تغير موقفها المتعنت للاسلام '' یہی نہیں بلکہ موصوف نے سریہ نخلہ کو قریشی تجارت یمن

سے تعرض کرنے والی کوشش قرار دیا ہے کیونکہ یہ زمانہ حالت جنگ کا تھا۔

(30) مختلف غزوات و سرایا میں مال غنیمت کے حصول کے حوالے سے تقریباً تمام قدیم و جدید مورخین نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً ابن ہشام، دوم صفحہ 6-284؛ شبلی نعمانی، اول صفحہ 4-332 وغیرہ ملاحظہ ہوں غزوہ بدر کے اموال کے لیے۔

(31) غزوہ بدر کے حوالے سے قرآن مجید، سورہ انفال کی ابتدائی آیات خاص کر اموال غنیمت کا ذکر کرتی ہیں۔ بعض دوسرے غزوات کے ضمن میں بھی اموال کی اہمیت کا ذکر ملتا ہے۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، واقدی قدماء میں اور شبلی نعمانی متاخرین میں غزوات سے متعلق آیات قرآنی کا ذکر اکثر و بیشتر کرتے ہیں جن میں واقعات کے بیان کے علاوہ اموال غنیمت کا ذکر بھی ہے۔ مثلاً ابن ہشام، دوم، صفحہ 24-312 نے غزوۂ بدر کی آخری بحث ''ذکر نزول سورۃ الانفال'' کے عنوان سے دی ہے جو بہت وقیع ہے۔ شبلی نعمانی، اول، صفحہ 42-336 نے ''غزوۂ بدر کا بیان قرآن میں'' کے عنوان سے تمام آیات مع ترجمہ نقل کی ہیں مگر بحث نہیں کی ہے۔ شبلی نعمانی نے اس سے قبل (اول، صفحہ 32-331 وغیرہ پر) مسلم اور ترمذی وغیرہ احادیث کا بھی غنیمت کے سلسلہ میں حوالہ دیا ہے۔ قرآن و حدیث اور دوسرے تاریخی مصادر کے حوالے بعد میں مسلسل آتے رہیں گے...... اگرچہ وہ غزوہ بدر کا اصل محرک اقتصادی اور معاشی نہیں سمجھتے اور فوجی اور دفاعی قرار دیتے ہیں۔ دوسرے بیشتر مورخین جیسے ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دوم، صفحہ 58-67 نے اس کا محرک اولین اقتصادی ہی بتایا ہے کہ کارواں قریش پر تاخت کا ارادہ تھا۔

(32) تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اکتوبر دسمبر 1982ء، جلد اول، شمارہ 4، صفحہ 34-10۔
نقوش رسول نمبر، لاہور 1984ء، جلد 11، صفحہ 480-397۔
Journal of King Abdul Aziz University: Islamic Economics, Jeddah (JAKAU) جلد 1، شمارہ 1، 1989ء، صفحہ 115-83 Role of Booty in the Economy during the Prophet's time عنوان تھا۔

(33) ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی نے ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے جرنل اسلامک اکنامکس مجلہ ابحاث الاقتصاد اسلامی، 1983ء، جلد اول، صفحہ 80-79 میں تحقیقات اسلامی میں شائع شدہ مضمون کا عربی میں تعارف کرایا ہے۔ جس کا عنوان تھا ''دور الغنائم فی اقتصاد العصر النبوی'' نقوش لاہور کے عظیم مدیر محمد طفیل مرحوم نے اپنے تعارف ''اس شمارے میں'' میں لکھا تھا کہ ''عہد نبوی کی جنگوں اور سرایا کے بارے میں کئی نوع کے مضمون لکھے گئے، مگر ان کا اقتصادی پہلو کیا تھا، یہ عنوان سیرت کی کتابوں میں نہ ملا، یا اتنی تفصیل سے نہ ملا۔ اردو کے لیے یہ مضمون نیا ہے اور بے حد اہم'' جلد 11، صفحہ 6۔

انگریزی میں جب یہ مضمون جدہ سے چھپا تو اس سے قبل دو اہم ماہرین تاریخ واسلامی معاشیات نے اس پر اپنی شاندار رپورٹیں دیں۔

بعض اہل علم نے اس مضمون کے مختلف اندراجات ومباحث سے اختلاف بھی کیا۔ ان میں ایک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ فزکس کے پروفیسر اسرار احمد صاحب ہیں جن کا استدراک تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری، مارچ 1983ء، جلد 2، شمارہ اول، صفحہ 119-20 میں چھپا اور اس کا جواب خاکسار نے ''جواب آں استدراک'' کے عنوان سے اسی رسالے کے جلد 2، شمارہ 3 جولائی، اکتوبر 1983ء، 118-19 میں شائع کیا۔

دوسرے ناقد ایس ایم حسن الزمان صاحب ہیں جنہوں نے جرنل آف کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی۔ اسلامک اکنامکس، Journal of Islamic Economics، جدہ جلد 5، 1413ھ۔ 1993ء، 61-66 پر تبصرہ کیا ہے اور بعض غلطیاں اور خامیاں واضح کی ہیں۔

خاکسار کو ان کے تبصرہ کے کئی نکات سے اختلاف ہے جس کا جواب اسی جرنل میں دیا جائے گا۔

(34) ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ، صفحہ 281 ومابعد

ابن ہشام، دوم صفحہ 223-24، سوم صفحہ 3-47۔ چہارم، صفحہ 3-319۔

سہیلی، الروض الانف، مطبع جمالیہ مصر 1914ء، دوم صفحہ 54-325۔

واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس (Marsden Jones)، آکسفورڈ 1965ء، اول صفحہ 7-8۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت 1957ء، دوم صفحہ 5-189۔

ابن جوزی، الوفاء باحوال المصطفیٰ، دار الکتب الحدیثیہ قاہرہ 1966ء، صفحہ 673-713۔

مغلطائی، سیرۃ مغلطائی، مطبعۃ السعادۃ مصر 1326ھ، صفحہ 40-78۔

عراقی/مناوی، العجالۃ السنیۃ علی الفیۃ السیرۃ النبویہ، موسسۃ النور ریاض (غیر مورخہ)، صفحہ 152-244۔

ابن عبدالبر، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، دار المعارف مصر 1983ء، صفحہ 950-298؛ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ 1959ء، اول صفحہ 287-384۔

طبری، تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف قاہرہ 1961ء، دوم صفحہ 4-2-65، سوم صفحہ 9-158۔

ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت 1965ء، دوم صفحہ 111-304۔

ابن خلدون، تاریخ/کتاب العبر، بیروت 1956ء، دوم صفحہ 744-855۔

ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دار النشر بیروت 1986ء، اول، صفحہ 293-450 اور دوم، صفحہ 1-296۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعادۃ قاہرہ 1932ء، سوم، صفحہ 234-357۔ چہارم، صفحہ 2-375 پنجم، صفحہ 2-222۔

مزید ملاحظہ ہو: محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن 1942ء، صفحہ 110-25۔

بلاذری، فتوح البلدان، دار النشر للجامعین، بیروت 1958ء، صفحہ 8-130۔

روایات محدثین کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری کتاب المغازی، باب کم غزا النبی صلی

اللہ علیہ وسلم میں صرف انیس غزوات کا ذکر ہے۔ مسلم، کتاب الجہاد' باب عدد غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس اور اکیس غزوات کا حوالہ دیا ہے۔ امام بخاری نے باب بعث النبی اسامة بن زید الی الحرقات من جهينة میں حضرت سلمہ بن اکوع کے نو سرایا میں شریک ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ترمذی، باب ماجاء فی غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم غزی مع شرح تحفة الاحوذی، عبدالرحمٰن مبارکپوری نے یہی تعداد نقل کی ہے، نیز ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ: ''محدثین کرام کی توقیت غزوات کا ایک تجزیہ'' تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری، مارچ 1997ء، 53-25۔

(35) منٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 43-339، ضمیمہ ب ''درفہرست غزوات وتاریخ غزوات۔''

جدید مورخین اور بعض مستشرقین نے زیادہ تر قدیم مآخذ کی روایات وآثار پر انحصار کیا ہے اور غزوات اور سرایا کی تعداد ان سے ہی مستعار لی ہے۔

جدید مسلم سیرت نگاروں نے البتہ تمام غزوات وسرایا کا یا تو احاطہ نہیں کیا یا ان میں سے صرف اہم غزوات وسرایا پر زیادہ توجہ مبذول کی ہے۔ اور بسا اوقات سرایا میں سے متعدد کو نظر انداز کیا ہے یا ان پر کلام کم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، اول، صفحہ 14-311 اور 61-590۔

(36) منٹگمری واٹ کی فہرست مہمات میں ان سرایا کی تعداد شامل نہیں ہے جو عرب کے بعض صنم کدوں کو توڑنے کے لیے فتح مکہ کے فوراً بعد بھیجی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ محمد بن حبیب بغدادی نے بعض دوسری مہموں کا ذکر کیا ہے جن کو عام طور پر ابھی تک تسلیم نہیں کیا گیا ہے کیونکہ وہ مسلمہ روایات پر اضافہ یا شاذ روایات ہیں۔ اس طرح محدثین کرام کے ہاں بعض ایسی سرایا کا ذکر ملتا ہے جن کا حوالہ اہل سیر کے مصادر میں موجود نہیں جیسے حضرت اسامہ بن زید کا سریہ حرقات جس میں ان کے ہاتھوں ایک نو مسلم کا قتل اجتہادی غلطی سے ہو گیا تھا۔ بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة بن زید الی الحرقات من جهينة۔ اہل سیر اس واقعہ کو البتہ دوسرے سریہ کے حوالہ

سے نقل کرتے ہیں۔

(37) محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، صفحہ 125-110۔

(38) محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی)، صفحہ 5، ابن اسحاق/ابن ہشام، واقدی اور متعدد دوسرے مستند مورخین نے اس تجزیے سے کام کیا ہے جس پر ڈاکٹر حمید اللہ نے اضافہ کیا ہے خاص کر کل مقتولین کی تعداد کا۔ شبلی نعمانی اور ادریس کاندھلوی وغیرہ نے بھی بعض مقامات پر تحلیل وتجزیہ سے کام لیا ہے لیکن شبلی کو فوقیت حاصل ہے۔

(39) شبلی نعمانی، اول، صفحہ 622-590، بحث ''غزوات پر دوبارہ نظر۔''

(40) مثلاً متقدمین میں واقدی اور جدید سیرت نگاروں میں موٹگمری واٹ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان تمام اسفار نبوی کو غزوات شمار کیا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ اہم اور دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ محدثین کرام نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار، عمروں اور حج کو بھی غزوات ہی مانا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری، کتاب المغازی میں صلح حدیبیہ کا عنوان/باب ہے: باب غزوة الحديبية۔ واقعات رجیع وبئر معونة کو اشاعت اسلام کی کاوشیں قرار دیا جاتا ہے مگر امام بخاری نے ان کے لیے بھی غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونة ...... کا ہی عنوان لگایا۔

(41) ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی کے متعلقہ مباحث میں زیادہ مواد ملتا ہے۔

(42) مثلاً غزوہ بدر کے قریشی اسیروں کی شرح فدیہ کا ذکر ملتا ہے یا سریہ القطن جیسے بعض سرایا کی مجموعی مالیت کا حوالہ آتا ہے۔ دوسرے مسائل کا ذکر آگے بحث میں آتا ہے۔

(43) ہم نے تمام غزوات وسرایا کا ذکر مال غنیمت کے لحاظ سے کیا ہے اور سنہ وار ان کی تفصیل دی ہے۔ جن میں غنیمت ملی ان کا ذکر مفصل کیا ہے اور جن میں نہیں ملی ان کی تعداد کا حوالہ دے دیا ہے باقی تفصیلات غزوات وسرایا کے ضمیمہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

(44) مفصل بحث کے لیے ابتدائی مہموں پر ہمارا مضمون ملاحظہ ہو۔

(45) جدید مورخوں کے نقطہ نظر کے لیے موٹگمری واٹ اور دوسرے مستشرقین کے مباحث ملاحظہ ہوں۔

(46) مصادر کی روایات اور جدید مورخین کی تصریحات کا اتفاق ہے کہ اس سریہ کا مقصد ومحرک صرف حالات کا پتہ لگانا تھا۔ مفصل بحث تو ہمارے مقالہ میں ہے۔ صرف چند شواہد فوری حوالہ کی خاطر پیش ہیں۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، یعقوبی، طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ مسلم مجاہدین کو قریش کی آئندہ سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں جبکہ واقدی، ابن سعد اور بلاذری کے مطابق ان کو کسی قریشی کارواں پر نظر رکھنی تھی۔

ابن اسحاق، صفحہ 89-286، صفحہ 738، ابن ہشام دوم، صفحہ 37-234، واقدی، صفحہ 19، ابن سعد، دوم، صفحہ 11-19 وغیرہ۔

جدید مورخین خاص کر مستشرقین نے عبارات کو مسخ کر کے لوٹ مار کا جو محرک دریافت کیا ہے وہ ان کی کج روئ خیال اور مبلغ عربی دانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ موٹگمری واٹ، صفحہ 607۔

(47) حالات کا رخ یہ تھا کہ مکی کارواں کے کسی فرد نے مسلمانوں کو پہچان لیا تھا۔ اگر قریش کو ان کی خبر لگ جاتی تو ان کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی۔ لہٰذا ان کو مخزومی کارواں پر حملہ کرنا پڑا تا کہ ان کو قید کر کے مکہ جانے سے روکا جائے۔ مقصود قتل وغارت گری یا مال غنیمت کا حصول نہ تھا۔

(48) ابن اسحاق انگریزی، صفحہ 288، ابن ہشام، دوم، صفحہ 240، واقدی، صفحہ 15-16، ابن سعد، دوم، صفحہ 11، یعقوبی، دوم، صفحہ 70۔ طبری دوم 747 ابن کثیر، سوم، صفحہ 249، ابن اثیر، دوم، صفحہ 114۔

(49) مثلاً ولیم میور 209 کا دعوئ ہے کہ وہ سامان تجارت سے لدا پھندا کارواں تھا جو جنوب سے آرہا تھا۔ موٹگمری واٹ، 10 کا خیال ہے کہ کافی مال غنیمت ملا جس نے آئندہ کی فوجی کارروائیوں کی راہ کھول دی۔

(50) گلب، صفحہ 177۔

(51) قیدیوں میں عثمان بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان شامل تھے جن میں سے موخر الذکر نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اول الذکر نے زر فدیہ ادا کیا تھا۔

اوقیہ اور درہم کی شرح تبادلہ کے لیے ملاحظہ ہو؛ واقدی، صفحہ 41، صفحہ 400 وما بعد، لسان العرب، مادہ "وق" میں تصریح ہے الا وقیة زنة سبعة مثاقیل وزنة اربعین درهما (یعنی سات مثقال اور چالیس درہم کا وزن) احادیث سے استناد کیا ہے اور دوسرے مآخذ سے بھی۔

(52) سریہ نخلہ کے مجاہدین میں اختلاف ہے۔ ابن ہشام، دوم، صفحہ 39-238 کے مطابق امیر سریہ سمیت نو مجاہد تھے۔ واقدی، صفحہ 18 کی روایت میں ان کی کل تعداد تیرہ ہے جس کو ابن سعد، دوم صفحہ 10 نے بھی اختیار کیا ہے۔ یعقوبی، دوم، صفحہ 69، طبری، دوم، صفحہ 410، ابن خلدون، دوم، صفحہ 746 ابن کثیر، سوم، صفحہ 249 نے ابن اسحاق/ ابن ہشام کی روایت قبول کی ہے، جبکہ ابن اثیر، دوم صفحہ 113 نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ہے۔

مال غنیمت کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ دو مجاہد کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور معرکہ نخلہ میں شرکت نہ کر سکے' اس لیے اصل معرکہ آراؤں کی تعداد صرف چھ یا گیارہ رہ جاتی ہے۔ ادریس کاندھلوی، دوم، صفحہ 51-50 نے زرقانی کی مواہب اول، صفحہ 390 کے حوالہ سے بارہ کی تعداد دی ہے۔

(53) مال غنیمت کی تقسیم کے اصول کے لیے تمام مذکورہ بالا مصادر ملاحظہ ہوں۔ نیز مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب تحلیل الغنائم لهذه الامة خاصة میں حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرایا کے غازیوں میں سے بعض کو خاص طور سے عام فوج کے سوا نفل/عطیہ عطا فرماتے تھے اور اس سب میں خمس واجب ہوتا ہے۔ دوسری روایت ابن عمر میں ہے کہ ان کو ایک بار خمس میں سے ایک "شارف" (بڑے عمر کی اونٹنی یا اونٹ) بھی عطا کیا گیا تھا۔

(54) غزوہ بدر کے مال غنیمت کے ساتھ سریہ نخلہ کی غنیمت کی تقسیم نہ صرف مستشرقین

کے بیان کردہ محرکات غزوات کے نظریہ کو شکست کرتی ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ سریہ نخلہ کی غنیمت بہت معمولی تھی۔

(55) سیرت النبی، اول، صفحہ 284-87۔ مزید بحث ہمارے موجودہ مطالعہ کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

(56) ابن اسحاق (انگریزی)، صفحہ 303، ابن اثیر، دوم، صفحہ 127۔

(57) ابن ہشام، دوم، صفحہ 3-4-8، 355-67 خاص کر صفحہ 362، واقدی، صفحہ 115-16، 138-44، 147-52، ابن سعد، دوم، صفحہ 18، یعقوبی دوم، صفحہ 45، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 296-306۔ ابن خلدون، دوم، صفحہ 753-54، ابن اثیر، دوم، صفحہ 129 ومابعد اور ابن کثیر، سوم، صفحہ 300۔

نیز ملاحظہ ہو مسلم، جامع صحیح، کتاب الجہاد، باب امداد الملائکہ جس میں یہی تعداد حضرت عمرؓ کی روایت سے مذکور ہے، بخاری، صحیح، باب بعد فضل من شهد بدرا نے ستر مقتولوں اور ستر اسیروں کی کل ایک سو چالیس کی گنتی دی ہے۔

(58) مثلاً ابن اسحاق کی ایک روایت ہے کہ قیدیوں میں سے ان کو صرف تینتالیس کے نام معلوم ہو سکے جبکہ انہوں نے گنائے ہیں صرف بیالیس نام، ان میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کا نام نامی مذکور نہیں ہوا ہے ورنہ ان کے معلوم ومذکور ناموں کی تعداد برابر ہو جاتی۔ ابن اسحاق نے حضرت عباس کا نام کسی خاص مصلحت سے فہرست اسیران سے حذف کر دیا تھا۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کی فہرست میں مزید تیئیس ناموں کا اضافہ کیا ہے جس سے کل تعداد چھیاسٹھ ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، دوم، صفحہ 1-8، واقدی، صفحہ 144 نے ایک جگہ قیدیوں کی کل تعداد صرف انچاس بیان کی ہے۔

(59) منٹگمری واٹ، صفحہ 12 کا خیال ہے کہ پینتالیس سے ستر تک قریشی مارے گئے تھے اور ان کی اتنی ہی تعداد گرفتار ہوئی تھی۔ نیز ملاحظہ ہو محمد حمید اللہ، نقوش رسول نمبر لاہور 1983ء، دوم، صفحہ 579۔

(60) واقدی، صفحہ 145-47، ابن سعد، دوم، صفحہ 17-18، یعقوبی، دوم، صفحہ 45-46 بلاذری، انساب، اول، صفحہ 295-96، طبری، دوم، صفحہ 477، ابن خلدون، دوم، صفحہ 754-55، ابن اثیر، دوم، صفحہ 136، ابن کثیر، سوم، صفحہ 314۔

(61) واقدی، صفحہ 82، 96، 1-2-3، ابن سعد، دوم، صفحہ 18 ومابعد اور ابن اثیر، دوم صفحہ 118 کا خیال ہے کہ مقبوضہ گھوڑوں کی تعداد تین تھی جبکہ ستر کی شہسوار اپنے گھوڑوں سمیت بچ کر نکل گئے تھے۔

نیز ملاحظہ ہو ولیم میور، صفحہ 228 جن کا بیان ہے کہ "مال غنیمت ایک سو پندرہ اونٹوں، چودہ گھوڑوں، قالینوں اور عمدہ چمڑے کی بنی ہوئی اشیاء کے بے شمار (Endless) ذخیرہ کے علاوہ بہت سے دوسرے سامان حرب اور اسلحہ پر مشتمل تھا۔" مستشرق مذکور نے جو اعداد وشمار دیئے ہیں ان کی تصدیق مآخذ سے تو نہیں ہوتی حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کی کتاب سیرت واسلام کے اصل مصادر پر مبنی ہے۔ مزید غلط بیانی یہ بھی کی ہے کہ اشیاء کو عمدہ چمڑے کی بنی ہوئی اور ان کی مقدار کو بے شمار بتایا ہے۔ محض اس مغالطہ کو تقویت دینے کے لیے کہ بدر کا مال غنیمت کثیر بھی تھا اور قیمتی بھی۔

(62) مثلاً غزوہ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس حق خاص کا استعمال بنفس نفیس فرمایا تھا۔ غزوات بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اور خیبر وغیرہ کے ضمن میں بھی اس کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں آگے اپنے اپنے مقام پر آئیں گی۔ نیز ملاحظہ ہو: مونٹگمری واٹ، صفحہ 255 حاشیہ 8، نیز صفحہ 355۔ معبد جہنی اور ان کے قبیلہ کے نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ گرامی کے حوالہ سے صفی کا پکا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح صفحہ 359 پر بھی ایک اور روایت کا حوالہ دیا ہے۔

(63) سریہ نخلہ کے واقعات میں بھی یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی نے از خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ نکالا تھا۔ جب کہ سریہ قطن میں اس کے قائد حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی نے صفی وسہم رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نکالا تھا۔ موخر الذکر کے حوالے آئندہ آرہے ہیں۔

(64) واقدی، صفحہ 103-100، ابن سعد، دوم، صفحہ 19-18، بلاذری، انساب، اول صفحہ 294، طبری، دوم، صفحہ 9-478 اور ابن اثیر، دوم، صفحہ 137۔ ان میں سے صرف بلاذری کا خیال ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار عاص بن منبہ بن حجاج سہمی کی تھی یا دوسری روایت کے مطابق اس کے باپ منبہ یا چچا نبیہ کی تھی۔
نیز ملاحظہ ہو ترمذی، سنن، ابواب السیر، باب فی النفل، جس میں ذوالفقار کو بطور نفل حاصل ہونے کا ذکر ہے، ولیم میور، صفحہ 229۔

(65) ابن اثیر، دوم، صفحہ 137۔

(66) ہمارے مآخذ کی روایات سے اس تقسیم کا واضح علم ہوتا ہے۔ خاص طور سے اموال غنیمت کی تقسیم کے وقت مجاہدین کے بعض دعووں کے بیان میں۔

(67) قرآن کریم، سورہ انفال 2-1۔ نیز ملاحظہ ہو طبری، تفسیر، ابن کثیر تفسیر وغیرہ میں اس سے متعلق تفاسیر، واقدی، صفحہ 100-990، ابن ہشام، دوم، صفحہ 484 کی روایت ہے کہ سورہ انفال کی آیتیں اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ "حین اختلفنا فی النفل وساءت وفیہ اخلاقنا، فنزعه الله من ایدینا فجعله الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقسمه رسول الله صلی الله علیه وسلم بین المسلمین عن بواء، یقول علی السواء" اسی بنا پر ابو اسید ساعدی نے بنو عائذ مخزومی کی مرزبان نامی تلوار واپس ذخیرہ غنائم میں کردی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جس کو غنیمت ملی ہو وہ اسے ذخیرہ اموال غنیمت میں واپس جمع کرادے۔

(68) مسلم، صحیح، کتاب الجہاد، باب الانفال، باب من فضائل سعد بن ابی وقاص، بخاری، صحیح، کتاب فرض الخمس، کتاب المغازی، باب شہود الملائکہ کے بعد بلا عنوان باب، کتاب البیوع، باب بیع الحطب والکلاء، نیز واقدی، صفحہ 37-131۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹنی کے خمس بدر سے عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا ہے۔

(69) ابن ہشام، دوم، صفحہ 286، واقدی، صفحہ 100-99۔ نیز ملاحظہ ہو: ولیم میور، صفحہ 29-228 گلب، صفحہ 188، مونٹگمری واٹ، صفحہ 12 اور 56-255۔

(70) واقدی، صفحہ 98، واقدی کے الفاظ ہیں" والاسریٰ والقتلیٰ کثیر والغنیمة قلیلة ......"

(71) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بدر، کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب، مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل سلب المقتول۔ ان ابواب سے اصول ثابت ہوتا ہے نیز روایت سے بھی کہ ابوجہل مخزومی کا سلب اس کے قاتل حضرت معاذ بن عمرو کو دیا گیا تھا، واقدی، صفحہ 100-99۔

(72) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ بدر، واقدی، صفحہ 100-98۔ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو: یحییٰ بن آدم، صفحہ 4-3 و مابعد، صفحہ 23-21۔ عبدالرؤف دانا پوری اصح السیر، صفحہ 414۔ غنائم کی تعریف، تقسیم اور خمس، اسلاب، نفے وغیرہ کی بحثیں۔

(73) واقدی، صفحہ 101-100 واحد مؤلف سیرت ہیں جو مال غنیمت کے حصوں کی تفصیلات فراہم کرتے ہیں، بقیہ دوسرے مؤلفین و مورخین صرف ان کی مساوی تقسیم کا ذکر کرتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو: ولیم میور، صفحہ 226۔

(74) تمام مآخذ کا اس پر اتفاق ہے۔ خاص کر ملاحظہ ہو: بدری صحابہ کرام کی فہرستیں اور سوانحی خاکے: ابن ہشام، دوم، صفحہ 335، واقدی، صفحہ 101، ابن سعد، دوم، صفحہ 12، سوم (پوری جلد) طبری، دوم، صفحہ 478، ابن اثیر، دوم، صفحہ 137، ابن کثیر، سوم، صفحہ 327۔

(75) حضرت عثمان کی عدم شرکت کے باوجود برابر کا اجر وحصہ ملنے کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب اذا بعث الامام رسولا۔ ابن سعد نے حصہ سوم میں حضرت عثمان کا سوانحی خاکہ بدری ہونے کے سبب شامل کیا ہے۔ نیز واقدی،

صفحہ 101-100 ۔ بدری صحابہ کی فضیلت کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکہ بدرا جس کے مطابق وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں جس طرح شریک ملائکہ تمام فرشتوں میں ہیں۔ بخاری، کتاب فرض الخمس، مسلم، کتاب الجہاد، باب الانفال، واقدی، صفحہ 101-100۔

(76) ابن ہشام، دوم، صفحہ 320 نیز ملاحظہ ہو: صفحہ 286-103، ابن سعد، دوم، صفحہ 19۔ موخر الذکر کے خیال میں ابوجہل کا اونٹ مہری ہونے کے سبب بہت قیمتی تھا۔ سو اونٹ کے مساوی اس کی قیمت دراصل قبائلی عصبیت کے سبب لگائی گئی تھی۔

(77) بخاری، کتاب الجہاد، باب استیذان الرجل الامام، باب من ضرب دابة غیرہ، باب الطعام عن القدوم نیز کتاب الوکالة، کتاب النکاح کے ابواب۔ مسلم، کتاب النکاح، کتاب المبیوع، میں مول تول، غزوہ کے نام کا ذکر نہیں' اونٹ کی قیمت چار دینار بتائی گئی ہے۔ ابن ہشام، دوم 206، واقدی، صفحہ 401-400 کا بیان ہے کہ 5ھ/ 627ء میں ذات الرقاع کے غزوہ کے واپسی کے سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مدنی صحابی حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ (جمل) چالیس درہم یا ایک اوقیہ چاندی کے عوض خرید فرمایا تھا۔ عمدہ نسل کے اونٹوں کی قیمتیں تین چار سو درہم تک بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچ جاتی تھیں۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی قصواء اور قریشی سردار امیہ بن خلف جمحی کے اونٹ کی قیمت کے بارے میں روایات بتاتی ہیں۔ یہ دونوں اونٹ ہجرت سے پہلے خریدے گئے تھے اور وہ بھی مکہ مکرمہ میں۔ امیہ بن خلف کا اونٹ پوری وادی مکہ میں بہترین گردانا جاتا تھا اور وہ بھی بدر کے مال غنیمت میں شامل تھا۔ بالترتیب ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 33 اور انساب الاشراف اول، صفحہ 12-511۔ اونٹ اور بکری کی شرح تبادلہ کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الزکوة، باب من بلغت عنده صدقة الخ، باب العرض فی الزکوة۔

(78) ابن ہشام، دوم، صفحہ 6,296-3-3۔ واقدی، صفحہ 144-138، ابن سعد، دوم صفحہ 26، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 3-1-3، طبری، دوم، صفحہ 69-463

وما بعد، ابن اثیر، دوم، صفحہ 36-136، ابن کثیر، سوم، صفحہ 14-310۔

نیز ملاحظہ ہو: مارگولیتھ، صفحہ 267 جن کا خیال ہے کہ اسیران جنگ سے زرفدیہ لینے کا فیصلہ اقتصادی اسباب سے کیا گیا تھا جبکہ مونٹگمری واٹ، صفحہ 13 کا خیال ہے کہ اس کا مقصد "مکہ والوں کا دل جیتنا تھا۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے صرف قیدیوں سے زرفدیہ وصول کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی شرح اور ایسے اسیران جنگ کا حوالہ نہیں دیا۔ ملاحظہ ہو: مسلم، کتاب الجہاد، امداد الملائکة، بخاری، کتاب العتق وفضله، باب اذا اسر اخو الرجل اوعمه هل یفادی۔

دینار و درہم کی شرح تبادلہ ایک اور بارہ تھی یعنی ایک دینار برابر تھا بارہ درہم کے۔ ملاحظہ ہو مالک بن انس، موطا، کتاب الحدود، مایجب فیه القطع کے الفاظ ہیں "...... فقومت بثلاثة دراهم من اثنی عشر درهما بدینار" دوسری روایت میں اسی کو ربع دینار کہا گیا ہے۔ کتاب العقول، عقل الجنین، میں پچاس دینار کو چھ سو درہم اور پانچ سو دینار کو چھ ہزار درہم کے مساوی بتایا ہے۔

(79) یعقوبی، دوم 46۔

(80) ابن سعد، دوم، صفحہ 22 نے اس مفہوم کی دو روایتیں نقل کی ہیں۔ دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مشہور صحابی زید بن ثابت خزرجی نے لکھنا پڑھنا اسی زمانے میں کسی قریشی اسیر بدر سے سیکھا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو: مسند احمد بن حنبل، مرتبہ احمد محمد شاکر، دار المعارف قاہرہ 1948ء، چہارم، صفحہ 47 (حدیث 2216)، ولیم میور، صفحہ 234، مارگولیتھ، 71-270، شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول، صفحہ 332۔

(81) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب مامن النبی صلی الله علیه وسلم علی الاساری، ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی فداء الاساری بالمال، ابن ہشام، دوم، صفحہ 6-4-3 نے قریشی ممنون کرم نبوی اسیروں میں سے صرف چار کا ذکر کیا ہے: یعنی ابوالعاص بن ربیع عبدشمسی، مطلب بن حنطب مخزومی، صیفی بن عائذ مخزومی اور ابوعزہ عمرو بن

عبداللہ جمحی۔ واقدی نے مذکورہ بالا روایت ابن ہشام میں پانچ مزید ناموں کا اضافہ کیا ہے (صفحہ 138-44)۔اس طرح احسان وکرم نبوی سے رہائی پانے والے قریشی اسیروں کی تعداد نو بن جاتی ہے۔اس کا بہت زیادہ امکان ہے کہ ایسے ممنونین کرم کی تعداد اس سے زیادہ رہی ہو کیونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وکرم کا دامن بہت وسیع بلکہ بے کنار تھا۔

(82) ماخذ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو مکی سرداران قریش عقبہ بن ابی معیط اموی اور النضر بن حارث عبدری کو بحالت قید و اسیری قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ کمزوروں پر ظلم ڈھانے، قتل وغارتگری کرنے، مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے اور جنگ برپا کرنے کے مجرم قرار دیئے گئے تھے۔بلاذری واحد مؤلف ہیں جو ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرے قیدی طعیمہ بن عدی نوفلی کو بھی مقتول اسیروں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں جبکہ دوسرے تمام مستند مورخین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میدان بدر میں لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (انگریزی)، صفحہ 308، ابن ہشام، دوم، صفحہ 286 ومابعد، واقدی، صفحہ 148-49، ابن سعد دوم، صفحہ 18، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 297-98، یعقوبی یعقوبی دوم، صفحہ 46۔طبری، دوم، صفحہ 130-31، ابن کثیر، سوم، صفحہ 3-5-6۔

(83) واقدی، صفحہ 138-44، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 3-1-3۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی فداء الاساری بالمال میں حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اہل شرف کا فدیہ یعنی چار سو مقرر کیا۔چار سو سے دینار مراد ہیں۔ابن ہشام، اول، صفحہ 660۔

(84) اس ضمن میں واقدی، صفحہ 140 نے ایک بڑا اہم اور دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ مشہور صحابی حضرت مصعب بن عمیر عبدری کے حقیقی کافر بھائی ابوعزیز زرارہ بن عمیر عبدری بھی اسیران بدر میں شامل تھے۔ان کی ماں قریش مکہ کے مالدار ترین افراد میں شمار ہوتی تھیں لہٰذا پہلے تو انہوں نے یہ معلوم کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گراں ترین فدیہ کی شرح کیا مقرر کی ہے کیونکہ ان کے سماجی تفاخر اور نسلی غرور کے لیے یہ باعث عار تھا کہ کمتر

ین شرح فدیہ پر رہائی حاصل کی جائے۔جب ان کو معلوم ہوا کہ گراں ترین شرح چار ہزار درہم یا سو اوقیہ چاندی ہے تو یہی رقم ادا کر کے اپنے اسیر فرزند کو رہا کرایا۔

ابن ہشام، اول، صفحہ 645-49 اور 660 کے مطابق ابوعزیز زرارہ بن عمیر کے علاوہ ابووداعہ بن ضبیرہ سہمی نے بھی چار ہزار درہم بطور فدیہ ادا کیے تھے۔ابن ہشام کا تبصرہ ہے کہ مشرکوں کا فدیہ چار ہزار درہم فی کس سے ایک ہزار درہم فی کس مقرر کیا گیا تھا۔ سوائے ان کے جن پر احسان کر کے چھوڑ دیا گیا تھا۔نیز صفحہ 610 پر دلچسپ روایت ہے کہ ابولہب بن عبدالمطلب ہاشمی نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو غزوۂ بدر بھیجا تھا اور چار ہزار درہم کا ادھار معاف کر دیا تھا۔

(85) واقدی، صفحہ 141 انساب، اول، صفحہ 3-1-3، ابن کثیر، سوم، صفحہ 310-12۔

(86) واقدی، صفحہ 138-44۔ انساب، اول، صفحہ 3-1-3 ابن کثیر، سوم، صفحہ 310-12۔

(87) ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، قاہرہ 1939ء، سوم، صفحہ 547 (8828) نیز ملاحظہ ہو محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی) حیدرآباد دکن 1973ء، صفحہ 21۔ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوفل بن حارث ہاشمی کا اسلحہ کا کاروبار زیادہ تر جدہ میں چلتا تھا کہ مذکورہ بالا اسلحہ...... نیزوں (رماح)...... کا ایک بڑا ذخیرہ اسی بندرگاہ/شہر میں جمع تھا۔غالباً وہ بین الاقوامی تجارت میں حصہ لیتے تھے اور دوسرے ملکوں جیسے شام وغیرہ کو اپنے اسلحے برآمد کرتے تھے۔

(88) واقدی، صفحہ 99۔مگر مستشرقین کو اصرار ہے کہ مجاہدین بدر اموال غنیمت کے سبب مالا مال ہو گئے تھے۔ملاحظہ ہو مارگولیتھ، صفحہ 270-71 جن کا دعویٰ ہے کہ ''ہر سپاہی کو جو حصہ ملا تھا وہ لگ بھگ ایک دولت کے مانند تھا۔''

(89) ہمارے تمام مشرقی مؤلفین سیرت خاص کر ہندو پاک کے اہل قلم مدینہ منورہ کے صرف تین قبیلوں۔بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ...... کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جیسے ان تینوں کے علاوہ اور کوئی یہودی آبادی شہر نبویؐ میں نہیں تھی۔لیکن دستور مدینہ/صحیفہ نبوی اور

متعدد دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں تقریباً دو درجن یا اس سے بھی زیادہ چھوٹے بڑے یہودی قبیلے تھے جن میں سے مذکورہ بالا اسلام دشمنی اور جنگ جوئی کے سبب زیادہ مشہور ہو گئے اور غالباً وہ تھے بھی سب سے زیادہ اہم اور نمایاں۔ ملاحظہ ہو: دستور مدینہ ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 33-231، ابن ہشام، دوم، صفحہ 4-1-5 اور موٹگمری واٹ، صفحہ 97-192؛ سمہودی کی تاریخ مدینہ وفاء الوفاء، مرتبہ دستینفیلڈ (Wustenfeld)، صفحہ 116-114 کے حوالہ سے ان کی تعداد ایک درجن بتائی ہے اور جس کو چھ مزید یہودی قبیلوں کے علاوہ بتایا ہے۔

جدید مشرقی مؤلفین کے نقطہ نظر کے لیے ملاحظہ ہو: ادریس کاندھلوی، اول، صفحہ 56-455 و مابعد، دوم، صفحہ 169-331 و مابعد، شبلی، اول، صفحہ 395 کا حتمی بیان ہے کہ "یہود کے تین قبیلے تھے: قینقاع، نضیر، قریظہ......" البتہ برکات احمد، صفحہ 29 نے ان کی تعداد بیس سے اوپر بتائی ہے، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، صفحہ 43-31 بالخصوص 35-32۔

(90) غزوہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 363، ابن ہشام، دوم، صفحہ 552، واقدی، صفحہ 7-176، ابن سعد، دوم، صفحہ 30-27، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 9-8-3 وغیرہ۔ متعدد مآخذ۔ نیز برکات احمد، محمد اور یہود (انگریزی) نئی دہلی 1979ء، صفحہ 66-26۔ نیز ابوداؤد، سنن، کتاب الامارۃ والخراج والفئی، باب کیف کان اخراج الیہود، ابن خلدون دوم صفحہ 759، بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر۔

(91) واقدی، صفحہ 79-178، ابن سعد، دوم، صفحہ 30-29، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 9-3، طبری، دوم، صفحہ 481، ابن خلدون، دوم، صفحہ 759۔ بلاذری نے ایک اضافی روایت یہ نقل کی ہے کہ بنو قینقاع سے حاصل شدہ ہتھیاروں اور اسلحوں میں سے دو عدد زرہ بکتر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اوسی اور محمد بن مسلمہ اوسی کو عطا فرمائے تھے۔ غالباً ان کا تعلق صفی نبوی سے تھا، جیسا کہ آگے ایک حوالہ آتا ہے۔

(92) موٹگمری واٹ، صفحہ 209۔

(93) واقدی، ابن سعد، بلاذری، طبری اور ابن خلدون کے ہاں بنو قینقاع سے حاصل شدہ اموال غنیمت خاص کر ان کی جائیدادوں (اموال) کے مسلم غازیوں میں تقسیم ہونے کا ذکر ملتا ہے جبکہ ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن اثیر اور ابن کثیر جیسے مورخین و مؤلفین اور فقہائے کرام نے ان کی تقسیم کا حوالہ نہیں دیا ہے اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو برکات احمد کی مذکورہ بالا کتاب، صفحہ 66-62۔

(94) واقدی، صفحہ 9-178، ابن سعد، صفحہ 29، انساب، اول، صفحہ 309۔

(95) ابن ہشام، دوم، صفحہ 428، واقدی، صفحہ 177، انساب، اول، 309، طبری، دوم 480، ابن خلدون، دوم، 759، ابن اثیر، چہارم، صفحہ 4، موٹگمری واٹ، صفحہ 210، ولیم میور، صفحہ 242، جان بگٹ، صفحہ 197، برکات احمد، صفحہ 66-62۔

(96) ابن ہشام وغیرہ مذکورہ بالا حاشیہ 95۔

(97) بخاری، صحیح، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو النضیر کی طرح بنو قینقاع کو بھی جلاوطن کیا گیا تھا کہ الفاظ واضح ہیں۔
"فتح کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کو جلاوطن کیا اور ان کے ساتھ ہی بنو قینقاع کو بھی مدینہ منورہ سے نکال دیا۔"

(98) مذکورہ بالا تمام مآخذ کا اتفاق ہے کہ بنو قینقاع سے نقد وجنس پر مشتمل مال غنیمت نہیں ملا تھا سوائے چند ہتھیاروں کے۔ گلب کا خیال ہے کہ بنو قینقاع نے اپنی جائیدادوں سے بیشتر حصہ اپنے پیچھے چھوڑا تھا اور ان کو اپنے سفر کے لیے بہر حال ضروری تعداد میں بار برداری کے جانور مل گئے تھے۔ (صفحہ 198)، ولیم میور، صفحہ 242 اور بعض دوسرے مورخوں کو اعتراف ہے کہ اموال غنیمت زیادہ تر ہتھیاروں اور سناری اوزاروں پر مشتمل تھا۔

(99) واقدی، صفحہ 179 نیز موٹگمری واٹ صفحہ 209 کا بیان ہے کہ مسلمانوں سے قرضے وصول کرنے کے لیے یہودیوں کو تین دن کی مہلت دی گئی تھی اور انہوں نے بیچ بچ اپنی رقوم وصول کی تھیں۔ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف اصل مال (راس المال) پر انہوں نے اکتفا کی تھی اور سود چھوڑ دیا تھا۔

(100) واقدی، صفحہ 178-80، ابن سعد، دوم، صفحہ 29-30، انساب، اول، صفحہ 309، بلاذری، فتوح البلدان، دارالنشر للجامعیین بیروت 1957ء، صفحہ 27، طبری، سوم 481، ابن اثیر، دوم، صفحہ 138 ابن خلدون، دوم، صفحہ 759۔ موخرالذکر نے ان جائیدادوں کے لیے لفظ/ اصطلاح ''ضیاع'' استعمال کی ہے جبکہ بقیہ مآخذ نے ''اموال'' یا اس کا واحد ''مال'' استعمال کیا ہے۔

مونٹگمری واٹ، صفحہ 192 نے سمہودی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہجرت کے وقت یہود مدینہ کے پاس انسٹھ آطام تھے جن کے مقابلے میں اوس اور خزرج کے آطام کی تعداد صرف تیرہ تھی۔

(101) فے اراضی کی تقسیم پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو، قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، قاہرہ طبع 1884ء، صفحہ 30-39، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، صفحہ 21۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، کتاب التفسیر، سورۃ الحشر، کتاب النفقات، مسلم، کتاب الجہاد، باب حکم الفئی، نیز بخاری، کتاب فرض الخمس، باب کیف قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریظۃ والنضیر، ترمذی، ابواب جہاد، باب فی الفئی کی روایت ہے کہ اموال بنی النضیر خالص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا جس میں سے سال بھر کا نفقہ اپنے اہل کو دیتے اور باقی راہ الٰہی میں سامان حرب اور اسلحہ (الکراع والسلاح) خریدنے میں خرچ کر دیتے۔

(102) واقدی، صفحہ 181، انساب، اول، صفحہ 309۔

(103) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب خلق آدم وذریتہ، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، باب مناقب عبداللہ بن سلام وغیرہ مختلف ابواب، انساب، اول، صفحہ 266۔

(104) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ومخرج رسول اللہ ﷺ...... ملاحظہ ہو: متعلقہ ابواب برکات احمد، مذکورہ بالا، نیز بلاذری، فتوح البلدان، مطبعہ مصریہ ازہر قاہرہ 1932ء، صفحہ 31-36۔ بخاری، مسلم کے مذکورہ متعلقہ

ابواب۔

(105) برکات احمد، محمد اور یہود، صفحہ 62-66۔

(106) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 361، ابن ہشام، دوم، صفحہ 423، واقدی صفحہ 181-82، ابن سعد، دوم، صفحہ 30، انساب، اول، 310، طبری، دوم، 483-84، ابن اثیر، دوم، 139-40، ابن خلدون، دوم، صفحہ 756، ابن کثیر، سوم، صفحہ 344۔

مذکورہ بالا مآخذ بالعموم ستو (سویق) کی مقدار یا اس کے تھیلوں کی تعداد کے بارے میں کوئی اشارہ یا قرینہ نہیں بیان کرتے، صرف ابن ہشام اور ابن کثیر کی روایات میں اس کے لیے بالترتیب ''سویق کثیر'' (بہت سا ستو) اور ''ازواد کثیرۃ'' (بہت کھانا) کا حوالہ آیا ہے۔ اس کی مقدار کا اندازہ دشمن سپاہ کی تعداد سے ہوتا ہے جو دو سو نفوس پر مشتمل تھی۔ لیکن ایک روایت میں ان کی تعداد صرف چالیس بتائی گئی ہے۔ ایک اور روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حملہ آوروں نے وادیٔ عریض میں واقع مسلمانوں کے کھیتوں میں آگ لگائی تو مسلمان غازیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ دشمن نے فرار ہوتے وقت اپنے فاضل تھیلے بوجھ کم کرنے کی خاطر پھینک دیئے۔ اس روایت سے ان کی تعداد اور بھی کم معلوم ہوتی ہے۔

(107) ابن ہشام، دوم، صفحہ 421-22، ابن کثیر، سوم، صفحہ 344 نے مال غنیمت کا کوئی حوالہ نہیں دیا، جبکہ طبری، دوم، صفحہ 483، ابن اثیر دوم، صفحہ 139 اور ابن خلدون، دوم، صفحہ 755 نے مال غنیمت کا تو حوالہ دیا ہے مگر اس کی مالیت نہیں بتائی۔ واقدی 183، ابن سعد، دوم، صفحہ 139، بلاذری، اول، صفحہ 310 نے مالیت کے علاوہ قیدی کی گرفتاری کا بھی ذکر کیا ہے۔

(108) ابن اسحاق (انگریزی)، صفحہ 364، ابن ہشام، دوم، صفحہ 429، واقدی، صفحہ 197-98، ابن سعد، دوم، 36، بلاذری، انساب، اول، 374، طبری، دوم، صفحہ 492، ابن خلدون، دوم، صفحہ 760، ابن کثیر، چہارم، صفحہ 4-5۔

قریشی کارواں کے مال تجارت اور مالیت کے بارے میں بھی دلچسپ تفصیلات

ماٰخذ میں ملتی ہیں: عام اتفاق یہ ملتا ہے کہ قریشی کارواں کا مال سونے چاندی پر مشتمل تھا کہ یہی ان کا سامان تجارت ہوا کرتا تھا۔ واقدی نے مزید تفصیلات دی ہیں کہ ابو زمعہ نامی قریشی تاجر نے تین سو مثقال مالیت کی سونے چاندی کی سلاخیں تجارت کے لیے بھیجی تھیں جبکہ کاروان کے قائد صفوان بن امیہ جمحی نے تمیں ہزار درہم مالیت کے سونے چاندی کے برتن کا کاروبار کرنا چاہا تھا۔

(109) واقدی، 230-32، ابن سعد، دوم، صفحہ 41، بلاذری، انساب، اول، صفحہ 318 طبری، دوم صفحہ 8-7-5 اور 13-15، ابن اثیر، دوم، صفحہ 153، ابن کثیر، چہارم صفحہ 25۔

نیز ملاحظہ ہو، بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من التنازع فی الحرب، جو تیر انداز دستہ کے شرکاء کے مال غنیمت لوٹنے کا حوالہ دیتے ہیں۔

(110) واقدی، صفحہ 232 نے مال غنیمت حاصل کرنے والے دو مجاہدوں کے نام حضرات عاصم بن الافلح الانصاری اور عباد بن بشر اوسی انصاری بتائے ہیں۔

(111) واقدی، صفحہ 343-45 نے مال غنیمت کے بارے میں کئی روایتیں دی ہیں۔ ان روایات کے لیے مزید ملاحظہ ہو: ابن سعد، دوم، صفحہ 50، انساب، اول، صفحہ 374-75، ابن کثیر، چہارم، صفحہ 61-62۔

(112) مذکورہ بالا روایات میں سے ابن کثیر کی روایت میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان تین غلام/قیدی چرواہوں میں سے ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفی میں پڑا تھا۔

(113) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 437-39، ابن ہشام، سوم، صفحہ 192-93، واقدی، صفحہ 372، 373 و مابعد، ابن سعد، دوم، صفحہ 57، انساب، اول، صفحہ 339، طبری، دوم، صفحہ 553-55، ابن اثیر، دوم 173-74، ابن خلدون، دوم 771-72، ابن کثیر، چہارم صفحہ 75-80۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر۔

ان تمام مورخین اسلام اور مولفین سیرت کا متفقہ اور حتمی بیان ہے کہ بنو النضیر کے

یہود نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے تھے کہ اسلحہ (الحلقۃ) اور جائیدادوں (الاموال) کے سوا ان کو اور تمام اسباب واشیاء ساتھ لے جانے کی اجازت ہوگی۔

(114) روایات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے خود سپردگی کے معاہدے کی شرط اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت ورحمت کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنے مکانوں کے چوکھٹے اور دروازے (نجف الابواب) اور دوسری لکڑیاں (الخشب) تک اکھاڑ کر لے گئے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہر نبویؐ سے جلاوطنی کے وقت یہودی عورتوں نے نہ صرف اپنے تمام سونے چاندی کے زیور اور عمدہ کپڑے ساتھ لے لیے تھے بلکہ ان کو بطور مظاہرہ پندار وتمکنت پہن رکھا تھا اور ان کی خوب خوب نمائش بھی کی تھی۔ یعقوبی، دوم، صفحہ 49 کی شاذ روایت کے لیے۔

(115) واقدی صفحہ 374 کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اوسی کو کسی ہنگامی ضرورت سے مشہور یہودی مہاجن ابو رافع سلام بن ابی الحقیق سے اسی دینار قرض لینے پڑے تھے جس پر ان کو پچاس فیصد سالانہ سود ادا کرنا تھا۔ یعنی سال گزرنے پر کل ایک سو بیس دینار اور دو سال گزرنے پر ایک سو اسی دینار گویا کہ یہ سود در سود یا قرآنی الفاظ میں اضعافا مضاعفا (سورہ آل عمران 130) کا معاملہ تھا۔ لیکن جلاوطنی کے وقت یہودی مہاجن نے صرف اصل مال (راس المال) پر قناعت کر لی اور سود کی رقم چھوڑ دی۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن کثیر، چہارم، صفحہ 75 جن کی روایت سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی مہاجنوں نے سود بھی وصول کیا تھا۔

(116) اصل ماٰخذ اور ان کی بنیاد پر لکھی جانے والی ثانوی کتابوں سے کچھ ایسا تاثر ہوتا ہے کہ بنو النضیر کی تمام غیر منقولہ جائیدادوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہوا تھا۔ بعض روایات واضح کرتی ہیں کہ متعدد یہودی جائیدادیں مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آئی تھیں۔ یا تو ان کو ان کے اصل مالکوں کے قبضہ وتصرف میں رہنے دیا گیا تھا یا ان کی مالی حیثیت تباہ کر دی گئی تھی۔ اصل مالکوں کے قبضہ میں رہنے والی دو جائیدادیں حضرات یامین بن عمرو اور ابو سعید بن وہب کی تھیں کہ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ابن سعد

کا ایک بیان/روایت ہے کہ ''البویلة'' نامی جائیداد کو اس کے مالکوں نے خود سپردگی سے پہلے جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ واقدی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر یہودی مالکوں نے ہتھیار ڈالنے سے قبل اپنے مکانات خود مسمار کر دیئے تھے یا ان کو شدید نقصانات پہنچائے تھے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو: برکات احمد، محمد اور یہود، صفحہ 65۔

ازواج مطہراتؓ، حضرات علیؓ و عباسؓ کے عطایا اور فی سبیل اللہ خرچ کے لیے ملاحظہ ہو؛ بخاری کتاب المغازی، باب حدیث بنی نضیر، کتاب التفسیر، سورہ الحشر، کتاب النفقات، مسلم کتاب الجہاد، باب حکم الفئی۔ فی سبیل اللہ کی تشریح میں آیا ہے کہ اس سے سامان جنگ خریدا جاتا تھا۔

(117) واقدی، صفحہ 80-379؛ ابن سعد، دوم، صفحہ 58، نیز ملاحظہ ہو؛ ابو یوسف، کتاب الخراج صفحہ 39، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، صفحہ 21۔

(118) سیرت و تاریخ کے مذکورہ بالا مصادر میں ان سرایا کے ضمن میں ان کی تشریح آتی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: یاقوت حموی، معجم البلدان، دار صادر بیروت 1957ء، ''رجیع''، ''معونہ'' وغیرہ۔ رجیع قبیلہ ہذیل کا چشمہ تھا جو بقول ابن اسحاق و واقدی مکہ اور طائف کے درمیان الھداۃ کے قریب واقع تھا۔ اسی میں بئر معاویہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ بئر معونہ قبیلہ عامر اور حرۃ بنی سلیم کے درمیان واقع تھا اور آباد (کنوؤں) میں اس کا ذکر مشہور ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: واقدی کے بیان کردہ دوسرے آبار اور ان کی تشریحات وغیرہ، مثلاً واقدی، صفحہ 13، صفحہ 26-335 و مابعد، صفحہ 279-547 اور 1007 وغیرہ نے بئر ابی عنبسہ، بئر ابن ضمیرہ، بئر جرم وحجر، بئر ھم اور بئر صالح کا ذکر کیا ہے۔

(119) ابن سعد، سوم صفحہ 33-132 وغیرہ۔

(120) ابن سعد، سوم، صفحہ 33-132۔

(121) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب کیف قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریظہ والنضیر، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، واقدی، صفحہ 378، ابو یوسف، کتاب الخراج، صفحہ 36، یحییٰ بن آدم، صفحہ 21، انساب، اول، صفحہ 19-518۔ فے کی تعریف یحییٰ بن

آدم (4-3) نے یہ کی ہے کہ وہ اراضی جس پر صلح کر لی گئی ہو اور اس کو جزیہ یا خراج کہا جاتا ہے۔ (وان الفئی ماصولحوا علیه یقول من الجزیة والخراج)

(122) فتح خیبر اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے اموال غنیمت پر بحث ملاحظہ ہو۔

(123) واقدی، صفحہ 4-403، ابن سعد، دوم، صفحہ 26، طبری، دوم، 564، ابن اثیر، دوم، صفحہ 177 ابن خلدون، دوم، صفحہ 773، انساب، اول، صفحہ 341۔

(124) مذکورہ بالا مورخین میں سے واقدی کی یہ روایت ہے کہ غیر عرب نسل کے بہت سے لوگ (جمع کثیر) یا ان کا ایک بڑا گروہ دومۃ الجندل میں اکٹھا ہو گیا اور اس نے تاجروں (الطافطة) پر تاخت کرنی شروع کر دی جو ان کے علاقوں سے گزرتے تھے بالخصوص دومۃ الجندل کے علاقے سے اصل مجرموں کے ساتھ بہت سے عرب (قوم کثیر) بھی ساز باز کر کے ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ ابن سعد، طبری، ابن اثیر اور ابن خلدون کی روایت لگ بھگ واقدی سے مستعار معلوم ہوتی ہے۔

البتہ بلاذری نے یہ نئی صراحت کی ہے کہ ان ڈاکوؤں کا تعلق زیادہ تر قضاعہ اور غسان کے قبیلوں سے تھا جو شمال علاقے کے اہم ترین سیاسی اور فوجی طبقات تھے۔ ابن کثیر چہارم، صفحہ 92 کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا علاقہ یا مسلم مہم کی منزل زیریں شام (ادانی شام) تھا۔

تاجروں اور ان کی کارگزاری نیز عرب بازاروں کے لیے ملاحظہ ہو: محمد بن حبیب بغدادی کتاب المحبر، صفحہ 263 و مابعد۔

(125) واقدی، صفحہ 4-403 کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل میں ان رہزنوں کے کچھ مویشی اور چرواہے (ماشیتهم ورعائهم) پکڑ لیے تھے۔ ڈاکوؤں کے فرار ہونے کے بعد آپؐ نے دومہ میں قیام فرمایا اور ان کے فتنہ کی سرکوبی کرنے اور امن قائم کرنے کے لیے متعدد ''سرایا'' مختلف علاقوں میں روانہ فرمائیں۔ ان میں سے ہر ایک سریہ نے تھوڑے، بہت مویشی ضرور مال غنیمت میں حاصل کیے خاص کر اونٹوں کے ریوڑ (القطعة من الابل)۔ نیز ملاحظہ ہو؛ ابن سعد، دوم، صفحہ 26

وغیرہ مذکورہ بالا حاشیہ 123 کے مآخذ۔ موٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 35 جس میں کیتانی کا حوالہ موجود ہے۔

(126) واقدی، ص 160-61 کی ایک روایت ہے کہ مریسیع نامی مقام پر بنوالمصطلق کے اجتماع عام کی خبر ملنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کو خبر کی تصدیق کرنے کے لیے موقع اجتماع وواردات پر بھیجا اور صحابی موصوف نے موقع کی شہادت کے ساتھ خبر کی توثیق کر دی۔

نیز ملاحظہ ہو: مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب جواز الاغارہ، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ، بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق وغیرہ۔ امام مسلم کے دوسرے حوالہ کتاب الصلاۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کو غالباً اس کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ نیز مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین، ص 306-8۔

(127) بنوالمصطلق پر اچانک حملہ کیا گیا یا ان کو بے خبری کے عالم میں جا لیا گیا؟ اس مسئلہ پر اہل حدیث اور اہل سیر کا اختلاف ہے۔ محدثین کرام کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بے خبری کے عالم میں حملہ کر دیا تھا اور حملہ سے قبل اپنی واضح روایت وسنت کے مطابق نہ تو ان کو اسلام کی دعوت دی تھی اور نہ ہی ان کو باخبر کیا تھا جبکہ اہل سیر کا متفقہ بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوالمصطلق کو اچانک گھیر لیا تھا، مگر حملہ ان کو نہ صرف خبردار کر کے کیا بلکہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کر کے کیا، جیسی کہ آپ کی عادت مبارک اور سنت مسلمہ رہی تھی۔

بیشتر جدید سیرت نگاروں اور مورخوں نے اہل حدیث کی روایت کو ترجیح دی ہے اور سیرت نگاروں کی روایات کو مسترد کر دیا ہے محض اس اصول کی بنا پر کہ روایت کے تصادم کی صورت میں ترجیح احادیث کو حاصل ہوگی۔ اسلامی روایات اور سنن ثابتہ کے مقابلہ میں محدثین کو مذکورہ بالا روایات قابل ترجیح نہیں معلوم ہوتیں اور بظاہر اہل سیر کی روایات کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ۔ نقد سلیمانی کی روشنی میں'' تحقیقات اسلامی علی گڑھ 1984، جلد 3، شمارہ 2، خاص

کر 42-43، شبلی اول 414، ادریس کاندھلوی، دوم 280۔

زیادہ گہرائی سے غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں روایات میں تطبیق دی جاسکتی ہے جیسا کہ موخر الذکر نے کیا ہے۔

(128) ابن اسحاق ص 493، واقدی 411، ابن سعد دوم ص 64، انساب اول ص 341 طبری دوم 610، یعقوبی دوم ص 53، ابن اثیر دوم ص 192، ابن کثیر چہارم 159۔

نیز ملاحظہ ہو: بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، ابوداؤد، سنن، کتاب العتق۔

(129) واقدی، 10-6-4، ابن سعد دوم ص 64، نیز ابن ہشام سوم 333 و مابعد، انساب اول 341-42 طبری دوم 406 و مابعد، ابن خلدون دوم 781 و مابعد، ابن کثیر چہارم 156 و مابعد۔

(130) واقدی، 410-12، ابن سعد دوم 64، نیز ملاحظہ ہو: یعقوبی دوم ص 52 اور ابن خلدون دوم 782، جو حضرت ثابت خزرجی کے عم زاد کا قطعی ذکر نہیں کرتے۔

مزید ملاحظہ ہو: ابن ہشام سوم ص 339 و مابعد، طبری دوم صفحہ 610، ابن اثیر دوم صفحہ 192، ابن کثیر چہارم صفحہ 159۔ جن کو یہ اشکال ہے کہ حضرت جویریہؓ بنت حارث خزاعی حضرت ثابت خزرجی کے حصہ میں آئی تھیں یا ان کے کسی عم زاد کے۔

(131) واقدی، صفحہ 117، ابن ہشام صفحہ 64۔ نیز ابوداؤد، کتاب العتاق، ابن حجر، الاصابہ، خاکہ حضرت جویریہؓ بنت حارث، شبلی اول صفحہ 417-18، ادریس کاندھلوی دوم صفحہ 280-282۔

(132) حضرت جویریہؓ کی جانب سے زرِ فدیہ ادا کرنے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ مشہور ترین اور مستند ترین روایت تو یہی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا تھا مگر واقدی نے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اس کے والد ماجد حضرت حارثؓ بن ابی ضرار خزاعی نے مدینہ پہنچ کر ادا کیا تھا۔ ملاحظہ ہو حوالہ جات حاشیہ 130-31۔

(133) واقدی صفحہ 412، ابن سعد دوم صفحہ 64۔

(134) غزوہ خندق یا جنگ احزاب کو نقطۂ انقلاب یوں کہا گیا کہ وہ قریش مکہ کا آخری حملہ تھا۔ اس کے خاتمہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "الآن نغزوھم ولا یغزوننا، نحن نسیر الیھم (اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے (بلکہ) ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے) بعض روایات میں الفاظ مختلف آئے ہیں جن میں سے ایک کا اوپر ترجمہ دیا گیا ہے:
بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب۔

(135) ابن ہشام سوم صفحہ 246-47,241-42، واقدی صفحہ 470 و مابعد، ابن سعد دوم صفحہ 68، انساب اول صفحہ 345، یعقوبی دوم، صفحہ 50، طبری دوم صفحہ 577,573-74، ابن خلدون دوم 775-76، ابن کثیر چہارم صفحہ 1-5-6، زبیری، کتاب نسب قریش، دار المعارف قاہرہ 1953ء صفحہ 425-26۔

مذکورہ بالا تمام مورخوں نے حضرات علیؓ بن ابی طالب ہاشمی اور زبیرؓ بن عوام اسدی کے ہاتھوں بالترتیب عمرو بن عبد بن ابی اقیس بن عبد ود عامری اور نوفل بن عبداللہ مخزومی سرداران قریش کے قتل کیے جانے کا ذکر کیا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمی نے ایک یہودی کو جو مسلم عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی پناہ گاہ میں داخل ہونے کی تاک میں تھا مار ڈالا تھا۔ بعض جگہ صراحت بھی ہے کہ مقتولوں کا سلب مسلمان فاتحوں اور مبارزوں کو ملا تھا۔ ایک روایت کے مطابق مکی سردار عکرمہ بن ابی جہل مخزومی نے معرکہ میں پسپا ہوتے وقت اپنا نیزہ (رمح) پھینک دیا تھا وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔ اس کے علاوہ بہر حال بعض دوسرے اسلاب یا اموال ملنے کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔

(136) واقدی صفحہ 510، ابن سعد دوم صفحہ 75، واقدی صفحہ 513 کی ایک روایت ہے کہ بنو قریظہ سے حاصل شدہ اموال غنیمت میں سے اسلحہ، سامان اور کپڑے (السلاح والاثاث والمتاع و الثیاب) کو بنت حارث کے گھر (دار) میں جمع

کیا اور اونٹ اور بھیڑ بکریوں کو چراگاہ میں چرتا ہوا چھوڑ دیا تھا۔

(137) ابن ہشام سوم صفحہ 264 و مابعد، ابن سعد دوم صفحہ 75، انساب اول 347، یعقوبی دوم صفحہ 52-53، طبری دوم 591-92، ابن کثیر چہارم صفحہ 126۔

مذکورہ بالا مورخین میں سے صرف واقدی کا بیان ہے کہ قیدیوں کی تعداد ایک ہزار تھی جس میں سے خمس نکالا گیا تھا یعنی دو سو غلام اسلامی ریاست کے حصہ میں پڑے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں آئے تھے۔ خمس میں پڑنے والے یہودی اسیروں میں سے بعض کو بطور احسان آزاد کر دیا گیا تھا اور اکثر کو مسلمان مجاہدین اور عوام میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان یہودی قیدیوں کی تعداد جن کو مختلف عرب بازاروں میں بطور غلام فروخت کیا گیا یا بطور نوکر و خادم مسلم گھروں میں رکھا گیا آٹھ سو اور ایک ہزار کے درمیان تھی۔ غالباً ان کی کل تعداد نو سو نفوس پر مشتمل تھی۔

ان غلاموں کی اصل مالیت کا پختہ تخمینہ تو مشکل ہے کہ مختلف جنس وصنف اور عمر و سن اور تعلیم و تربیت وغیرہ کے اعتبار سے ان کی قیمتیں مختلف ہوتی تھیں اور بازاروں کے لحاظ سے بھی فرق پڑتا تھا لیکن بہر حال بعض قرائن اور ان سے زیادہ کچھ شواہد ایسے ملتے ہیں جو ان کی تخمینی مالیت مقرر کرنے کو آسان بناتے ہیں۔

خاص انہی یہودی قیدیوں کے حوالے سے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک یہودی مہاجن اور مالدار تاجر ابوالشحم نے دو باندیوں اور ان کے چھ بچوں کو ایک سو پچاس دینار میں خریدا تھا یعنی اٹھارہ سو درہم میں۔

اگر اس روایت کو بنیاد بنایا جائے تو کل یہودی قیدیوں کی فروخت سے تقریباً دو ہزار دینار یا چوبیس ہزار درہم مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں گے۔

نیز ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، کتاب فرض الخمس، باب کیف قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریظۃ وغیرہ۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من نقض العہد۔

ادریس کاندھلوی، دوم صفحہ 333 نے ترمذی، نسائی اور ابن حبان کی روایات کی

بنا پر لکھا ہے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو نجد وشام کے بازاروں میں فروخت کیا گیا اور ان کی قیمت سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے اور جو مال واسباب بنو قریظہ سے غنیمت میں ملا وہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا۔

(138) مثلاً حضرت ام المنذر رسلمٰی بنت قیس کی سفارش پر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں رفاعہ بن سموال کو معاف کر کے ان کا مال واپس کر دیا گیا تھا (واقدی صفحہ 15-514) حضرت ثابتؓ بن قیس نے جنگ بعاث میں زبیر بن باطا کے احسان کی خاطر اس کی زندگی اور اراضی اور اس کے خاندان کو بچایا تھا مگر بعد میں زبیر نے مرنے کو ترجیح دی۔ ہتھیاروں کے سوا اس کا تمام مال اس کے خاندان سمیت بخش دیا گیا (واقدی 20-519)

(139) مذکورہ بالا رفاعہ بن سموال کے بارے میں گمان ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یامین بن عمیر بن جحاش اور سعید بن وھب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس طرح اپنے اموال بچا لیے تھے جیسا کہ ابن خلدون دوم صفحہ 772 کا بیان ہے۔

(140) ڈبلیو، این عرفات (W.N.Arafat)

"New light on the story of Banu Qurayza, and the Jews of Medina, Journal of Royal Asiatic Society.

لندن 1976ء شمارہ دوم صفحہ 107-100۔ برکات احمد۔ محمد اور یہود (انگریزی) صفحہ 94-72۔

(141) ہمارے روایت پسند مورخین اور اہل سیر ان دونوں جدید تحقیقات کو قبول کرنے سے منکر ہیں حالانکہ برکات احمد اور عرفات کے دلائل بہت قوی ہیں اور ان کے مطالعات مدلل ومثبت۔

(142) واقدی صفحہ 524 نے حضرت محمد بن مسلمہ اوسی انصاری کے بارے میں مزید وضاحت کی ہے کہ حضرت موصوف نے اپنے حصہ غنیمت سے ایک کنیز اس کے

دو بچوں سمیت خریدی تھی۔ اس روایت سے مذکورہ بالا روایت کی تصدیق ہوتی ہے جس کے مطابق ابوالشحم یہودی نے دو عورتوں اور ان کے چھ بچوں کو ایک سو پچاس دینار میں خریدا تھا۔

(143) واقدی صفحہ 524 اور ابن سعد دوم صفحہ 75 کے مطابق اس موقعہ پر سوار مجاہد (فارس) کو پیادہ غازی (راجل) کے مقابلہ میں تین گنا حصہ ملا تھا یعنی ایک مجاہد کا اور دو اس کے گھوڑے کے حصے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہسوار کو صرف دو گنا حصہ ملتا تھا: ایک اس کا اور ایک اس کے گھوڑے کا۔ بالعموم ایسی روایات کو ایک دوسرے سے معارض ومتصادم مانا جاتا ہے اور پھر ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلامی جہاد اور اس کے متعلقات کے ارتقاء کے دو مرحلوں کا بیان ہے۔ اس پر مزید بحث پھر کبھی ہو گی۔ فقہی بحث کے لیے ملاحظہ ہو عبدالرؤف دانا پوری، اصح السیر، بحث بر غنائم مذکورہ بالا۔

(144) شہسوار اور پیادہ سپاہ کے حصہ غنیمت کی دونوں متبادل شرحوں سے میزان میں بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے، اگرچہ ہم نے اس میزان میں ایک اور تین کی شرح کی رعایت کی ہے اگر ایک اور دو کا حساب لگایا جائے تو بھی میزان اسی کے قریب آتا ہے اور جو فرق پڑتا ہے وہ ہمارے محتاط اضافے سے مٹ جاتا ہے۔

(145) اس نکتہ پر مستشرق منٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ صفحہ 193-191 و مابعد نے خاصی طویل بحث کی ہے۔ نیز برکات احمد صفحہ 43 اور دستور مدینہ کے دفعات خاکسار کی کتاب ''عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت'' صفحہ 55 اور اس کے حواشی ملاحظہ ہوں۔ برکات احمد نے اپنے حاشیہ (2) میں انسائیکلوپیڈیا جوڈائکا (Encyclopadia Judaica) جلد 11 کالم نمبر 1212 کے اس بیان کو کہ مدینہ کے یہود کی تعداد آٹھ اور دس ہزار کے درمیان تھی تقصیر بیان (Understatement) ہونے کے علاوہ ''بلا سند ماخذ'' بھی قرار دیا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

(146) واقدی صفحہ 534-35، ابن سعد دوم صفحہ 78، بلاذری، انساب اول صفحہ 376 میں مال غنیمت کے مویشیوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے جبکہ یعقوبی دوم صفحہ 74 نے سریہ کا ذکر تو کیا ہے مگر مال غنیمت کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔

(147) واقدی صفحہ 550، ابن سعد دوم صفحہ 85۔ نیز ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب اول صفحہ 1377 یعقوبی، دوم صفحہ 74 اور ابن اثیر، دوم صفحہ 7-6-2۔

(148) واقدی صفحہ 552۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن سعد، دوم صفحہ 85 اور انساب، اول صفحہ 377 جو مال غنیمت میں صرف مویشیوں کے پکڑے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ واقدی نے کچھ اسباب وسامان ضرورت (رثہ ومتاع) کا بھی ذکر کیا ہے، نیز ملاحظہ ہو: ابن اثیر، دوم صفحہ 207۔

(149) ابن سعد، دوم صفحہ 86، انساب اول صفحہ 277۔ نیز ملاحظہ ہو: یعقوبی دوم صفحہ 71، ابن کثیر، چہارم صفحہ 178 اور ابن اثیر، دوم صفحہ 207۔

(150) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 316-17، ابن ہشام دوم صفحہ 2-3 و مابعد، واقدی صفحہ 553-54، ابن سعد، دوم، صفحہ 7-2 اور ابن کثیر، سوم، صفحہ 332 و مابعد۔ واقدی، ابن سعد اور بلاذری وغیرہ کا خیال ہے کہ کارواں کے ساتھ ان کے محافظین اور ارکان بھی پکڑے گئے تھے مگر ابن اسحاق اور یعقوبی وغیرہ کا کہنا ہے کہ کارواں والے بچ نکلے تھے پھر حضرت ابوالعاص بن ربیع عبدشمسی اپنی مرضی سے خفیہ طور سے مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی اہلیہ حضرت زینب بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ظاہر ہوئے۔ حدیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتب حدیث کا متعلقہ باب۔

(151) غالباً یہی سبب ہے کہ ہمارے سیرتی مصادر میں قیدیوں کے زرفدیہ ادا کرنے کا حوالہ نہیں ملتا۔ بہر حال اس کا امکان ہے کہ بقول واقدی مغیرہ بن العاص جیسے ایک دو قیدی بھی ملے ہوں جن سے فدیہ وصول کیا گیا۔

(152) ابن ہشام اول صفحہ 658 نے حضرت ابوالعاصؓ کے کارواں کا مال واپس کرنے

کے سلسلہ میں الدلو (ڈول) الشنہ (مشکیزہ) اداوۃ (برتن)، شظاظ (دو سروں والی لکڑی) کا ذکر کیا ہے کہ معمولی معمولی چیز واپس کی دی گئی تھی اسی رحمت اور رافت کا اثر تھا کہ حضرت ابوالعاصؓ کارواں مکہ پہنچا کر بحیثیت مسلم مدینہ ہجرت کر گئے تھے۔

(153) واقدی صفحہ 555، ابن ہشام دوم صفحہ 87 اور ابن اثیر دوم صفحہ 7-2 کے ہاں دونوں روایات موجود ہیں جب کہ بلاذری، انساب اول صفحہ 377 نے صرف ایک روایت دی ہے اور اس میں بھی مسلم دستہ کی عددی طاقت کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

(154) واقدی صفحہ 559-60، ابن سعد دوم صفحہ 88۔ جب کہ بلاذری، انساب اول صفحہ 377 ہارے ہوئے دشمن کا مال واپس کرنے کا ذکر نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو: یعقوبی، دوم صفحہ 71، ابن اثیر، دوم صفحہ 8-7-2۔

(155) واقدی صفحہ 563، ابن سعد دوم صفحہ 90، بلاذری، انساب ؤال صفحہ 376، یعقوبی، دوم صفحہ 73-74۔

(156) واقدی صفحہ 565، ابن سعد دوم صفحہ 90، یعقوبی دوم صفحہ 71، ابن اثیر دوم صفحہ 97۔ ان کی شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخزومی ماموں اور اہم کلی سردار حضرت حزن بن ابی وہب مخزومی سے اس لیے کردی تھی کہ وہ اپنی سابقہ بیوی کے انتقال پر صدمہ سے بے تاب رہا کرتے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب اول صفحہ 378۔

(157) واقدی صفحہ 467-68۔

(158) منجنیق اور دبابہ کے بارے میں تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ریوبن لیوی The Social Structure of Islam (Levy, Ruben)، کیمبرج یونیورسٹی پریس 1987ء صفحہ 440۔ منجنیق (Catapult) سنگ انداز آلہ تھا جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے تھے۔ وہ قلعہ کی دیواروں سے ٹکرا کر ان میں شگاف ڈال دیتے

اور محاصرین کے قلعہ میں داخلہ کا راستہ صاف کر دیتے تھے۔

دبابہ ایک یا دو تین منزلہ پہیہ دار ایک چلتا پھرتا مینار نما آلہ ہوتا جس کے اوپر عموماً کھالوں سے بنائی ہوئی چھت اور اطراف میں دیواریں ہوتیں اور ہر منزل پر سپاہی چھینی ہتھوڑے اور دوسرے اوزاروں سے لیس ہوتے۔ پیادہ سپاہی ان دبابوں کو دھکیل کر قلعہ کی دیوار سے لگا دیتے اور نقابون (نقب لگانے والے) اپنے اوزاروں سے دیواروں میں میخیں لگاتے جن پر چڑھ کر سپاہی اوپر قلعہ کی دیوار پر پہنچتے یا دیواروں میں سوراخ اور شگاف ڈال کر ان میں آتش گیر مادہ (نفطہ) بھر دیتے جسے نفاطون (نفطہ کو آگ لگانے والے) آگ لگا کر فصیل میں گزرنے کے قابل شگاف ڈال دیتے۔

(159) واقدی صفحہ 71-670۔

(160) واقدی صفحہ 664۔

(161) واقدی 680 نے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ ہتھیاروں (سلاح) کا عمومی ذکر کیا ہے۔

(162) عام طور پر یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ خیبر ایک معمولی بستی تھی جہاں صرف ایک قلعہ تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک وسیع شہر تھا جس کے قلعے چھ مجموعوں پر مشتمل تھے: (1) ناعم (2) النطاۃ (3) الشق (4) الکتیبہ (5) الوطیح (6) سلالم۔ ان چھ مجموعوں یا گروپوں میں سے ہر ایک مجموعہ گروپ میں کئی کئی قلعے تھے۔ بعض قلعوں کا نام ان کے مجموعہ/گروپ کے حوالے سے ملتا ہے جیسے قلعہ مرحب (ناعم) قلعہ الصعب بن معاذ اور قلعہ الزہر (النطاۃ) قلعہ النزار، قلعہ ابی اور قلعہ سمران (الشق) قلعہ قموص (الکتیبہ) اور الوطیح وسلالم کے صرف نام ملے ہیں۔ ان کے انفرادی قلعوں کا ذکر کم ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 48-642، 650-65، 666-65، 674-76، 679-80، 689-90 وغیرہ۔

ابن سعد دوم صفحہ 106 نے صرف تین مجموعوں النطاۃ، الشق اور الکتیبہ کا ذکر کیا ہے دوسرے مآخذ میں بھی چند قلعوں کے نام ملتے ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 14-511 اور ابن ہشام سوم صفحہ 381 نے ناعم کا

ذکر کرنے کے علاوہ قموص کو بنوابی الحقیق کا قلعہ بتایا ہے اور ان دونوں کی فتح مسلم کا ذکر کیا ہے، پھر صفحہ 89-383 پر الوطیح اور سلالم کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ابن ہشام کے خیال میں موخرالذکر قلعہ یعنی سلالم سب سے آخر میں فتح ہوا تھا۔

یعقوبی دوم صفحہ 56 نے صراحت کی ہے کہ خیبر کے چھ قلعے تھے: السلالم، القموص، النطاۃ، القصارہ، الشق اور المربطہ۔ اگرچہ ان کے ہاں نام مختلف ہیں تاہم واقدی کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ خیبر کے قلعے کچھ مجموعوں میں منقسم تھے۔

نیز ملاحظہ ہو: طبری، سوم صفحہ 14-9 و مابعد، ابن اثیر دوم صفحہ 17 و مابعد، ابن خلدون دوم، صفحہ 96-795، ابن اکثیر چہارم صفحہ 1924,186، 198-198 و مابعد۔

جدید مورخین میں سب سے مفصل بحث موٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ صفحہ 18 و مابعد میں ملتی ہے نیز ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی) صفحہ 78-56، خاکسار کی کتاب، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، صفحہ 67 اور اس کے حواشی۔

(163) واقدی صفحہ 634-637 اور 42-640 و مابعد، یعقوبی دوم صفحہ 56۔ واقدی صفحہ 637 کے مطابق خیبر میں یہودی فوج کے صرف ایک ہزار سپاہی زرہ بکتر سے لیس تھے۔

(164) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے صرف چھ یا سات قلعے فتح کیے گئے تھے کہ یہودی سپاہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ مفتوحہ قلعوں میں حسب ذیل کا نام صراحت کے ساتھ ملتا ہے: قلعہ مرحب، قلعہ الصعب بن معاذ، الزبیر، قلعہ النزار، قلعہ ابی، قلعہ سمران اور قلعہ قموص۔

یہ بھی صراحت آئی ہے کہ قلعہ قموص کے محصور یہودیوں نے صلح کی التجا کی تھی جو باب رحمت عالی سے فوراً منظور ہوئی۔

(165) یہودی سپاہ سے ملنے والے ہتھیاروں کی تعداد کافی تھی، اتنی کافی کہ مسلم لشکرگاہ میں ایک ذخیرہ سلاح وجود میں آ گیا تھا جس سے مسلم مجاہدین بوقت ضرورت ہتھیار مستعار لیتے اور استعمال وضرورت کے بعد واپس جمع کرا دیتے۔

(166) واقدی صفحہ 664-687 اور 671-73 و مابعد بالترتیب، ابن اسحاق (انگریزی) 614-15، ابن ہشام سوم صفحہ 388-89، طبری سوم صفحہ 14۔
نیز ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر۔ بعض دوسرے حدیث کے مآخذ و مصادر جیسے مسلم، ابوداؤد وغیرہ جن میں سے اول الذکر کے مطابق خیبر کے مال غنیمت میں گائے، اونٹ، اسباب اور باغات شامل تھے۔

(167) واقدی صفحہ 5-66 نے شراب کے مٹکوں کے لیے "خوابی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ صفحہ 680 پر سامان رسد میں کھانے (طعام) کے علاوہ چمڑے کی چادروں چٹائیوں (ادم) کا حوالہ ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 640 و مابعد، طبری سوم صفحہ 10، ابن اثیر دوم صفحہ 218، ابن خلدون دوم صفحہ 796، ابن کثیر چہارم صفحہ 194۔

(168) واقدی، صفحہ 664-65, 680, 687 و مابعد۔

(169) واقدی 664-65,671-73,681-82، اور 685-87۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 514-15، ابن ہشام سوم 388-89، طبری سوم صفحہ 14

(170) ابن ہشام، سوم صفحہ 388، ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 511، واقدی صفحہ 635، 647، 663-64، 667، 669، 673-74، ابن سعد دوم صفحہ 109-12، یعقوبی، دوم صفحہ 56، طبری، سوم صفحہ 9 اور 14، ابن اثیر، دوم، صفحہ 617-18، 660-61، ابن خلدون دوم 795-96، ابن کثیر، چہارم صفحہ 184 و مابعد اور 196-97۔

(171) مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ مزید ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 664-65، طبری سوم صفحہ 10 وغیرہ۔

(172) واقدی صفحہ 679-80۔

(173) واقدی صفحہ 677-680۔ بالواسطہ طور سے واقدی کی روایت کی تصدیق بخاری کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ خیبر میں پیادہ کو ایک اور شہسوار کو تین حصے دئے

گئے تھے۔ ملاحظہ ہو: بخاری کتاب فرض الخمس، باب من الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین۔ امام ابوداؤد بھی اسی سے متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو اگلا حاشیہ۔ فقہی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: یحییٰ بن آدم وغیرہ۔

(174) ابن اسحاق (انگریزی) 522۔ نیز ملاحظہ کیجئے: ابن کثیر، چہارم صفحہ 201، جنھوں نے اس معنی کی ایک روایت امام بخاری کی صحیح سے نقل کی ہے۔
ابوداؤد، کتاب الجہاد باب فی من اسہم لہ سہما میں بھی حضرت مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت کے مطابق مسلم جیش پندرہ سو سپاہ پر مشتمل تھا جن میں سے تین سو شہسوار تھے۔ گھوڑ سواروں کو دو حصے (سہمین) اور پیادہ (الراجل) کو ایک حصہ دیا گیا۔ کل اٹھارہ حصے تھے۔ ابوداؤد کا اس حدیث پر تبصرہ ہے کہ حضرت ابومعاویہؓ کی حدیث زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے اور حضرت مجمع کی حدیث میں خامی (وہم) ہے کہ انھوں نے تین سو سوار بتائے جب کہ وہ دو سو تھے۔ ابومعاویہ کی حدیث کتاب الجہاد باب فی سہمان الخیل میں سوار کے تین حصے اور پیادہ کا ایک بتایا گیا ہے۔

(175) اس پر سابقہ حوالہ کے علاوہ خاص کر حاشیہ نمبر 143 ملاحظہ ہو جہاں پر بحث نسبتاً مفصل آئی ہے۔

(176) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 515، ابن ہشام سوم صفحہ 389 و مابعد، واقدی صفحہ 690-91، ابن سعد دوم صفحہ 113-14، بلاذری، انساب اول صفحہ 35:!، طبری سوم صفحہ 15، ابن اثیر دوم صفحہ 331، ابن خلدون دوم صفحہ 896، ابن کثیر چہارم صفحہ 199، ابویوسف صفحہ 51، یحییٰ بن آدم صفحہ 64۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبھم، کتاب المغازی۔ مسلم، باب المساقاة والمعاملات بجزء من التمر۔ جس کے مطابق یہودیوں نے عرض کیا تھا "ہمیں یہاں رہنے دیجئے ہم کھیتوں اور باغوں میں کام کریں گے اور نصف پیداوار آپ کی خدمت میں پیش کیا کریں گے" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا لیکن جب تک ہم چاہیں گے تمہیں

برقرار رکھیں گے۔"یعنی یہود خیبر کی سکونت وشراکت مشروط تھی حکومت اسلامی کی خوشنودی سے۔

(177) واقدی صفحہ 693۔ تین میں مذکورہ بالا اعداد وشمار میرے حساب پر مبنی ہیں۔ واقدی نے قلعوں کے ایک مجموعہ الکتیبہ کی جو پیداوار دی ہے وہ اس طرح ہے: آٹھ ہزار وسق تمر، تین ہزار صاع شعیر اور ایک ہزار صاع نوی۔ اس روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے مال غنیمت کا جو خمس ملتا تھا وہ الکتیبہ سے ملتا تھا یعنی خمس کی تفصیل یہ تھی چار ہزار وسق تمر، ڈیڑھ ہزار صاع شعیر اور پانچ سو صاع نوی۔ اس خمس کی بنیاد پر اربعۃ اخماس یعنی بقیہ چار حصوں کو ملا کر کل پیداوار خیبر کے اعداد وشمار متن میں دیئے گئے ہیں۔

وسق اور صاع کا تناسب یہ تھا کہ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ابو یوسف، کتاب الخراج صفحہ 100-101 ہمارے حساب سے ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلو کا اور وسق دو کوئنٹل کے قریب ہوتا ہے۔

محدثین کرام کی روایات واحادیث میں زرعی اموال کا حوالہ صرف باغات کے نام سے آیا ہے۔ ملاحظہ ہو: بخاری کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر وغیرہ مختلف ابواب۔

(178) واقدی صفحہ 690۔ نیز ملاحظہ ہو، بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر۔ جس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خیبر سے آپ کا اپنا حصہ ملتا تھا (سھمہ من خیبر) جس کی وراثت کا مطالبہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیا تھا مگر انہوں نے اس کو صدقہ رسول قرار دینے سے انکار کر دیا تھا، البتہ اس مال سے آل محمدؐ کے کھانے کا حق تسلیم کیا تھا۔

(179) واقدی صفحہ 686-87۔ غلاموں کو بھی مال غنیمت سے حصہ کی بجائے انعام ملتا تھا یا عطیہ۔ مثلاً حضرت عمیر کو جو حضرت ابی اللحم کے غلام (مولیٰ) تھے کچھ سامان (خرثی المتاع) دیا گیا تھا۔ امام ابوداؤد کا تبصرہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ کتاب الجہاد، باب فی المرأۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ

ملاحظہ ہو: امام مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب النساء والغازیات یرضخ لھن ولا یسھم۔

(180) واقدی صفحہ 682۔

(181) واقدی صفحہ 707۔ نیز ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 523۔

(182) واقدی کے مطابق (صفحہ 711) تیماء کے یہودیوں نے جزیہ پر صلح کر لی تھی۔ غالباً اس جزیہ سے مراد زمین کی نصف پیداوار یا خراج ہی ہے جیسا کہ خیبر کے معاملہ میں ہوا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو: صفحہ 707۔ یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج صفحہ 68 کا بیان ہے کہ حضرت محیصہ بن مسعود کی مساعی سے فدک والوں نے جان بخشی اور اموال بخشی کے عوض خیبر کی مانند صلح کر لی تھی۔

(183) واقدی صفحہ 707، نیز ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 523۔

(184) واقدی صفحہ 710-11 کا یہ بھی بیان ہے کہ مال غنیمت میں کچھ گھریلو اسباب (اثاث) اور دوسرا کثیر سامان ضرورت (متاع کثیر) تھا۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر۔

(185) واقدی صفحہ 707۔

(186) ابن سعد، دوم صفحہ 118۔ نیز واقدی صفحہ 722۔

(187) واقدی صفحہ 723 ومابعد کے مطابق یہ مہم فدک اور ابن سعد، دوم صفحہ 119 کے مطابق المیفعہ گئی تھی۔ بظاہر اول الذکر کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کی بالواسطہ شہادت ابن سعد، دوم صفحہ 126 کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس کے مطابق المیفعہ کی مہم دوسری تھی۔ ابن سعد، دوم صفحہ 64۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الزکوٰۃ باب من بلغت عندہ صدقۃ مخاض ......الخ۔ تفصیل کے لیے حاشیہ نمبر 77 کی بحث اور صفحہ 727-28۔

(188) واقدی صفحہ 724-25، ابن سعد 126,199-20۔

(189) مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند پر یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان گرامی یعنی ان کی ازواج مطہراتؓ کو اناج وغیرہ پیٹ بھر فتح خیبر کے بعد ہی نصیب ہوا تھا۔ یہی تاثر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ ''ہم نے پیٹ بھر نہیں کھایا جب تک خیبر فتح نہ ہوا۔'' ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر، مسلم، کتاب البیوع۔ موخر الذکر کے مطابق ازواج مطہراتؓ کو بیس وسق جو (شعیر) اور اسی وسق کھجور سالانہ ملتی تھی اور فاضل پیداوار غریب مسلمانوں کے کام آتی تھی۔

(190) واقدی صفحہ 750-56، ابن سعد دوم صفحہ 124-25۔

(191) واقدی صفحہ 753-54، ابن سعد دوم صفحہ 127۔ موخر الذکر نے قیدیوں کی گرفتاری اور رہائی کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

(192) مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل سلب القتیل۔ یہ روایت شریک مجاہد حضرت عوف بن مالک کی سند پر مروی ہے۔ واقدی صفحہ 768-69 نے یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی سند پر بیان کی ہے۔

(193) واقدی صفحہ 771۔ غذائی ضرورت کے لیے بدر کے حوالے سے ایک اونٹ فی صد ذبح کرنے کے حوالے لیے ملاحظہ ہو: ابن اسحاق صفحہ 695، واقدی صفحہ 53، ابن سعد دوم صفحہ 15 وغیرہ دوسرے مآخذ میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔

(194) واقدی صفحہ 779-80، ابن سعد، دوم صفحہ 132-33، بلاذری انساب، اول صفحہ 381۔

(195) واقدی صفحہ 826 ومابعد، یعقوبی دوم صفحہ 61۔ نیز بخاری، کتاب المناسک، باب (جواز) دخول الحرم بغیر احرام، کتاب المغازی، مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام نے دو مسلم شہیدوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

(196) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 565، ابن ہشام چہارم صفحہ 64، واقدی صفحہ 870-75، ابن سعد دوم صفحہ 145-9 نیز صفحہ 157 ومابعد، انساب، اول صفحہ 381-82، ابن اثیر دوم صفحہ 620 اور 284، ابن خلدون دوم صفحہ 810 یعقوبی

دوم صفحہ 61، طبری سوم صفحہ 65 ومابعد۔

(197) طبری سوم صفحہ 100، ابن کثیر چہارم صفحہ 316۔ شہید فرزندان اسلام کے اسماء گرامی تھے: حضرات مسعود بن عروہ ثقفی اور الاسود ثقفی۔ ان پر باقی قرض اتارنے کے لیے تمام مال غنیمت ان کے دو فرزندوں کو دے دیا گیا تھا۔

(198) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 566-70، ابن ہشام چہارم صفحہ 677، واقدی صفحہ 885-95، ابن سعد دوم صفحہ 149-59 ومابعد۔ نیز بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ 'ویوم حنین......الخ میں حضرت براء بن عازب کی روایت بہت اہم ہے۔ ''اگرچہ ہوازن بہت ماہر تیر انداز تھے مگر جب ہم نے حصہ کیا تو وہ تتر بتر ہو گئے اور ہم مغانم پر ٹوٹ پڑے' لہٰذا تیروں سے ہمارا استقبال کیا گیا۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولین دہلہ میں جو ہزیمت ہوئی تھی وہ مغانم پر ٹوٹ پڑنے کے سبب ہوئی تھی اور واضح رہے کہ غزوہ اُحد میں تیر اندازوں کے دستہ کے مال طلب اصحاب کی حُبِّ غنیمت کے سبب ہی مسلم فوج کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

(199) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 592، ابن ہشام چہارم صفحہ 134، واقدی صفحہ 943، ابن سعد دوم صفحہ 152، یعقوبی دوم صفحہ 63، طبری سوم صفحہ 86، ابن اثیر دوم صفحہ 268-70 ومابعد، ابن خلدون دوم صفحہ 817، ابن کثیر چہارم صفحہ 356-60۔

جس طرح مویشیوں کی تعداد میں اختلاف، ذکر اور عدم ذکر پایا جاتا ہے' اسی طرح مختلف مآخذ میں مختلف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً ابن اسحاق/ابن ہشام میں (الابل والشاء) ہے۔ واقدی نے الغنم کو بے شمار کہا ہے۔ یعقوبی نے ناقہ استعمال کیا ہے۔ تعداد کا اختلاف دراصل راوی شریک کے مشاہدہ و معلومات پر مبنی ہے۔

(200) واقدی صفحہ 944، ابن سعد صفحہ 152، نیز واقدی صفحہ 924۔

(201) بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ '' ویوم حنین...... الخ''

ترمذی ابواب النکاح، باب ماجاء یسبی الامۃ فلھا زوج، ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 592 ومابعد، ابن ہشام، چہارم صفحہ 134-35، واقدی صفحہ 943 اور 949-55، ابن سعد، دوم صفحہ 153-54، یعقوبی، دوم صفحہ 63، طبری سوم صفحہ 84-87، ابن اثیر، دوم صفحہ 268-69، ابن خلدون، دوم صفحہ 816 ومابعد، ابن کثیر، چہارم صفحہ 255-352۔

(202) خاص کر واقدی صفحہ 924 ومابعد۔ ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی، یوم حنین، حضرت ابوقتادہ کو ان کے مقتول کا سلب ملا تھا۔ مالک بن انس، موطا، کتاب الجہاد ماجاء فی الغلول میں سلب کی وضاحت یہ ہے کہ مقتول کی درع (زرہ بکتر) ملی تھی۔

(203) حضرت زید بن ثابت خزرجی کے حساب وتقسیم غنائم کے لیے ملاحظہ ہوں حواشی نمبر 201 وغیرہ۔ غزوہ حنین میں مسلم شہسواروں کی تعداد کے لیے ملاحظہ ہو: خاکسار کی انگریزی اور اردو کتابیں مذکورہ بالا بالترتیب صفحہ 171-72 اور 547-49۔ نیز واقدی صفحہ 889 اور ابن سعد، دوم صفحہ 135۔ مزید ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 949۔

(204) مؤلفۃ القلوب کے عطایا کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ الطائف کی تین روایات میں سے دو میں قریش کے درمیان اموال غنائم تقسیم کرنے کا ذکر ہے اور پہلی روایت میں مردوں (رجال) کو سو اونٹ دینے کا۔ تینوں حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں۔

(205) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 667، ابن ہشام سوم صفحہ 696 ومابعد، واقدی صفحہ 974-75 ومابعد، ابن سعد دوم صفحہ 161، بلاذری، انساب اول صفحہ 362، یعقوبی، دوم صفحہ 74، ابن کثیر، پنجم صفحہ 219۔ نیز ملاحظہ ہو: ادریس کاندھلوی، سوم صفحہ 74 نے قیدیوں کی تعداد میں گیارہ مرد، اکیس عورتیں اور تیس بچے گنائے ہیں لیکن اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ بنوتمیم سے مفاخرہ کے ضمن

میں زرقانی سوم صفحہ 42-45 کا حوالہ ہے اور شاید وہی اسی کا ماخذ ہے۔

(206) واقدی صفحہ 755، ابن سعد، دوم صفحہ 126، بلاذری، انساب اول صفحہ 380۔ نیز ملاحظہ ہو: ادریس کاندھلوی، سوم صفحہ 80 جنہوں نے صرف ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔

(207) ابن ہشام، چہارم صفحہ 246، واقدی، صفحہ 284-88، ابن سعد دوم صفحہ 164، بلاذری، انساب اول صفحہ 382 اور صفحہ 522، طبری سوم صفحہ 111-12 ومابعد، ابن کثیر، پنجم صفحہ 23 ومابعد۔

(208) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 602-9 واقدی صفحہ 1015-16، ابن سعد، دوم صفحہ 165-66، بلاذری، انساب اول صفحہ 368، فتوح البلدان صفحہ 71، طبری سوم صفحہ 107-8۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری اور مسلم، الجامع الصحیح، غزوۂ تبوک۔

(209) ابن ہشام، چہارم صفحہ 181 ومابعد، واقدی صفحہ 1027-29، ابن سعد، دوم صفحہ 166، بلاذری، انساب اول صفحہ 382-83، یعقوبی، دوم صفحہ 72، طبری، سوم صفحہ 108-9، ابن اثیر، دوم صفحہ 281، ابن کثیر، پنجم صفحہ 17۔

(210) متن میں اختیار کردہ روایت واقدی اور ابن سعد کی ہے جس کی تائید ابن کثیر کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے۔ واقدی کے مرتب مارسدن جونس صفحہ 1027 حاشیہ نمبر 2 کا خیال ہے کہ زرقانی شرح المواہب اللدنیۃ میں غلطی سے لفظ راس (بمعنی سر۔ راس جانور) کو ''فرس'' (گھوڑا) پڑھ لیا ہے اور گھوڑے مراد لیے ہیں جبکہ دوسرے محققین نے راس سے غلام مراد لیے ہیں جیسے مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ صفحہ 115 نے اس سے غلام ہی مراد لیے ہیں۔

ہمارے خیال میں جس کی تائید عربی لغت سے ہوتی ہے کہ راس سے مراد بھیڑ بکریوں کی راسیں مراد ہیں اور اردو میں بھی اسی کا چلن ہے۔ تاریخی حقائق سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔

(211) ابن اسحاق صفحہ 678، ابن ہشام، پنجم صفحہ 319، واقدی صفحہ 1080-81،

ابن سعد دوم صفحہ 170، بلاذری، انساب اول 384، طبری، سوم صفحہ 32-131 ابن اثیر دوم صفحہ 300، ابن کثیر، پنجم صفحہ 4-1 و مابعد۔

(212) ابن ہشام، چہارم صفحہ 606 و مابعد، واقدی (سوم) صفحہ 1117 و مابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 190، بلاذری، انساب اول صفحہ 384، طبری، سوم صفحہ 184 و مابعد، ابن خلدون، دوم صفحہ 846، ابن اثیر، دوم صفحہ 317، ابن کثیر، پنجم صفحہ 222۔

(213) ملاحظہ ہو: غنیمت والی مہموں کی تاریخی جدول۔

(214) مذکورہ جدول غزوات وسرایا۔ اس کے تخمینہ سے واضح ہوتا ہے کہ کل مال غنیمت جو قریش مکہ سے علاوہ دو لاکھ درہم سے بھی کم تھا۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ یہ رقم / مالیت دہ سالہ مدنی حیات کے طویل عرصہ کے دوران حاصل ہوئی تھی۔

(215) واقدی صفحہ 400۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ و تعلیق نمبر 77 جس میں اس واقعہ کو مختلف ماخذ کی روایات کی بنیاد پر زیر بحث لایا گیا ہے اور جس میں امام بخاری اور امام مسلم کے حوالے بھی ہیں۔

(216) واقدی صفحہ 635 کی بیان کردہ روایت ہے سے بہت اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابی موصوف نے جب سواری اور زاد راہ نہ ہونے کا عذر پیش کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک لباس مبارک عطا فرمایا جو سنبلیہ نامی چادر تھی۔ صحابی موصوف کو جہاد کا شوق تھا لہٰذا لباس نبوی آٹھ درہم میں فروخت کر دیا۔ دو درہم گھر والوں کے آذوقہ کے لیے چھوڑے، دو درہم کا زاد سفر کیا اور چار درہم میں ایک بار برداری کا اونٹ خریدا جس پر سوار ہو کر خیبر کے جہاد میں شرکت کی۔

(217) حضرت ابوعبسؓ بن جبر کے واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ و تعلیق نمبر 216۔
مزید روایات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو سوال سے روکا اور اسے کوئی سامان لانے کو کہا جس کو فروخت کر کے اس کے لیے وسیلہ

رزق اور ذریعہ آمدنی تلاش کیا جائے۔ صحابی موصوف نے ایک لکڑی کا پیالہ لا کر دیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بولی لگا کر دو درہم میں فروخت کر دیا۔ ایک درہم میں کلہاڑی (قدوم) بنوائی یا اس کا پھل خریدا اور دوسرا درہم گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے میں صرف کیا جو ظاہر ہے کہ غذائی ضرورت تھی۔ ملاحظہ ہو: ابن ماجہ، سنن، کتاب التجارات، باب بیع المزایدہ نیز ابوداؤد کتاب الزکوۃ، 26۔

شبلی نعمانی، دوم صفحہ 317 نے ابوداؤد و ترمذی (صدقات) کے حوالہ سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ایک غریب انصاری نے اپنا بچھونا اور پانی پینے کا پیالہ دو درہم میں بیچا۔ ایک درہم سے گھر والوں کے لیے کھانا خریدا اور ایک درہم کی رسی لی اور جنگل سے لکڑیاں لا کر بازار میں بیچیں۔ پندرہ دن بعد ان کے پاس دس درہم جمع ہو گئے جن سے کپڑا اور غلہ خریدا۔

(218) ابن سعد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تنخواہ کی رقم کی بابت کئی روایات نقل کی ہیں۔ سوم صفحہ 185 پر ایک روایت ہے کہ ان کی سالانہ تنخواہ ڈھائی ہزار درہم تھی یا تین ہزار درہم۔ صفحہ 187 کی ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ ہزار درہم سالانہ تھی۔ یعقوبی، دوم صفحہ 136 نے ایک روایت دی ہے کہ حضرت موصوف کی روزانہ تنخواہ صرف تین درہم تھی یعنی سالانہ کل ایک ہزار اسی درہم بنتی ہے۔

اس مسئلہ پر مختلف روایات کے تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ تین ہزار درہم سالانہ تنخواہ والی روایت ہی صحیح ہے کیونکہ ابن سعد ہی کی ایک روایت (سوم صفحہ 193) سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موصوف نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ چھ ہزار درہم کی رقم جو انہوں نے بطور تنخواہ دو سال کے عرصہ میں بیت المال سے وصول کی تھی ان کی جائیداد بیچ کر یعنی ترکہ سے بیت المال کو واپس دے دی جائے۔ دوسری روایات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلیفہ اول نے اپنی خلافت کے پہلے چھ ماہ بلا معاوضہ کام کیا تھا اور ڈھائی سالہ مدت خلافت کے دوران صرف دو سال تنخواہ لی تھی یعنی کل چھ ہزار درہم۔

(219) برکات احمد، محمد اور یہود، صفحہ 43-42۔

(220) اوس وخزرج کی کل آبادی کا تخمینہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں اکثر جنگ وجدل ہوتا تھا اور یہودی آبادی فریقین کے درمیان پاسنگ کا کام کرتی تھی۔ اگر وہ متحد ہوجاتے تو یہودی آبادی عددی لحاظ سے کمزور پڑ جاتی۔ مزید اعداد وشمار آگے آتے ہیں۔

(221) مہاجرین کی ہجرت مدینہ اور مدنی آبادی میں اضافوں کے لیے ملاحظہ ہو: ابن سعد، سوم تا ہشتم میں صحابہ کرام کے سوانحی خاکے۔ مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: ''عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت'' کا دوسرا باب۔

(222) مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ صفحہ 87-82 نے اس پر خاصی بحث کی ہے۔ نیز ابن سعد، چہارم وغیرہ میں ان مسلم طبقات کے سوانحی خاکے ملاحظہ ہوں۔

(223) ہمارے مذکورہ بالا سیرتی اور سوانحی مآخذ میں ان دونوں عناصر کے بارے میں کافی مواد ملتا ہے مثلاً مہاجرین مکہ کے یہاں اولادوں کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت عبداللہ بن زبیر اولین مولود تھے جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے، جس طرح انصار میں حضرت نعمان بن بشیر اولین مولود تھے۔ حضرات حسن وحسین ومحسن رضی اللہ عنہم فرزندان حضرت علیؓ بن ابی طالب کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام کی اولادوں کا ذکر ملتا ہے۔

(224) تعدد ازواج اور تبدیلی مذہب کے لیے ملاحظہ ہو: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں کئی شادیاں کی تھیں اور ان سے ان کی اولادیں ہوئی تھیں۔ دوسرے صحابہ میں حضرات عبدالرحمان بن عوف، زبیر بن عوام وغیرہ متعدد اکابر شامل ہیں جن کی متعدد بیویاں اور ان سے اولادیں تھیں۔ دراصل تعدد ازواج اس عہد کی مسلمہ روایت تھی اور یک زوجگی نادر مثال۔ ابن سعد سوم ہی اس کے لیے کافی ہے۔

(225) ان غزوات میں مسلم سپاہ کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ نمبر 1 غزوات وسرایا۔

غزوہ تبوک میں مسلم فوج کی عددی قوت کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، چہارم صفحہ 169 ومابعد، واقدی صفحہ 90-989 ومابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 165 ومابعد، انساب، اول صفحہ 368، یعقوبی، دوم صفحہ 68-167، طبری، سوم صفحہ 100 ومابعد، ابن اثیر، دوم، صفحہ 276، ابن خلدون، دوم صفحہ 819، ابن کثیر، پنجم صفحہ 2 ومابعد۔ فتح مکہ کی طرح اس غزوہ میں شامل مسلم فوج کا قبائلی تجزیہ نہیں ملتا۔

(226) مثلاً ابن اسحاق (انگریزی) کی ایک روایت ہے کہ مسلمانوں کی تعداد جس نے فتح مکہ میں حصہ لیا دس ہزار تھی۔ ان میں سے بنو سلیم کے سات سو (بعض کے مطابق ایک ہزار) تھے۔ بنو غفار کے چار سو، بنو اسلم کے چار سو، مزینہ کے ایک ہزار تین اور بقیہ قریش وانصار اور ان کے حلفاء تمیم وقیس اور اسد وغیرہ بدوی قبیلوں کے دستے تھے۔ مزید صراحت یہ بھی ملتی ہے کہ مہاجرین وانصار کل کے کل شامل ہوئے تھے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا تھا (صفحہ 545) اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد سے کسی نے پہلو تہی نہیں کی تھی۔

واقدی صفحہ 800 کا بیان ہے کہ مہاجرین اور انصار کے پیادہ سپاہیوں کی تعداد بالترتیب سات سو اور چار ہزار تھی اور ان پر مستزاد ان دونوں طبقات کے آٹھ سو شہسوار تھے: تین سو مہاجرین کے اور پانچ سو انصار کے۔ اس طرح کل تعداد انصار ومہاجرین ساڑھے پانچ ہزار بن جاتی ہے۔

نیز ملاحظہ ہو: ابن اثیر، دوم صفحہ 244، ابن کثیر، چہارم صفحہ 86-285۔

(227) مدینہ منورہ کی آبادی کی یہ تعیین اعداد وشمار کی بنا پر آبادی متعین کرنے کے اصول (Demo graphic principle) پر مبنی ہے جس کے تحت کل بالغ مردوں کی معلوم تعداد کو بالعموم چار پانچ سے ضرب دے دیا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان کے قرون وسطی کی حد تک مورلینڈ (Moreland) وغیرہ نے اپنایا ہے اور مدنی اور عرب آبادی کے لیے برکات احمد نے چھ سات سے ضرب دینے کا اصول وضع کیا ہے کیونکہ ہندوستانی معاشرہ میں تعداد ازواج اور کنیز پروری کی روایت اتنی قوی نہ تھی جتنی عہد اوسط کے عرب میں۔ ملاحظہ ہو: برکات احمد صفحہ

43 اور حاشیہ نمبر 2 وغیرہ۔

(228) ابن کثیر، الفصول فی سیرۃ الرسول، مکتبہ دار التراث، مدینہ 3-2-14ھ، صفحہ 277۔

(229) محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ (انگریزی) حیدر آباد دکن 1974ء صفحہ 80، اردو ترجمہ نذیر حق نقوش رسول نمبر لاہور 1982ء دوم صفحہ 589۔ جزیرہ نمائے عرب کی کل مسلم آبادی پر ابھی تک کوئی باضابطہ تحقیق نہیں ہوئی ہے تاہم خاکسار نے اس موضوع پر اپنی کتاب "عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت" کے دوسرے باب "اسلام اور قبائل عرب" میں کافی مواد جمع کر دیا ہے۔

(230) اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ "کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ 1984ء جلد دوم صفحہ 11-25۔

(231) مہاجرین مکہ والے مذکورہ بالا مضمون کے علاوہ ملاحظہ ہو: ابن سعد سوم تا ہشتم اور دوسرے سوانحی تذکرے جیسے ابن اثیر کی اسد الغابہ اور ابن عبد البر کی الاستیعاب اور ابن حجر عسقلانی کی الاصابۃ وغیرہ۔

جدید مورخین اور مستشرقین کے نقطہ نظر کے لیے ملاحظہ ہو: مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ میں مسلم وغیرہ مسلم اہل مکہ کی فہرست، ضمیمہ نمبر ای (E) جس میں عورتوں اور بچوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ صرف اہم مردوں یا رجال کے نام شمار کیے گئے ہیں۔

(232) مدنی معیشت کو خراب وخستہ کہنے کا نظریہ غلط تعبیرات اور خام نظریات بلکہ پُر مفاسد تصورات پر مبنی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قبائل جنگوں خاص کر اوس وخزرج کی باہمی چپقلش نے اس پر خاصے اثرات بڈالے تھے لیکن مدینہ میں تجارت وزراعت اور دوسرے وسائل کے ذریعہ اتنی دولت موجود تھی کہ ان کی بیشتر آبادی کی بخوبی کفالت کر سکتی۔ غربت وافلاس اور عارضی پریشانی تو ہر جگہ ہوتی ہے اور وہ بعض مدنی طبقات میں بھی تھی۔

(233) انصار کرام کے ایثار وسخاوت اور مہاجرین عظام کی مہمانداری کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ وتراجم کے مذکورہ بالا سوانحی خاکے خاص کر ابن سعد، سوم حصہ مہاجرین۔

(234) شبلی نعمانی کا حوالہ مہاجرین کی کاروباری زندگی کے بارے میں گزر چکا ہے۔

(235) یہ تعداد تمام غزوات وسرایا میں شریک مجاہدین کی معلوم تعداد کے مجموعہ پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں وہ مجاہدین بھی شامل ہیں جو متعدد غزوات وسرایا میں برابر شریک رہے۔ اس طرح ان کو کئی بار شمار کیا گیا ہے مگر یہاں ہماری بحث کامل تعداد اور کل مال غنیمت سے متعلق ہونے کے علاوہ اموال سے ان کے متمتع ہونے سے بھی ہے۔

(236) ملاحظہ ہو مال غنیمت والی مہموں کی جدول۔

(237) مثلاً غزوہ تبوک کے حوالے سے غزوات وسرایا کے اخراجات ومصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(238) واقدی صفحہ 199-200، ابن سعد دوم 37 نے اس کی وضاحت کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: انساب، اول صفحہ 312 اور ابن کثیر، چہارم صفحہ 10۔

(239) واقدی صفحہ 389۔

(240) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 367، ابن ہشام، چہارم صفحہ 68، واقدی صفحہ 854 اور صفحہ 863-64، بلاذری، انساب اول صفحہ 363، طبری، سوم صفحہ 73، ابن اثیر، دوم صفحہ 262، یعقوبی، دوم صفحہ 26، ابن کثیر، چہارم صفحہ 324، ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب حسن القضاء۔

(241) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 603 (783 ابن ہشام کی رائے کے لیے)، ابن ہشام، چہارم صفحہ 551-52، واقدی 991 بلاذری، انساب اول صفحہ 368، طبری، سوم صفحہ 102، ابن اثیر، دوم صفحہ 277، ابن کثیر، پنجم صفحہ 4، ابن خلدون، دوم صفحہ 819۔ صحابہ کرام کے عطایا کے بارے میں اختلاف ہے۔ مثلاً ابن ہشام نے حضرت عبد الرحمان بن عوف کے چار ہزار درہم اور عاصم بن عدی کی سو وسق کھجور کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے سب سے زیادہ عطیہ دیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار (بارہ ہزار درہم) نقد عطا فرمائے تھے اور نادار و مفلس مجاہدین کے لیے نوسو اونٹ اور سو گھوڑے فراہم کیے تھے نیز دوسرا سامان ضرورت اور اسباب کے مطابق تخمینہ لگایا جائے تو عثمانی عطیہ سے صرف بار برداری کے جانوروں اور نقد کی مجموعی رقم اٹھہتر ہزار درہم بن جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس میں دوسرے اسباب، سامان رسد اور آلات حرب کی قیمت شامل نہیں ہے۔ اگر ان کو بھی محسوب کرلیا جائے تو بلاشبہ عثمانی عطیہ ایک لاکھ درہم سے بھی متجاوز ہو جائے گا۔

عثمانی عطیہ کے بارے میں دراصل یہ اختلاف اختلاف نہیں ہے بلکہ مختلف راویوں کے اپنے اپنے مشاہدات ہیں۔ حضرت موصوف نے مختلف واقعات میں مختلف عطایا نذر کیے تھے۔ دراصل جوں جوں ضرورت بڑھتی گئی سخاوت عثمانی جوش پر آتی گئی۔

اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرام کے عطایا کی رقم یا مالیت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا کل حصہ ایثار صرف اتنا تھا۔ یہ تو صرف ایک صورت یا مثال ہو سکتی ہے۔ ان کے عطایا اس سے کہیں زیادہ رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عطیہ کے بارے میں یہ تو واضح ہے کہ وہ ان کی کل دولت پر مشتمل تھا لیکن اس کو صرف چار ہزار درہم سے جو محدود کیا گیا ہے وہ راوی گرامی کا قیاس معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت موصوف کے بوقت ہجرت کل مال پر قیاس کر کے بتایا ہے کہ ہجرت مدینہ کے وقت وہ اپنے چالیس ہزار درہم میں سے صرف چار ہزار بچا کر لائے تھے اور باقی مسلمانوں پر خرچ کر چکے تھے۔ اسی کو ان کی کل دولت سمجھ لیا گیا۔

ایک اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ متعدد اکابر کے بارے میں ان کے عطایا کی رقوم کا ذکر نہیں یا بہت سے صحابہ کرام کے نذرانوں کا سرے سے حوالہ نہیں ملتا۔ اس لیے یہ گمان کرنا ٹھیک نہیں کہ مہم تبوک پر کل اتنی مذکورہ رقم خرچ ہوئی تھی جیسا کہ بعض بزرگوں نے کیا۔ اس کی تائید ابن ہشام، چہارم صفحہ 518 کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ ابن یامین بن عمیر نضری نے حضرات عبدالرحمان بن کعب اور عبداللہ بن مغفل کو اپنا ایک اونٹ

(ناضح) اور کھجور پر مشتمل زاد راہ دیا تھا۔ ابن ہشام، چہارم صفحہ 551-52 پر یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابو عقیل نے اپنی مزدوری سے کمایا ہوا ایک صاع تمر ہدیہ کیا تھا جس کا قرآن مجید سورہ توبہ 79 میں بھی حوالہ ہے۔

(242) قرآن مجید، سورہ توبہ 92۔

(243) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 309-10 و مابعد، ابن ہشام دوم صفحہ 288-89 و مابعد، واقدی صفحہ 138-40، بلاذری انساب وال صفحہ 305 و مابعد، طبری دوم صفحہ 463، ابن اثیر دوم صفحہ 131، ابن کثیر سوم صفحہ 308 و مابعد۔

نیز ملاحظہ ہو ولیم میور صفحہ 233-34، موٹگمری واٹ محمد ایٹ مدینہ صفحہ 12-13۔

(244) قرآن مجید، سورہ محمد 4۔

(245) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 592-95، ابن ہشام، دوم صفحہ 90-92، واقدی صفحہ 950-54، ابن سعد، دوم صفحہ 153-54، بلاذری، انساب اول صفحہ 366-67، طبری، سوم صفحہ 86-87۔

(246) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 676-77 کی روایت ہے کہ حضرت ثمامہ بن اثال حنفی جب بحالت کفر قید ہوئے تو دوران اسیری ان کی عزت افزائی کی گئی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا۔ ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب الاشراف اول صفحہ 376۔

بنو مصطلق اور ہوازن کے اسیروں کے ساتھ نہ صرف حسن سلوک کیا گیا بلکہ ان کو انسانیت کے رشتہ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی بنا پر آزادی بھی بخشی گئی۔ ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 493 اور صفحہ 592 وغیرہ، واقدی صفحہ 411-16 اور صفحہ 943 و مابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 64 اور صفحہ 153-54 و مابعد۔

اسیران بنی قریظہ کے ساتھ حسن سلوک کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 465 و مابعد واقدی صفحہ 518-19، ابن سعد دوم صفحہ 75 اور دوسرے مآخذ۔

دختر حاتم طائی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانداری اور اعزاز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

واکرام کے علاوہ ان کو لباس اور زادِراہ بھی عطا فرمایا جس سے وہ شام واپس گئیں۔ ابن ہشام دوم صفحہ 579-80۔

(247) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 284-86، ابن ہشام، دوم صفحہ 238، واقدی صفحہ 12-13، ابن سعد، دوم صفحہ 9-10، طبری، دوم صفحہ 407، ابن اثیر، دوم صفحہ 112، ابن کثیر، سوم صفحہ 247، نیز ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب اول صفحہ 287، یعقوبی، دوم صفحہ 66۔

(248) ابن اسحاق (انگریزی) صفحہ 361، ابن ہشام، دوم صفحہ 238، واقدی صفحہ 12 ابن سعد، دوم صفحہ 30، بلاذری، انساب اول صفحہ 310، طبری دوم صفحہ 407، ابن اثیر، دوم صفحہ 139-40، ابن کثیر، سوم صفحہ 344۔

(249) واقدی صفحہ 207 و مابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 37، انساب، اول صفحہ 313، نیز ملاحظہ ہو: ابن اسحاق صفحہ 27 و مابعد، ابن ہشام، دوم صفحہ 422-23، طبری، دوم صفحہ 507، ابن کثیر، چہارم صفحہ 14۔

کھلے میدان جنگ میں جنگ کرنے پر اصرار کرنے والوں کے ضمن میں جدید مورخوں کے خیال و تعبیر کے لیے ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی) صفحہ 24، رؤفہ اقبال، عہد نبوی کے غزوات وسرایا صفحہ 119، موٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، صفحہ 21 وغیرہ۔

(250) ابن اسحاق صفحہ 457-60، ابن ہشام، سوم صفحہ 239-40، واقدی صفحہ 405، انساب اول صفحہ 343-44۔

(251) ابن اسحاق صفحہ 664-65، ابن ہشام، سوم صفحہ 290-91، واقدی صفحہ 565، ابن سعد دوم صفحہ 90 و مابعد اور طبری سوم، صفحہ 155۔

(252) ابن اسحاق صفحہ 426-67، ابن سعد، دوم صفحہ 433 و مابعد، ابن ہشام، سوم صفحہ 183-87 و مابعد، واقدی صفحہ 346-62، ابن سعد، دوم صفحہ 51-56، انساب اول صفحہ 375-76، طبری، دوم صفحہ 538-42 اور صفحہ 545-55، یعقوبی،

دوم صفحہ 690-71، ابن اثیر، دوم صفحہ 167 اور 171 و مابعد، ابن کثیر، چہارم صفحہ 62-73-71 و مابعد۔

(253) ان مہموں کے لیے ملاحظہ ہو بالترتیب: ابن اسحاق صفحہ 380,53-552-662 وغیرہ، ابن ہشام، سوم صفحہ 15، چہارم صفحہ 684,690-91 وغیرہ، واقدی صفحہ 231، 551-52، 564، 723، 741، 752 اور 755 و مابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 42، 85، 88-89، 118-19، 123، 127-67 اور 129-30، انساب اول صفحہ 318، طبری، دوم صفحہ 514-15، سوم 154-57 و مابعد، یعقوبی، دوم صفحہ 71-75-47-48، ابن اثیر، دوم صفحہ 154-55، 207-9، 234 و مابعد ابن کثیر، چہارم صفحہ 235-17-241 و مابعد۔

(254) مختلف کامیاب غزوات وسرایا جیسے بدر، خندق، مریسیع، خیبر، فتح مکہ اور حنین وغیرہ میں مادی نقصانات اور مالی مصارف کے لیے ملاحظہ ہو:

ابن اسحاق صفحہ 300,454,491,511-12,550,569 وغیرہ، واقدی صفحہ 69,77-80,408,469-70,825-26,897-99,902-10 اور 922 و مابعد، ابن سعد، دوم صفحہ 17-18,68 و مابعد 64-66,132-151 اور بعض دوسرے صفحات، انساب، اول صفحہ 290,295 و مابعد 345 اور 365 و مابعد، طبری، دوم صفحہ 455 و مابعد 575 و مابعد، سوم 9-10، و مابعد، 55-58 اور 74 و مابعد، یعقوبی دوم صفحہ 45 اور 51 و مابعد، ابن اثیر، دوم صفحہ 125 و مابعد 182,194-194-217 و مابعد، 247,263 و مابعد، ابن کثیر، سوم صفحہ 274 و مابعد، چہارم 102-3، 159-60، 188، 292، 346 اور 340 و مابعد۔

(255) اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''عہد نبوی میں مسلم مدنی معیشت'' تحقیقات اسلامی علی گڑھ 1983ء جلد دوم نمبر 4 صفحہ 21-43۔

(256) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر 55 اور اس سے متعلق متن میں مولانا مرحوم کا اقتباس۔

بخاری باب مناقب الانصار، کتاب الشروط اور کتاب المزارعہ۔

(257) ان چاروں وسائل رزق یا ذرائع اکتساب پر علمی، قانونی، فقہی اور اسلامی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: امام محمد بن شیبانی، الاکتساب فی الرزق المستطاب، تحقیق محمود عرنوس، دار الکتاب العلمیہ، بیروت، 1406ھ/1986ء صفحہ 42-40۔

امام موصوف نے ان چاروں کے لیے ترتیب وار الاجارۃ والتجارۃ والزراعۃ و الصناعۃ کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان سے قبل ان کی تعریف میں لکھا ہے "ثم المکاسب اربعۃ" اور ان کے جواز کو جمہور فقہاء کے نزدیک متفقہ قرار دیا ہے (وکل ذالک فی الاباحۃ سواء عند جمہور الفقہاء رحمہم اللہ صفحہ 40)

(258) مدینہ منورہ کے مسلم طبقات یا دوسرے سماجی طبقات کی طرف یہ محض اشارہ ہے۔ اس پر مفصل بحث کی ضرورت ہے جو انشاء اللہ پھر پیش کی جائے گی۔ روایتی بحث وتجزیہ کے لیے ملاحظہ ہو: مولانا شبلی نعمانی، سیرت النبی اول صفحہ 60-258 بحث یا باب بعنوان "مدینہ منورہ اور انصار"

(259) غزوات بنی النضیر اور بنی قریظہ سے متعلق حواشی ملاحظہ ہوں، نیز خاکسار کا مضمون "عہد نبوی میں مسلم مدنی معیشت" صفحہ 24-22۔ مآخذ میں ابن اسحاق صفحہ 64-363، صفحہ 38-437، واقدی صفحہ 501-21,270-80 وغیرہ، بلاذری، انساب اول صفحہ 266,209 فتوح البلدان صفحہ 36,31,34 و مابعد۔

(260) بحوالہ "عہد نبوی میں مسلم مدنی معیشت" صفحہ 39-38 مثلاً حضرت ابوطیبہ انصاری حجام (فصد لگانے والے) تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند گرامی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی والد حضرت ابوسیف انصاری لوہار تھے، حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری گورکن تھے۔ انصار کرام کے کمزور طبقات خاص کر عورتوں اور بچوں کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ وہ یہودی کاشتکاروں، مسلم مہاجر یا انصاری تاجروں کے ہاں مزدوری کرتے تھے۔

(261) ملاحظہ ہو "عہد نبویؐ میں مسلم مدنی معیشت" اس ضمن میں ایک خاص طبقہ اجیر یعنی

دلیل (راہبر) کا ذکر زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر دلیل غیر مسلم تھے اور اجرت پر کام کرتے تھے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کام لیا تھا مثلاً سفر ہجرت کے دلیل عبداللہ بن اریقط اور خیبر کے غزوہ کے دوران ایک یہودی دلیل نے آپؐ کی خدمت اجرت پر کی تھی۔ ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت میں دلیل پر مفصل بحث۔

(262) عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت کے پہلے باب میں اس پر بحث ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی حسنی ندوی، السیرۃ النبویۃ صفحہ 91-171، شبلی، اول صفحہ 62-258 و مابعد۔

(263) خاکسار کے مضمون "عہد نبوی میں مسلم مدنی معیشت" میں خاصا مواد جمع کردیا گیا ہے۔ ان بزرگوں کے تمول و مالداری کے لیے چند حوالے سردست حاضر ہیں۔ ابن سعد، سوم صفحہ 272-77,186-87,60-67 وغیرہ، ابن اسحاق صفحہ 217، ابن ہشام، سوم صفحہ 23، انساب، اول صفحہ 270 وغیرہ، ابن قتیبہ دینوری، کتاب المعارف، قاہرہ 1960ء، صفحہ 318، واقدی صفحہ 1115 وغیرہ مہاجرین کی دولتمندی کے لیے۔

انصار کرام کے تمول کے لیے ملاحظہ ہوں: ابن اسحاق صفحہ 228، واقدی صفحہ 776,547,428,272,207 و مابعد، ابن سعد، سوم صفحہ 126 اور صحابہ کرامؓ مذکورہ بالا کے دوسرے سوانحی خاکے۔

(264) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟" تحقیقات اسلامی علی گڑھ 1983ء صفحہ 25-11۔

(265) "عہد نبویؐ میں مسلم مدنی معیشت" نیز حاشیہ نمبر 263 کے حوالے۔

(266) "عہد نبویؐ میں مسلم مدنی معیشت" نیز نقوش رسول نمبر لاہور جلد نمبر 11 کا مقالہ نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت کے آخری دو تین صفحات۔

(267) بحوالہ عہد نبوی میں مسلم مدنی معیشت۔

(268) غزوات احد و خندق میں مسلمانوں کے مادی نقصانات کے ضمن میں اس پر خاصی بحث آچکی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مسلم معیشت والا مضمون۔

(269) تفصیلات و مآخذ کی شہادتوں کے لیے مسلم مدنی معیشت پر مضمون ملاحظہ ہو۔

(270) مسلم مدنی معیشت۔ نیز بخاری، باب کلام الرب مع اھل الجنة، واقدی صفحہ 207-401، 405,402 و مابعد، انساب، اول صفحہ 310، 346، 518-19 وغیرہ۔

(271) مسلم مدنی معیشت کے علاوہ خاکسار کا ایک اور مضمون ''معیشت نبویؐ'' بھی ملاحظہ ہو۔ تحقیقات اسلامی علی گڑھ 90-1989ء جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 4 اور جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 2-1 خاص کر موخر الذکر صفحہ 36-32۔

(272) غطفان سے معاہدہ کی شرائط کے لیے ملاحظہ ہو: واقدی صفحہ 573، انساب، اول صفحہ 346۔

(273) مولانا شبلی نعمانی کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ نیز خاکسار کا مضمون پر مسلم مدنی معیشت نیز ابن سعد سوم صفحہ 66,89-228,164 و مابعد، واقدی صفحہ 898 وغیرہ، انساب، اول صفحہ 477 نیز صفحہ 290-314 وغیرہ۔

(274) بحوالہ مسلم مدنی معیشت اصل مصادر میں ملاحظہ ہوں۔ نیز حاشیہ نمبر 273 کے مصادر۔

(275) مسلم مدنی معیشت کے حوالے۔

(276) مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''عہد نبوی میں رضاعت''۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی رضاعت ایک مسلم اور مشہور حقیقت ہے اسی طرح بعض دوسری مرضعات کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ معارف اعظم گڑھ، اگست۔ ستمبر 1997ء۔

(277) یہ بحث ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے کسی قدر تفصیل نقوش رسول نمبر لاہور 1984ء جلد نمبر 11 صفحہ 38-435 میں خاکسار کے مضمون نبوی غزوات و سرایا کی

اقتصادی اہمیت میں موجود ہے۔

(278) خاکسار کے دو مضامین ملاحظہ ہوں (1) نبویؐ غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت صفحہ 38-437 نیز (2) غزوات نبوی کے دوران تجارتی سرگرمی (زیر طبع)۔

(279) اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی انگریزی اور اردو کتابیں۔ آرگنائزیشن اور عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت کے دو ابواب/فوجی تنظیم خاص کر صفحہ 170-73 اور 57-4-2 بالترتیب۔

(280) مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں اس موضوع پر خاکسار نے مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہوں صفحہ 207-200 اور 38-237 بالترتیب۔

(281) مسلم، کتاب الزکوة، باب اعطاء المؤلفة قلوبھم۔

(282) مثلاً حضرت حزن بن وہب مخزومی کو ام قرفہ کی دختر بطور بیوی ملی تھیں۔ بعض ازواج مطہرات جیسے حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہ غزوات ہی کی عطایا تھیں۔

(283) اراضی/اموال کے کردار پر بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہوں غزوات متعلقہ میں ان پر بحثیں۔

(284) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر 189۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں'' لما فتحت خیبر قلنا الان نشبع من التمر '' (جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم پیٹ بھر کر (سیر ہو کر) کھجور کھائیں گے) حضرت عبداللہ بن عمر کے الفاظ یوں منقول ہیں ''ماشبعنا حتی فتحنا خیبر '' (ہم نے سیر ہو کر نہیں کھایا تا آنکہ ہم نے خیبر فتح کر لیا) بخاری، کتاب، المغازی باب غزوة خیبر۔

لیکن سیراب ہونے کا وہ مفہوم نہیں جو فقر و فاقہ کا منفی پہلو رکھتا ہے۔ مراد فارغ البالی ہے یا خوشحالی اور وہ بھی نان جویں پر مبنی تھی۔

(285) بخاری، کتاب المزارعہ، ابو یوسف صفحہ 51، یحیٰ بن آدم صفحہ 24۔

مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''معیشت نبوی'' مذکورہ بالا جنوری مارچ 1990ء جلد نمبر 1,9 صفحہ 35۔

صفایائے نبوی (Statelands/Faylands) کے مصارف مختلف تھے جیسا کہ یحییٰ بن آدم صفحہ 24-21 اور دوسرے اہل فن نے تصریح کی ہے۔ آپؐ نے تین صفایا میں سے بنو النضیر کے اموال اپنی ہنگامی ضروریات (النوائبہ) کے لیے مخصوص کر رکھے تھے۔ فدک مسافروں (ابناء السبیل) کے کام آتا تھا۔ خیبر کے تین حصے کرتے تھے دو مسلمانوں میں تقسیم کرتے تھے اور ایک حصہ اپنے اہل کے نفقہ پر صرف کرتے تھے اور جو نفقہ اہل سے بچ جاتا اس کو نادار مہاجروں کی ضروریات پر اٹھا دیتے تھے۔

(286) رزقانی، شرح المواهب اللدنیه، بحوالہ محمد حمید اللہ مقالہ علیؓ بن ابی طالب۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور۔ شبلی، اول نے ابن سعد، ہشتم صفحہ 20، ذکر جمیل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حطمیہ نامی زرہ بکتر (درع) کسی خاص دن (یوم کذا وکذا) دی تھی جس کو شبلی نے بدر کے مال غنیمت کا حصہ بتایا ہے۔ دوسری روایت ابن سعد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ چار سو اسی درہم میں بیچ دیا تھا جبکہ حضرت عکرمہ کے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ بکتر حطمیہ کی قیمت صرف چار درہم تھی۔ حضرت فاطمہؓ کے مہر میں جو اونٹ دیا تھا اس کی قیمت بھی چار درہم ایک روایت میں بتائی گئی ہے۔ دونوں بظاہر صحیح نہیں ہیں۔

(287) حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر 137۔

(288) واقدی صفحہ 11,23-410,779,9-908۔ نیز ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ''یوم حنین...... الخ نے حضرت ابوقتادہ ہی کی سند پر دو روایتیں نقل کی ہیں مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون بر مسلم مدنی معیشت مذکورہ بالا۔

----❖❖❖----

ضمیمہ غزوات وسرایائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	سنہ ہجری وعیسوی	نام ومقام	مسلم تعداد/مسلم قائد	مخالف تعداد/ قائد	مخالف قبیلہ	نتیجہ
1	1ھ/623ء	سیف البحر	30/حمزہ	مغربی قبائل		مغربی قبیلوں سے معاہدہ
2	شوال/اپریل''	رابغ	60-80/عبید	//		//
3	ذوقعدہ/مئی''	الخرار	8یا20/سعد	//		//
4	صفر 2ھ/اگست 623ء	الابواء	60/رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	//		//
5	ربیع اول/ستمبر 623ء	بواط	200/رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	//		//
6	// //	العشیرہ	// //	قریش/کرز فہری		دشمن فرار
7	جمادی ثانیہ/دسمبر''	العشیرہ	150-200/ ''	''/ابوسفیان		کارواں فرار
8	رجب شعبان/جنوری 624ء	نخلہ	7-12/عبداللہ بن جحش	قریش/۔		غنیمت/معمولی

9	17 رمضان/ 23 مارچ 624ء	بدر کبریٰ	313 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	1000 / ابوجہل	قریش	غنیمت/ کثیر
10	رمضان/ مارچ''		1 / عمیر بن عدی	عصماء بنت مروان	یہودی	مقتول
11	شوال/ اپریل''		1 / سالم بن عمیر	ابوعفک	یہودی	مقتول
12	// //	حوالی مدینہ	1 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	700 / ۔	بنو قینقاع	جلاوطن/ غنیمت کثیر مع اراضی
13	محرم صفر/ مئی جون	سویق	200-400 / ''		قریش	دشمن فرار/ غنیمت/ معمولی
14	محرم 4ھ/ جولائی 624ء	الکدر	200 / ''		سلیم وغطفان	غنیمت/ معمولی
15	ربیع اول 3ھ/ اگست ستمبر''	حوالی مدینہ	5 / محمد بن مسلمہ	1 / کعب بن اشرف	یہودی	دشمن مقتول/ سلب
16	ربیع اول 3ھ/ اگست ستمبر 624ء	نجد/ ذوامر	450 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم		ثعلبہ محارب	تبلیغ دین
17	جمادی اولیٰ/ اکتوبر نومبر''	بحران	300 / ''		سلیم	دشمن فرار
18	جمادی آخرہ/ نومبر ''	القردہ	100 / زید بن حارثہ	/ ابوسفیان	قریش	کارواں پر قبضہ/ غنیمت کافی
19	7 شوال/ 23 مارچ 625ء	احد	750 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	3000 / ''	قریش	جنگ/ غنیمت معمولی
20	شوال/ مارچ ''	حمراء الاسد	700 سے کم/ ''	'' / ''	قریش	دشمن فرار

21	محرم 4ھ/ جون 625ء	قطن	150 / ابوسلمہ مخزومی		اسد	غنیمت معمولی
22	'' ''	قطن	1 / عبداللہ بن انیس	1 / سفیان لحیانی	لحیان	دشمن مقتول
23	صفر/ جولائی ''	بئر معونہ	40-70 / منذر بن عمرو	/ عامر بن طفیل	سلیم/ عامر	مسلم شہید
24	'' '' ''	رجیع	7-10 مرثد غنوی، عاصم بن ثابت	100 تیر انداز/ ۔	الحیان/ خزیمہ	''
25	ربیع اول/ اگست ''	حوالی مدینہ	۔/ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم		بنو النضیر	اخراج/ غنیمت واراضی
26	ذوقعدہ 4ھ/ اپریل 626ء	بدر الموعد	1500 / ''	/ ابوسفیان	قریش	دشمن فرار
27	ذوالحجہ/ مئی 626ء		5 / عبداللہ بن انیس	1 / ابورافع	یہودی	دشمن مقتول
28	محرم 5ھ/ جون ''	ذات الرقاع	400-800 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۔	انمار ثعلبہ	دشمن افرار
29	ربیع الاو، آخر/ اگست ستمبر''	دومتہ الجندل	1000 / ''	ڈاکو		غنیمت معمولی
30	شعبان 5ھ/ جنوری 627ء	مریسیع	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	کل قبیلہ/ حارث بن ابی ضرار	بنو المصطلق	غنیمت کافی
31	ذوقعدہ اپریل ''	خندق مدینہ	3000 / ''	دس ہزار/ ابوسفیان	قبائل کا احزاب	دشمن پسپا/ مال غنیمت سلب معمولی
32	ذوقعد ذوالحجہ/ مئی ''	حوالی مدینہ	'' / ''	۔	بنوقریظہ	دشمن جلاوطن/ غنیمت/ اراضی

33	محرم 6ھ/ جون "	القرطاء	30 / محمد بن مسلمہ	-	محارب	غنیمت معمولی
34	ربیع اول/ جولائی "		200 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	-	لحیان	دشمن فرار
35	ربیع آخر" / اگست"	الغابہ/ ذوقرد	700 / 500 "	-	غطفان	جھڑپ
36	" / اگست ستمبر "	الغمر	40 / عکاشہ بن محصن	-	اسد	غنیمت معمولی
37	" / "	ذوالقصہ	10 / محمد بن مسلمہ	-	ثعلبہ	مسلم نقصان
38	ربیع آخر" / اگست ستمبر 627	ذوالقصہ	40 / ابوعبیدہ	-	ثعلبہ	دشمن منتشر/ غنیمت معمولی
39	" / ستمبر "	الجموم	/ زید بن حارثہ	-	سلیم	غنیمت معمولی
40	جمادی اولیٰ" / ستمبر اکتوبر	العیص	170 / "	-	قریش	کارواں پر قبضہ/ غنیمت واپس
41	جمادی آخر" / اکتوبر نومبر	الطرف	15 / "	-	ثعلبہ	غنیمت معمولی
42	" "	حسمی	500 / "	-	جذام	" واپسی
43	رجب" / نومبر دسمبر"	وادی القریٰ	/ "	۔/ بدر بن فزارہ	-	مسلم مغلوب
44	شعبان" / دسمبر"	دومتہ الجندل	700 / عبدالرحمٰن بن عوف	/ اصبغ	کلب	اسلام/ جزیہ ادائیگی

45	شعبان 6ھ/ دسمبر 627ء	فدک	100 / علی ابن ابی طالب		سعد	غنیمت وقیع
46	شعبان 6ھ/ جنوری فروری"	ناحیہ وادی القریٰ	۔/ زید بن حارثہ	/ ام قرفہ	"	" معمولی
47	شوال" / فروری مارچ"		30 / عبداللہ بن رواحہ	/ اسیر بن رازم	یہودی	دشمن مقتول
48	" "	الحرہ	20 / کرز الفہری	-	عرینہ	دشمن سزایاب
49	" "	مدین	1000 / زید بن حارثہ	-	-	غنیمت معمولی
50	ذوقعد" / مارچ 628ء	الحدیبیہ	1400-1600 رسول اکرمؐ	-	قریش	عمرہ نہیں ہوا/ معاہدۂ صلح
51	محرم 7ھ/ مئی جون"	خیبر	" / "	-	یہودی	فتح/ غنیمت/ اراضی
	" "	فدک	" / "	-	"	" "
	" "	تیماء	" / "	-	"	" "
	" "	وادی القریٰ	" / "	-	"	" "
52	" "	نجد	/ ابان بن سعید	-	"	- -
53	شعبان/ دسمبر 628ء	تربہ	/ عمر بن خطاب	-	ہوازن	دشمن سزایاب

54	" "	نجد	1000 / ابوبکر	ـ	"	دشمن سزایاب/غنیمت معمولی
55	" "	فدک	30 / بشیر بن سعد	ـ	مرہ	مسلم شہید
56	" "	"	200 / غالب بن عبداللہ	ـ	"	انتقامی کارروائی/غنیمت معمولی
57	رمضان"/جنوری 629ء	میفعہ	130 / "	ـ	ثعلبہ	" "
58	شوال"/فروری 629ء	الجناب/یمن	300 / بشیر بن سعد	ـ	غطفان	انتقامی کارروائی/غنیمت معمولی
59	ذوقعدہ"/مارچ "	مکہ	2000 / رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ـ	قریش	عمرہ قضا کی ادائیگی
60	ذوالحجہ 7ھ/اپریل 629ء		50 / ابن ابی العوجاء	ـ	سلیم	مسلم شہید
61	صفر 8ھ/جون "	الکدید	10 / غالب بن عبداللہ	ـ	ملوح/لیث	کامیاب/غنیمت معمولی
62	ربیع اول"/جولائی"	ذات اطلاح	15 / کعب غفاری	ـ	"	تبلیغ/مسلم شہید
63	" " "	السی	24 / شجاع بن وہب	ـ	ہوازن	کامیاب/غنیمت معمولی
64	جمادی اولیٰ"/ستمبر "	موتہ	3000 / زید بن حارثہ +2	ـ	غسان/رومی	"/غنیمت معمولی
65	جمادی آخرہ"/اکتوبر "	ذات السلاسل	500 / عمرو بن العاص	ـ	بلی/قضاعہ	کامیاب/غنیمت معمولی

66	رجب"/نومبر "	سیف البحر/الخبط	300 / ابوعبیدہ	ـ	جہینہ	" "
67	شعبان"/دسمبر"	خضرہ/الغابہ	16 / ابوقتادہ ربعی	ـ	غطفان/جشم	" "
68	رمضان"/ "	بطن ضم	8 / ابوقتادہ ربعی	ـ	ـ	ـ
69	8ھ/جنوری 630ء	مکہ	10000 / رسول اکرمؐ	پوراشہر/ابوسفیان	قریش	فتح مکہ/غنیمت معمولی
ـ	8ھ/جنوری 630ء	لات	2 / ابوسفیان ومغیرہ	ـ	ثقیف	غنیمت کافی
70	" "	عزیٰ	/ خالد بن ولید	ـ	ـ	غنیمت معمولی
71	" "	سواع	/ عمرو بن العاص	ـ	ـ	" "
72	" "	مناۃ	سعد بن زید	ـ	ـ	" "
73	شوال/فروری"	بنوجذیمہ	/ خالد بن ولید	ـ	بنوجذیمہ	قتل/غنیمت معمولی
74	" "	"	/ علی بن ابی طالب	ـ	"	دیت کی ادائیگی
75	"/جنوری فروری"	حنین	12000 / رسول اکرمؐ	10000 / مالک بن عوف	ہوازن	فتح/غنیمت کثیر
76	"ذوقعدہ"/ "	اوطاس	/ ابوعامر اشعری	"	"	دشمن فرار

77	'' '' ''	طائف	12000 / رسول اکرمؐ	پورا قبیلہ/	ثقیف/ ہوازن	محاصرہ ختم/غلام/غنیمت معمولی
78	ذوقعدہ''/فروری مارچ''	جعرانہ	'' / ''	-		تقسیم غنائم/عمرہ
79	محرم 9ھ/اپریل مئی 630ء	العرج	50 /عیینہ بن حصن	-	تمیم	کامیاب/غنیمت معمولی
80	صفر''/مئی جون 630ء	مصحب/ بیشہ	20 /قطبہ بن عامر	-	خثعم	غنیمت معمولی
81	ربیع اول''/ جون جولائی''	القرطاء	00 /ضحاک بن سفیان	-	بنوکلاب	کامیاب
82	ربیع آخر''/ جولائی اگست''	شعیبہ	300 /علقمہ بن مجزز	-	حبشہ	''
83	'' ''	الفلس	150 /علی بن ابی طالب	-	بنو طے	''/غنیمت معمولی
84	'' ''	الجناب	''/ عکاشہ بن محصن	-	عذرہ	'' ''
85	رجب رمضان''/اکتوبر دسمبر 630ء	تبوک	3000 / رسول اکرمؐ		غسان/ رومی	دشمن پسپا/ -
86	رجب''/ اکتوبر ''	دومتہ الجندل ذوالکفین	420 / خالد بن ولید 000 .	بنوکلب کندہ/اکیدر بن عبدالملک	کندہ صنم عمرو بن حمہ دوسی	کامیاب/غنیمت/جزیہ وتیغ برباد
87	ذوالحجہ 9ھ مارچ اپریل 631	مکہ مکرمہ	/ ابوبکر	قریش مکہ/ ابوسفیان	قریش	حج ادائیگی

88	ربیع اول 10ھ جون جولائی''	نجران/ یمن	400 / خالد بن ولید		حارث بن کعب /عبدالمدان	کامیاب/غنیمت معمولی
89	رمضان''/ دسمبر ''	یمن	300 /علی بن ابی طالب		مذحج	''/غنیمت کافی
90	ذوالحجہ''/ مارچ اپریل''	مکہ مکرمہ	ایک لاکھ چالیس ہزار رسول اکرم ﷺ		.	حجتہ الوداع کی ادائیگی

----❖❖❖----

منتخب کتابیات

مصنف	کتاب
ابن ابی الحدید (عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، م 655ھ/1259ء)	شرح نہج البلاغہ، قاہرہ 1959ء
ابن اثیر (عزالدین علی محمد، م 630ھ/1233ء)	اسد الغابہ، تہران 1909ء، الکامل فی التاریخ، بیروت 1965ء
ابن اسحاق (محمد بن اسحاق، م 850ھ/1448ء)	السیرۃ النبویۃ/سیرۃ رسول اللہ، رباط 1967ء
ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م 852ھ/1448ء)	الاصابہ فی تمییز الصحابہ، قاہر 1938ء، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن 1911ء، فتح الباری فی شرح البخاری، بولاق 1882ء لسان المیزان، حیدر آباد دکن 1911ء۔
ابن حزم (علی بن احمد، م 456ھ/1064ء)	جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ 1948ء، جوامع السیرۃ، قاہرہ 1956ء
ابن حنبل (احمد بن محمد، م 241ھ/855ء)	المسند، قاہرہ 1949ء

مصنف	کتاب
ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد، 804ھ/1406ء)	کتاب العبر (تاریخ بن خلدون) بیروت 1956ء المقدمہ، مطبعہ مصطفیٰ محمد قاہرہ (غیر مورخہ)
ابن خلکان (احمد بن محمد، م 681ھ/1281ء)	وفیات الاعیان، بولاق 1859ء
ابن سعد (محمد بن سعد، م 230ھ/845ء)	الطبقات الکبریٰ، بیروت 8-1957ء
ابن سید الناس (محمد بن محمد، م 734ھ/1334ء)	عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، قاہرہ 1937ء
ابن الطقطقی (محمد بن علی بن طباطبا، م 709ھ/1309ء)	کتاب الفخری، قاہرہ 1899ء
ابن عبدالبر (یوسف بن عبداللہ، م 463ھ/1260ء)	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدر آباد دکن 1900ء
ابن عبدربہ (احمد بن محمد، م 328ھ/940ء)	العقد الفرید، قاہرہ 1940ء
ابن العربی (قاضی محمد بن عبداللہ، م 543ھ/1148ء)	احکام القرآن، قاہرہ 1957ء
ابن العماد حنبلی (عبدالحی بن محمد، م 1089ھ/1687ء)	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، قاہرہ 1350ء
ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم دینوری، م 276ھ/889ء)	الشعر والشعراء، لائیڈن 1902ء، عیون الاخبار، قاہرہ 1925ء، کتاب المعارف، قاہرہ 1960ء
ابن قیم الجوزیہ (محمد بن ابوبکر، م 751ھ/1350ء)	بلوغ السول فی اقضیۃ الرسول، الہند 1875ء زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، قاہرہ 1971ء

ابن کثیر (اسمٰعیل بن عمر، م 774ھ/1373ء)	السیرۃ النبویہ، بیروت 1983ء، البدایہ والنہایہ، قاہرہ 1932ء، الفصول فی سیرۃ الرسول، دمشق 3-1402ھ
ابن ماجہ (محمد بن زید، م 273ھ/886ء)	سنن، قاہرہ 1952ء
ابن منظور (محمد بن مکرم، م 711ھ/1311ء)	لسان العرب، بیروت 6-1955ء
ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام، م 218ھ/833ء)	السیرۃ النبویہ، قاہرہ 1925ء
ابوحنیفہ دینوری (احمد بن داؤد، م 282ھ/895ء)	کتاب الاخبار الطوال، لائڈن 1888ء
ابوداؤد (سلیمان بن الاشعث، م 285ھ/888ء)	السنن، قاہرہ 1922ء
ابوزرعہ دمشقی (عبدالرحمٰن بن عامر، م 282ھ/895ء)	سیرۃ رسول اللہ ﷺ وتاریخ الخلفاء الراشدین، دمشق 1980ء
ابوعبید قاسم بن سلام (224ھ/836ء)	کتاب الاموال، قاہرہ 1934ء
ابویوسف (یعقوب بن ابراہیم، م 182ھ/798ء)	کتاب الخراج، قاہرہ 1933ء
ازرقی (محمد بن عبداللہ، م 244ھ/858ء)	اخبار مکہ، بیروت 1964ء
بخاری (محمد بن اسمٰعیل، م 256ھ/870ء)	الجامع الصحیح، قاہرہ 1955ء، التاریخ الکبیر، حیدرآباد دکن 1941ء
بغدادی (محمد بن حبیب، م 245ھ/849ء)	کتاب المحبر، حیدرآباد دکن 1942ء کتاب المنمق، حیدرآباد دکن 1942ء

بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر، م 289ھ/896ء)	انساب الاشراف، اول قاہرہ 1959ء، چہارم یروشلم 1938ء، پنجم 1936ء، فتوح البلدان، قاہرہ 1932ء
ترمذی (محمد بن عیسیٰ، م 289ھ/892ء)	الجامع الصحیح، حمص 71-1969ء
جہشیاری (محمد بن عبدوس، م 331ھ/942ء)	کتاب الوزراء والکتاب، قاہرہ 1938ء
جمحی (محمد بن سلام، م 231ھ/845ء)	طبقات فحول الشعراء، قاہرہ 1952ء
خلیفہ بن خیاط (م 240ھ/854ء)	کتاب الطبقات، دمشق 7-1966ء کتاب التاریخ، دمشق 1967ء
ذہبی (محمد بن احمد، م 748ھ/1347ء)	تاریخ الاسلام، قاہرہ 1973ء، میزان الاعتدال، قاہرہ 1910ء، تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد دکن 5-1914ء
زبیری (مصعب بن عبداللہ، م 236ھ/851ء)	نسب قریش، قاہرہ 1953ء
سمہودی (علی بن عبداللہ، م 911ھ/1515ء)	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، قاہرہ 9-1908ء
سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م 581ھ/1185ء)	الروض الانف، قاہرہ (غیر مورخہ)
شامی (محمد بن یوسف، م 942ھ/1535ء)	سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (سیرۃ شامی) قاہرہ 1975ء

مصنف	کتب
طبری (محمد بن جریر، م 310ھ/923ء)	تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری) قاہرہ 1960ء، تہذیب الآثار، مرتبہ محمود محمد شاکر، ریاض 1982ء، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری) قاہرہ 1960ء
فاکہی (محمد بن اسحاق، م 272ھ/882ء)	المنتقی فی اخبار ام القریٰ، بیروت 1964ء
قاضی عیاض (بن موسیٰ الیحصبی، م 542ھ/1147ء)	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاہرہ 1950ء
مالک بن انس (م 179ھ/795ء)	موطا، قاہرہ 1951ء
ماوردی (علی بن محمد، م 450ھ/1058ء)	الاحکام السلطانیہ، قاہرہ 1881ء
مسعودی (علی بن حسین، م 345ھ/956ء)	مروج الذہب، قاہرہ 1927ء، کتاب التنبیہ والاشراف، لائڈن 1894ء
مسلم بن حجاج (م 261ھ/875ء)	الجامع الصحیح، قاہرہ 1955ء
مقریزی (احمد بن علی، م 845ھ/1242ء)	امتاع الاسماع، قاہرہ 1941ء
نسائی (احمد بن شعیب، م 303ھ/915ء)	سنن، کانپور 1882ء
نووی (یحییٰ بن شرف الدین، م 676ھ/1277ء)	ریاض الصالحین، دمشق 1976ء، شرح صحیح مسلم، قاہرہ 1928ء
واقدی (محمد بن عمر، م 207ھ/822ء)	کتاب المغازی، لندن 1966ء
یاقوت حموی (م 626ھ/1229ء)	ارشاد الاریب، لائڈن 1907-31ء، معجم البلدان، بیروت 1956ء
یحییٰ بن آدم (م 203ھ/818ء)	کتاب الخراج، لائڈن 1896ء
یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب، م 284ھ/897ء)	تاریخ، بیروت 1960ء، کتاب البلدان، لائڈن 1860ء

اہم ثانوی کتابیں

مصنف	کتب
ابوالاعلیٰ مودودی	خلافت و ملوکیت، دہلی 1969ء، سیرت سرور عالم، دہلی 1981ء
ابوالکلام آزاد	رسول رحمت، دہلی 1982ء
ابوالحسن علی ندوی	نبی رحمت اردو ترجمہ السیرۃ النبویہ لکھنؤ 1978ء اور جدہ 1989ء بالترتیب
احمد امین	فجر الاسلام، قاہرہ 1964ء، ضحی الاسلام، قاہرہ 1964ء
اکرام ضیاء عمری	المجتمع المدنی فی عہد النبوۃ، مدینہ منورہ 1983ء
ڈی، سی، ڈینیٹ	Conversion and Poll-Tax in Early Islam کیمبرج 1950ء اردو ترجمہ جزیہ اور اسلام از غلام رسول مہر لاہور 1971ء ریوبن لیوی، دی سوشل اسٹرکچر آف اسلام، کیمبرج 1950ء
شاہ محمد سلیمان منظور پوری	رحمۃ للعالمین، دہلی 1980ء
شاہ معین الدین احمد ندوی	تاریخ اسلام، اعظم گڑھ 1953ء
شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی	سیرت النبی، اعظم گڑھ 1976ء
صالح احمد علی	تنظیمات الرسول الاداریہ فی المدینہ، بغداد 1960ء
فرانسسکو جبریلی	اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن 1965ء
فلپ کے ہٹی	دی ہسٹری آف دی عربس، نیویارک 1964ء، میکرز آف عرب ہسٹری، لندن 1969ء
مارگولیتھ، ڈی، ایس	محمد اینڈ رائز آف اسلام، لندن 1905ء

www.iqbalkalmati.blogspot.com

محمد ادریس کاندھلوی	سیرۃ المصطفیٰ، دیوبند (غیر مورخہ)
محمد حمید اللہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کراچی 1949ء، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، حیدر آباد 1949ء، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہور 1982ء (اردو انگریزی)
محمد لقمان اعظمی ندوی	مجتمع المدینۃ المنورۃ فی عہد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، قاہرہ 1988ء
محمد یسٰین مظہر صدیقی	تاریخ تہذیب اسلامی، نئی دہلی جلد اول 1994ء، جلد دوم 1998ء عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، دہلی 1988ء اور نقوش رسول نمبر 12,5 Organisation of Government Under the Prophet دہلی 1987ء لاہور 1988ء
نثار احمد	عہد نبوی میں اسلامی ریاست کا نشو ونما وارتقاء، نقوش، رسول نمبر لاہور 4-1982ء
ولیم مونٹگمری واٹ	محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ 1953ء، محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ 1956ء
ولیم میور	دی لائف آف محمد، ایڈنبرا 1923ء